میاں محمد اسماعیل منظر

کی

قومی و ملی شاعری

گل رخ طوبیٰ

ایم اے اردو، بی ایڈ

Marfat.com

Marfat.com

میاں محمد اسماعیل منظر رحمۃ اللہ علیہ

کی

قومی و ملی شاعری

(تحقیق و تنقید)

گل رخ طوبیٰ

(ایم۔ اے اردو، بی ایڈ)

گولڈ میڈلسٹ

بزمِ مولا شاہ

A-41 چوہان روڈ اسلام پورہ لاہور

042-37159772

(حکومت پنجاب سے 2004 کا بیسٹ پبلشر ایوارڈ یافتہ)

Marfat.com

111140

890.9 TOOBA,GUL RUKH
T7M
MIAN MOHAMMAD ISMAIL MANZAR KI QOUMI-O-MILLI SHAYREE, LAHORE, BAZM-E-MAULA SHAH, 2010.
192 p.
1. TITLE
2. RESEARCH & CRITISIM

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

پریس .... کرامت سخاوت پرنٹرز، شاہ زیب مارکیٹ کوپر روڈ لاہور

ناشر .... بزم مولا شاہ

41-A چوہان روڈ، اسلام پورہ لاہور

قیمت .... [redacted]/- روپے

یہ کتاب حکومتِ پنجاب کے شعبہ امورِ نوجوانان، ثقافت اور اطلاعات کے تعاون سے شائع ہوئی۔

ISBN:978-969-8082-41-3

Marfat.com

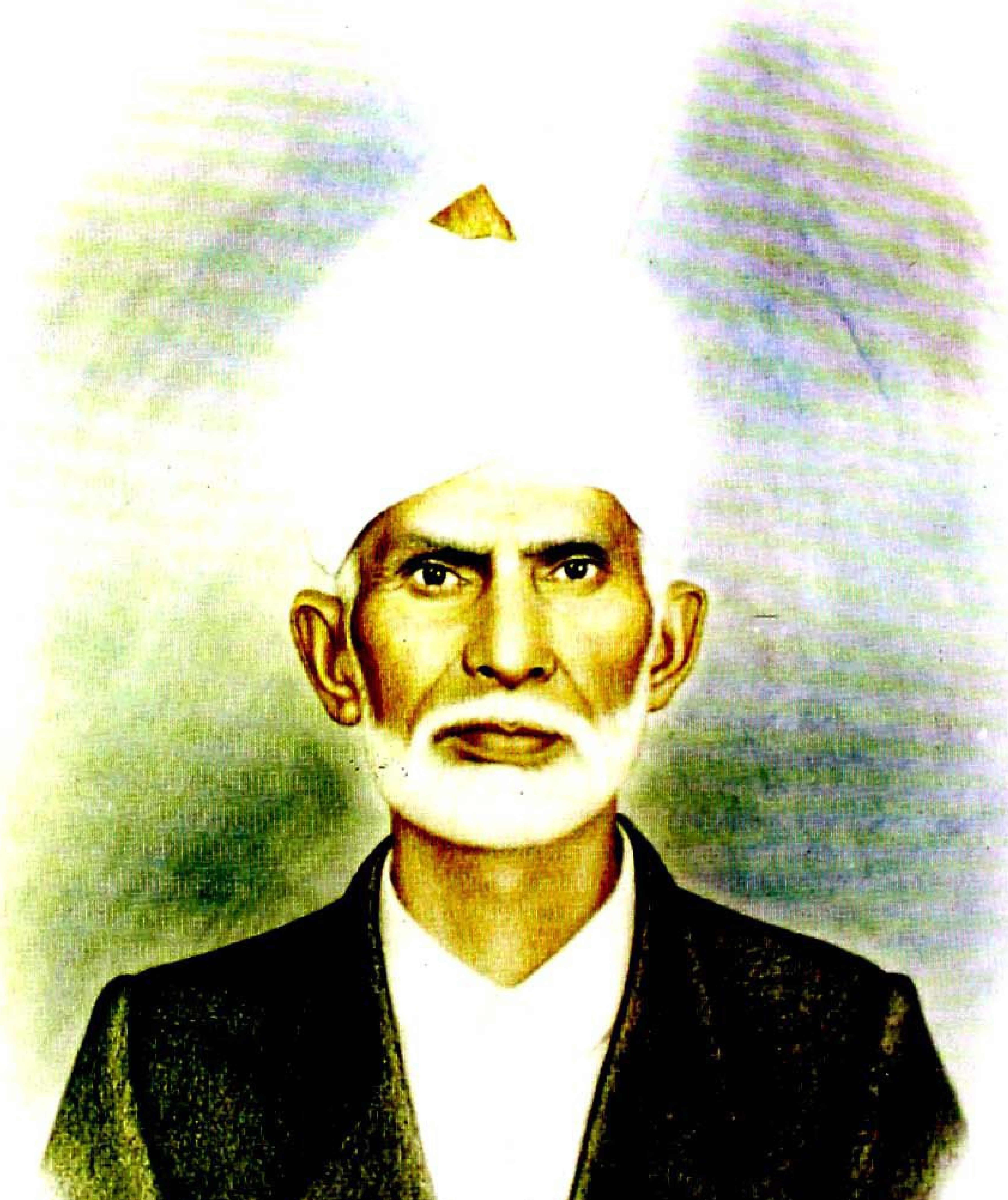

میاں محمد اسماعیل منظرؒ

Marfat.com

Marfat.com

انتساب

دخترِ کڑیال کلاں

بنتِ منظر

خواہرِ حقیقی

پروفیسر میاں مقبول احمد،

پروفیسر میاں غلام رسول

آنسہ

نعیمہ سلطانہ

کے

نام

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

حرف اوّل ۸_۷

پیش لفظ ۱۰_۹

باب اوّل تعارف ۱۴_۱۱

بیان مسئلہ، اہمیت مسئلہ، مقصد تحقیق، تحدید کار، طریقہ تحقیق، ذرائع تحقیق

باب دوم ۹۶_۱۵

(الف) میاں محمد اسماعیل کے حالاتِ زندگی و شخصیت

سوانح میاں محمد اسماعیل منظر، شجرہ، نام، جائے پیدائش، تاریخ پیدائش، خویش قبیلہ، اولاد، سعادت حج، حلقہ احباب، تعلیم و ملازمت، ہجرت، تدریسی و انتظامی خدمات، دست بیعت، فیوض منظر، کڑیالوی دوست احباب، عادات وخصائل، لباس وخوراک، سال بہ سال حالات شاعر

(ب) میاں محمد اسماعیل منظر کی ادبی خدمات

شاعری کی ابتداء، آپ کی کتابیں، صوفیانہ شاعری، نجی شاعری، شخصی شاعری، طنزیہ شاعری، مرثیہ نگاری، منظوم خطوط نویسی، منظوم درخواست نویسی

باب سوم میاں محمد اسماعیل منظر کی قومی و ملّی شاعری ۱۵۸_۹۷

(الف) قومی شاعری۔ قومی شاعری کیا ہے؟، قومی شعراء، منظر کی قومی نظمیں گوڑ گانوی اور پٹواری، منسوخیء اشتمال، قابض ارض و فرش، زمیندار بیچارے، درس گاہ، ہائی اسکول، کرتار پور کی بستی، حقیقت نمائی، مسائل دہ، کڑیال کی بجلی، نیشنل بینک تو ہمارا ہے، نیشنل بینک نوشہرہ ورکاں، قومی تشخص، نظام مصطفیٰ، اصلاح معاشرہ، برانچ پوسٹ ماسٹر، شاعر، کھنڈ، مہنگائی، گرم مسالحہ

Marfat.com

(ب) ملی شاعری۔ میرا مجاہد، وطن کا سپاہی، کفار سے، ہم قوم ہم وطن، ملی ترانہ، نعرۂ وطن، مسلم لیگ، میرا ہے کشمیر، جوان بچیا، ڈھول سپاہیا، جدوں آون جہاز، دیس دا جوان، بہادر فوجی نوں خطاب، میں تے غازی، بمب چھاتی نال بنھ، سدھر

باب چہارم میاں محمد اسماعیل کی شاعری کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ۱۸۰۔۱۵۹

شعری اصناف، تراکیب، استعارات، کلام منظر میں استعارہ کی مثالیں، صنائع بدائع، قافیے، ردیف

باب پنجم مجموعی جائزہ / محاکمہ ۱۸۶۔۱۸۱

کتابیات ۱۸۹۔۱۸۷

Marfat.com

حرف اوّل

شکر ہے اس خدائے عز و جل کا جس نے مجھے تعلیم کے اس درجے پر پہنچایا اور پھر اس محسن انسانیت آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس پر درود و سلام، جن کی وجہ سے یہ کائنات تخلیق ہوئی۔

سب سے پہلے میں اپنے قارئین کرام کو یہ بتانا چاہوں گی کہ میری یہ کاوش دراصل میرے اس مقالہ کی کتابی صورت ہے جو میں نے ایم۔اے اردو کی طالبہ کی حیثیت سے یونیورسٹی آف ایجوکیشن کے لئے 2009ء میں لکھا۔

بلاشبہ تحقیق کا کام بڑا دقیق ہوتا ہے خاص طور پر ایسی شخصیت پر ریسرچ کرنا اور بھی مشکل نظر آتا ہے جو اس جہان فانی میں نہ ہو۔

میرا موضوع ''میاں محمد اسماعیل کی قومی و ملی شاعری ہے''۔ جن کا انتقال ۱۹۹۷ء میں ہوا تھا۔ اس لیے ان کے ادبی شہ پارے بلکہ ان کی زندگی کے بارے میں معلومات کا حصول ایک کٹھن مرحلہ تھا۔ جسے طے کرنے کے لئے میں نے ان کے اعزا و اقارب کے علاوہ ان کی چھوٹی بیٹی الحاجہ نعیمہ سلطانہ اور سب سے بڑے بیٹے میاں مقبول احمد کا بطور خاص انتخاب کیا جو میرے لئے بڑے معاون ثابت ہوئے جبکہ اپنے نگران مقالہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالکریم خالد کی رہنمائی کی بدولت کامیابی سے ہمکنار ہوئی جنہیں میں بار بار تنگ کرتی رہی لیکن مجال ہے کہ وہ کبھی بیزار ہوئے ہوں۔

میں اپنے اہل خانہ کی بھی ممنون ہوں جنہوں نے مجھے مقالہ کی تیاری کے لئے فرصت بخشی۔ خاص طور پر برادرم محمد عثمان کی جو میری کاوش میں میرے شانہ بشانہ چلتے رہے اور پدرِ محترم ڈاکٹر میاں ظفر مقبول صد شکریہ کے مستحق ہیں جن سے مشورہ لے کر میں نے اردو ادب میں ایم اے کا انتخاب کیا ورنہ میرا یہ مقالہ ایک خواب بن کر رہ جاتا۔ علاوہ ازیں میں اپنے دوستوں سحر، سدرہ، فرحت اور طاہرہ کی بھی بے حد شکرگزار ہوں جو کتابی کی دستیابی میں میرا

Marfat.com

ساتھ دیتی رہیں۔

شعری اصناف میں میاں محمد اسماعیل منظر کئی حوالوں سے جانے جاتے ہیں اردو اور پنجابی شاعری کی شاید ہی کوئی صنف ہو گی جس میں انہوں نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ قیام پاکستان سے پہلے آپ کی دو کتابیں ''گلدستہ منظر'' اور ''منظر رسول'' شائع ہو چکی تھیں۔ قیام پاکستان کے بعد ان کے پوتے ڈاکٹر میاں ظفر مقبول نے ۱۹۸۸ء میں ان کا پنجابی کلام ''نوائے منظر'' کے نام سے شائع کرایا۔ لیکن ان کا اردو اور پنجابی کلام اس قدر ہے کہ کئی کتابیں شائع ہو سکتی ہیں۔

زیر نظر مقالہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول میں تعارف، اہمیت اور تحقیقی طریقہ کار کی وضاحت ہے۔

باب دوم میں ان کی شخصیت اور ادبی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

باب سوم میں قومی وملی شاعری ہے۔

باب چہارم میں آپ کی شاعری کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ہے۔

باب پنجم مجموعی جائزہ / محاکمہ پر مشتمل ہے۔ جس میں مجموعی طور پر آپ کے سوانح، ادبی خدمات بالخصوص قومی وملی شاعری کا مقام و مرتبہ متعین کرنے کے ساتھ ساتھ نتائج بھی اخذ کیے گئے ہیں۔

گل رخ طوبیٰ

Marfat.com

پیش لفظ

ادب میں ان گنت ایسے نگینوں کی نشان دہی ملتی ہے جن کو منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے اور ہماری جامعات ان نگینوں کی تلاش میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں اس کار خیر کے حوالے سے مجھے اپنے اساتذہ کے اس فیصلے پر فخر ہے کہ وہ سکالرز کو موضوع الاٹ کرتے وقت اس امر کی سختی سے پابندی کرتے ہیں کہ سکالر کو کسی شخصیت / مصنف کی شاعری / نثر کا کوئی ایک پہلو جانچ پڑتال کے لیے الاٹ کیا جائے تاکہ اس پر سیر حاصل بحث کر کے اس کو حقیقی مقام دلایا جا سکے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ ایک مصنف پر ایک سے زیادہ سکالرز کو کام کرنے کا موقع ملتا ہے بلکہ مصنف کو بھی اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ سکالرز ایک ہی مصنف کو مختلف زاویوں سے دیکھیں گے اور ان کی بحث سے شخصیت کو حیات جاودانی ملے گی۔

ہمارا موضوع بھی ایسی ہی ایک کڑی ہے ہم جس نگینے کو منظر عام پر لانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کا نام نامی ہے میاں محمد اسماعیل منظرؒ جو گوجرانوالہ کے ایک گاؤں کڑیال کلاں کے ہائی سکول سے ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے تھے انہوں نے مختلف موضوعات پر شاعری کی ہے لیکن مقالہ نگار کو ان کی شاعری کے حوالے سے قومی و ملی شاعری کا موضوع دیا گیا ہے۔ جس کے لیے مقالہ نگار کو ان کی بیاضوں، ان پر کیے گیے کام اور ان کے میل ملاقات والے لوگوں سے رابطے کرنے پڑے جن میں سے اکثریت آپ کے شاگردوں، ماتحتوں اور آل اولاد کی ہے۔

میرے والد ڈاکٹر میاں ظفر مقبول کی یہ بڑی خواہش تھی کہ وہ اپنے جدامجد سائیں مولا شاہؒ پر ریسرچ کریں وہ اکثر کہا کرتے ہیں کہ میں نے ایم۔اے بوجہ مجبوری کیا تھا کیوں کہ میں پی ایچ۔ڈی کرنا چاہتا تھا اگر اس کے لیے ایم۔اے شرط نہ ہوتی تو میں ایم۔اے کبھی نہ کرتا مگر ان کی یہ حسرت پوری نہ ہو سکی اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے اپنے والد صاحب کے دادا پر ریسرچ کی ہے۔ یہ میرے پروردگار کا دیا ہوا خصوصی اعزاز ہے جس کے متعلق میں نے

Marfat.com

کبھی سوچا بھی نہ تھا۔لیکن میرے اس اعزاز کے حصول میں میرے استاد محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالکریم خالد صاحب کا بھی بھرپور حصہ ہے۔ ان کی خصوصی رہنمائی، شفقت اور میرے موضوع کے انتخاب میں دلچسپی شامل نہ ہوتی تو شاید میں اپنا یہ تحقیقی منصوبہ کبھی مکمل نہ کر سکتی۔

میں اپنے استاد محترم کے علاوہ ان صاحبان علم کی بھی ممنون و احسان مند ہوں جن کی نگارشات سے میں نے استفادہ کیا خصوص بالخصوص ان خواتین و حضرات (جن کا تعلق کسی نہ کسی طرح منظرؒ سے رہا ہے) کی بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے رابطہ کرنے پر مقالہ کی تیاری میں میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔

مجھے توقع ہے کہ مستقبل میں ادب اور بالخصوص اس شخصیت پر ریسرچ کرنے والوں کے لیے ہماری یہ کاوش ضرور معاون ثابت ہو گی۔ اور ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب ہماری رہنمائی کرنے والوں کے خلوص کا نتیجہ ہے۔

گل رخ طوبیٰ

Marfat.com

باب اول

تعارف

روز اوّل سے ہر زبان میں شاعری کو اولیّت حاصل رہی ہے ۔ ہر ادب کا آغاز شاعری سے ہوتا ہے، اس کے بعد نثر آتی ہے اور ترتیب کے اعتبار سے تحقیق و تنقید تیسرے نمبر پر آتی ہے ۔ شاعر معاشرے کا حساس فرد ہوتا ہے اور یہ ایسا عنصر ہے جس کی بدولت معاشرہ متحرک رہتا ہے۔ ہر معاشرہ میں وسیع سوچ کے حامل ادیب یا شاعر موجود رہے ہیں اور آج بھی ہیں جو اجتماعی سطح پر سوچتے ہیں لیکن قومی و ملی شاعری کے حوالے سے بہت کم شعرا سامنے آئے ہیں۔ انہی شعرا میں ایک اہم نام ڈاکٹر میاں محمد اسماعیل منظر کا بھی ہے۔ جن کا میدان بنیادی طور پر اردو اور پنجابی شاعری ہے ۔ لیکن ان کی اردو شاعری ان کی زندگی میں بہت کم شائع ہوئی ہے ۔ انہوں نے اردو کے سوا پنجابی میں بھی طبع آزمائی کی ہے ۔ آپ ایک شاعر اور ماہر تعلیم کی حیثیت کے علاوہ ایک ماہر معالج کے طور پر بھی جانے پہچانے جاتے ہیں۔

بیانِ مسئلہ:

زیرِ نظر مقالہ کا عنوان ''میاں محمد اسماعیل منظر کی قومی و ملی شاعری'' ہے ۔

اہمیتِ مسئلہ:

ڈاکٹر میاں محمد اسماعیل منظر کا نام قومی و ملی شاعری کے حوالے سے چند گنے چنے بلند پایہ ناموں میں شامل ہے ۔ انہوں نے مختلف اصناف میں شاعری کی اور ادب کو چار چاند لگا دیئے ۔ آپ ادبی حلقوں میں شاعر کی حیثیت سے ایک منفرد پہچان رکھتے تھے ۔ انہوں نے اپنی نظم میں آزادانہ اظہار رائے اور قوت کا استعمال کیا ہے اور سماجی مسائل کو بھرپور انداز میں بیان کیا ہے ۔ ہم ان کی شاعری کے ان موضوعات کو سامنے لائے ہیں ۔

Marfat.com

i: صوفیانہ شاعری

ii: نجی شاعری

iii: شخصی شاعری

iv: طنزیہ شاعری

v: مرثیہ نگاری

vi: منظوم خطوط نویسی

vii: منظوم درخواست نویسی

viii: قومی شاعری

ix: ملی شاعری

سیریل نمبر viii اور ix وہ موضوعات ہیں جن کی بنیاد پر ہم نے یہ موضوع منتخب کیا ہے۔

مقاصدِ تحقیق:

i: ڈاکٹر میاں محمد اسماعیل منظر کی قومی اور ملّی شاعری کا جائزہ۔

ii: ان کے اندازِ تحریر، موضوعات، تشبیہات، استعارات، تلمیحات اور تراکیب کے استعمال کا مطالعہ۔

iii: ڈاکٹر میاں محمد اسماعیل منظر کی تحریروں کے حوالے سے اردو ادب میں ان کے مقام کا تعین۔

iv: پہلے سے کی گئی تحقیق کا مطالعہ اور ان کے تعلق داروں سے استفادہ۔

v: اس تحقیقی مطالعہ کو اس انداز سے پیش کیا جا رہا ہے کہ آئندہ ادب کے حوالے سے کام کرنے والے محققین کو رہنمائی مل سکے۔

تحدید کار:

زیرِ نظر تحقیقی مقالہ میں ڈاکٹر میاں محمد اسماعیل منظر کے وسیع تر ادبی تناظر میں سے ان کے ایک تخلیقی پہلو کو پیشِ نظر رکھ کر اُن کی قومی و ملّی شاعری کا تحقیقی، تنقیدی اور تجزیاتی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

Marfat.com

طریقہ تحقیق:

زیرِ نظر مقالہ کی تکمیل کے لیے بیانیہ طریقہ ء تحقیق استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی علمی ادبی اور تاریخی کتب کے علاوہ میاں صاحب کی مطبوعہ غیر مطبوعہ تصنیفات اور انٹرویوز کے ذریعے سے حاصل شدہ معلومات کی روشنی میں منظر صاحب کی قومی و ملی شاعری کا احاطہ کیا گیا ہے۔

ذرائع تحقیق:

i: لائبریریاں

ii: اخبارات و رسائل

iii: کتب

iv: شخصی انٹرویوز

Marfat.com

Marfat.com

باب دوم (الف)

میاں محمد اسماعیل منظر کے حالاتِ زندگی و شخصیت

کہا جاتا ہے کہ بڑ کے درخت کے نیچے خودرو پودے بڑے درخت کی طرح قد آور اور تناور نہیں ہو پاتے۔ سایہ کی وجہ سے اُن کی نشو و نما میں کمی تو ممکن ہے۔ مگر خود رو والی بات سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ ہر تخلیق کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے بڑ کے پھل کے اندر موجود بیج کو اللہ نے ایسی قوت بخشی ہے کہ وہ پرندوں کو بھی ہضم نہیں ہوتا۔ اور پرندے اگر کسی منڈیر پر فضلہ (جس میں بڑ کا بیج ہو) کریں اور اسے کوئی مناسب جگہ مل جائے تو اس سے بھی بڑ کا درخت اُگ آتا ہے۔

بہر حال پنجابی ادب میں بڑ کی سی حیثیت رکھنے والی ایک شخصیت ہے جسے سائیں مولا شاہؒ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے انہوں نے قصہ نگاری میں بڑا نام کمایا ہے سسی، بشنوں، صاحباں، ہیر، زہرہ مشتری، روڈا جلالی اور چندر بدن ان کی قصہ نگاری کے منہ بولتے ثبوت ہیں۔ ان کی شاعری کے متعلق معروف سکالر ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ کہتے ہیں کہ ان کی ہیر وارث شاہؒ کی ہیر کے ہم پلہ ہے۔(۱)

سائیں مولا شاہؒ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے ولی کامل بھی تھے ان کے اس مرتبہ کی تصدیق تنویر بخاری نے اس طرح کی ہے۔

محی الدین دا لاڈلا ولی اللہ   مولا شاہ مجیٹھوی پیر میاں
کٹڑہ بگھیاں تے دھرمکوٹ اندر   رہی چمکدی جھدی تنویر میاں
ویہہ ورہے مجذوبی دے وچ گزرے   منزل عشق دی ہوئی آخیر میاں

Marfat.com

اج منظر اے وچ کڑیال اوہدا   آ توں وی رلا لے سیر میاں

(۲)

اس نظم میں بخاری صاحب نے سائیں جی کے مرشد غلام محی الدین کا ذکر کیا ہے۔ان کی جائے پرورش کنڑہ بگھیاں اور دھرم کوٹ کا ذکر کرتے ہوئے اُن کی حالت مجذوبی کا اظہار کیا ہے اور آخر میں یہ بتایا ہے کہ اس وقت کڑیال کلاں ضلع گوجرانوالہ میں اُن کا پوتا محمد اسماعیل منظر سکونت پذیر ہے اور کہا ہے کہ جس کو فیض کی ضرورت ہے اس سے حاصل کرے۔

یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ سائیں مولا شاہؒ اپنی فیملی کا پہلا مصنف ہوا ہے اور ولایت میں بھی انہیں اپنے خاندان میں اولیت حاصل ہے اور ان کا روحانی فیض آج بھی جاری و ساری ہے۔ اسی طرح اُن کے قلمی فیض میں بھی ٹھہراؤ نہیں آیا۔اُن کا قلمی فیض جنہیں منتقل ہوا اُن کے نام بردہ حضرات میں سائیں حیدر شاہؒ پسر، میاں محمد اسماعیل منظرؒ پسر زادہ ، پروفیسر میاں مقبول احمد (شیخوپورہ) ، پروفیسر میاں غلام رسول (شیخوپورہ) ، شاہد بشیر المعروف قیصر شاہی (شاہدرہ) ، ڈاکٹر میاں ظفر مقبول (لاہور) ،محمد عثمان (لاہور) ،گل رخ طوبیٰ (راقم۔ لاہور) ، انوز سلطانہ (لاہور)، نعیمہ سلطانہ (کڑیال)، پوتا مرید بابا عالم شاہؒ(مصنف خزینہ توحید) ، محمد شریف شریفؒ پوتا مرید (مصنف ''کافی جات''،'' نوشاہی لہراں''، ''میں وچ میں'' اور بہت سا غیر مطبوعہ کلام، مملوکہ میاں ظفر مقبول)، صوفی عبدالرحیم رحیمؒ فیصل آبادی کاتب شاعر (مصنف'' گلدستہ عقیدت'' دو جلد ،'' سی حرفی عارفانہ'')، محمد رفیق رنجورؒ پوتا مرید (مقالہ در کھوج شمارہ ۲۸) ، عبد الرحیم رحیمؒ اڈا پنواں، سائیں چراغ عالم شاہ گوجرانوالہ اور محمد مشتاق نوشاہی گوجرانوالہ شامل ہیں۔

ان میں سے ہمیں صرف آپ کے پوتے میاں محمد اسماعیل منظرؒ کے فن کا جائزہ لینا ہے۔

نام

آپ کا پیدائشی نام محمد ہاشم تھا مگر بعد میں ان کے دادا نے کسی مصلحت کے تحت اُن کا نام بدل کر محمد اسماعیل رکھا۔ جب آپ نے ادبی دنیا میں پاؤں رکھا تو آپ نے منظر تخلص کرنا شروع کر دیا۔ یقیناً یہ اپنی فیملی کے پہلے شخص تھے جنہوں نے باقاعدہ سکول کی تعلیم حاصل کی جس وجہ سے آپ کی والدہ نے انہیں باؤ کہنا شروع کر دیا اور یہ باؤ بعد میں باؤجی بنا اور ان کی اولاد بہن بھائی بلکہ میل ملاقاتی بھی سب انہیں اسی نام سے پکارتے رہے۔

Marfat.com

شجرۂ نسب: (۳)

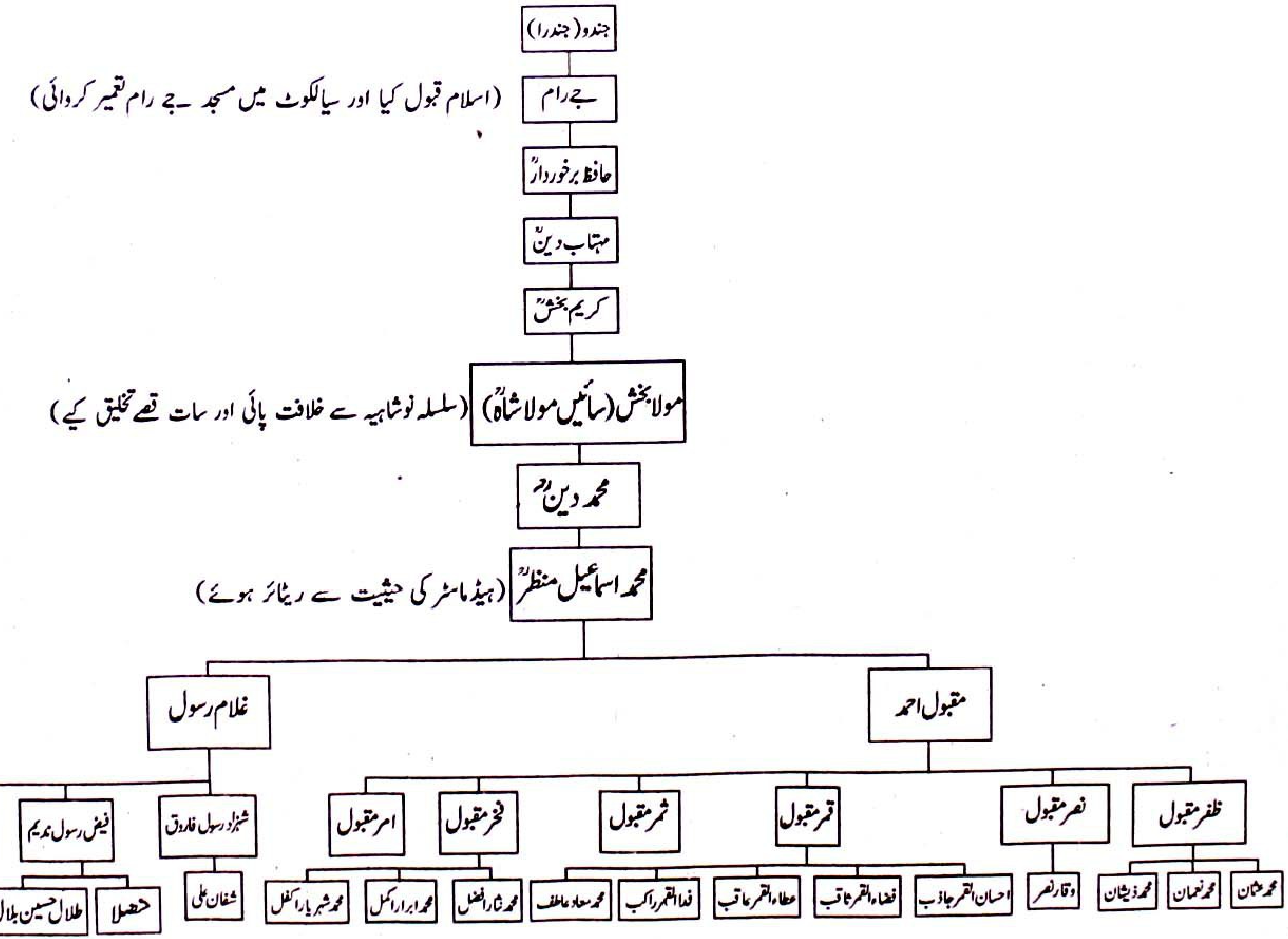

Marfat.com

میاں صاحب کا تعلق جموں کے ایک راجپوت راجا خاندان سے ہے (۴)۔ جس کے ایک بیٹے کا نام جندران تھا جس نے سیالکوٹ کے علاقے میں جندران کے نام سے ایک گاؤں آباد کیا تھا۔ جندران نام کا آدمی بکرماجیت کی اولاد میں سے بتایا جاتا ہے۔(۵)

منظر کے دادا سائیں مولا شاہؒ فرماتے ہیں۔

خدا بخش ، محمد دین، غلام حیدر، اللہ بخش، حقیقی بھائی چارے ہے جی

ایہہ چارے بیٹے مولا شاہ دے رب رسول دا کرم بسیار ہے جی (۶)

اپنی ایک دوسری کتاب میں اولاد کی تعریف کر کے پوتوں کا ذکر یوں کرتے ہیں

خادم اولاد اصلی پُت اولاد نسلی پنج پوترے تے چار پسر سائیں

سلیمان، اسماعیل، طالب علی، لطیف نگہبان عبدالقادر سائیں (۷)

لیکن محمد شریف شرافت ان سے اتفاق نہیں کرتے انہوں نے ان کے چھ پوتوں کا ذکر کیا ہے۔(۸)

صاحب زادہ میاں مقبول احمد فرماتے ہیں ۔(۹)

۱۹۴۴ میں سائیں صاحب کے چھ پوتے حیات تھے۔

سائیں مولا شاہ اپنی کتاب آرسی نامہ کی تکمیل کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔

تیرا سو پچونجا۱۳۵۵ ہے سن ہجری پیسے کتھے ڈگے گنڈھ کھل پری

آنی سو ترانوے ۱۹۹۳ بکرماجیت ہزبر عیسوی آنی سو چھتی ۱۹۳۶ محل پری

جارج پنجم شہنشاہ تبدیل ہوگئے نوشو تاج تخت اج کل پری (۱۰)

یہ کتاب ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی جبکہ اس سے پہلی کتاب ہیر و رانجھا ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ سائیں صاحب نے یہ شعر یقیناً اُسی وقت کہا ہوگا جب اُن کا چھٹا پوتا پیدا نہ ہوا ہو اور اشاعت کے وقت اس کو آپ نے اپ ٹو ڈیٹ نہ کیا ہو۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سائیں صاحب کے شعر میں پانچ پوتوں کی بجائے چار کے نام درج ہیں اور چوتھا پوتا لطیف نہیں بلکہ شریف ہے۔ اس طرح ان کے چھ پوتے

Marfat.com

سائیں حیدر شاہؒ (چچا منظر)

سائیں مولا شاہؒ (دادا منظر)

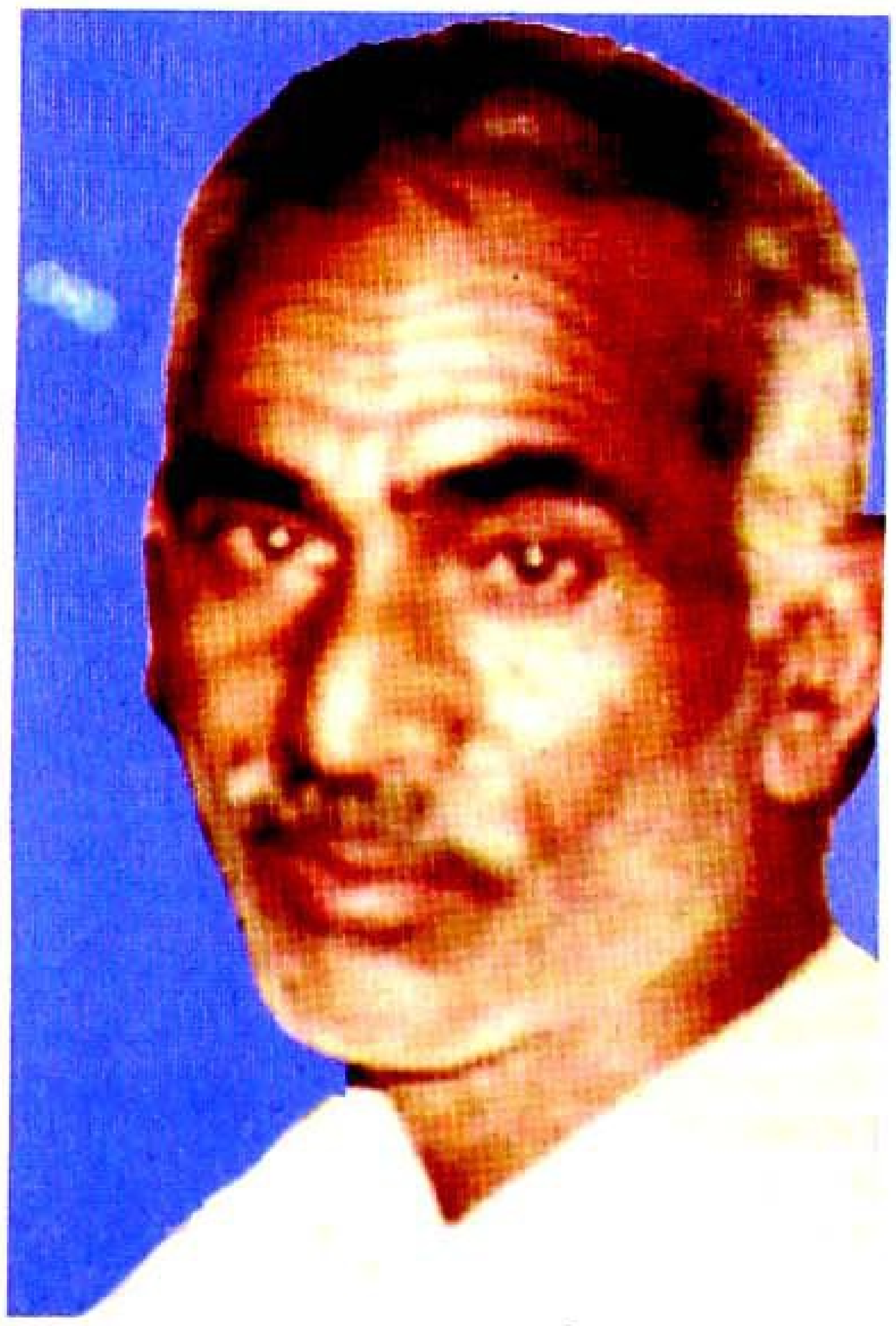

میاں بشیر احمدؒ (برادر منظر)

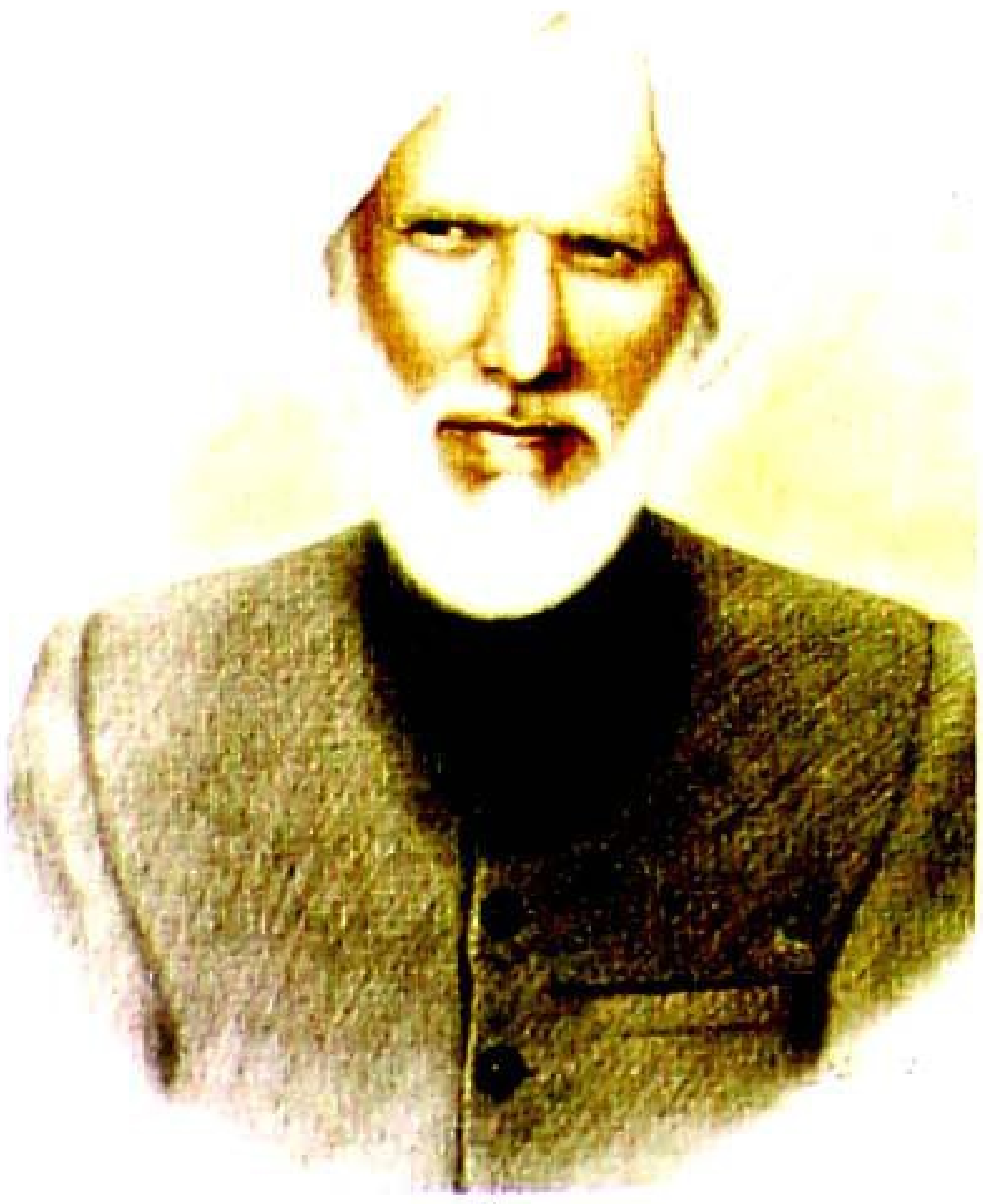

میاں محمد دینؒ (پدر منظر)

Marfat.com

Marfat.com

اسماعیل، سلیمان، طالب، منظور، بشیر، اور شریف ہیں اور اسماعیل بن محمد دین کا پوتا ہونا مسلم ہے۔

جائے پیدائش:

آپ جگدیو کلاں ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے (۱۱) یہ گاؤں تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں ہے۔ پنجابی کے معروف شاعر ہاشم شاہؒ کا تعلق اسی گاؤں سے تھا اس لیے اس کو جگدیو ہاشم شاہؒ بھی کہا جاتا تھا (۱۲) جب کہ ڈاکو سندر سنگھ کا گاؤں ہونے کی وجہ سے اس کو جگدیو سندر سنگھ بھی کہا جاتا تھا۔

تاریخ پیدائش:

آپ کی پیدائش ۶ ستمبر ۱۹۱۰ء کو ہوئی (۱۳) میاں صاحب کے سرکاری ریکارڈ کے مطابق اُن کی تاریخ پیدائش یہی ہے۔ مگر سائیں محمد جمیل آسی کا کہنا ہے کہ میں نے ان کے چچا زاد بھائی بابا سلیمان کو یہ کہتے سنا ہے کہ میری پیدائش ۱۹۱۰ء ہے اور باؤ جی مجھ سے کافی بڑے ہیں اُن کے قیاس کے مطابق میاں صاحب کی تاریخ پیدائش ۱۹۰۱ء ہوسکتی ہے (۱۴) لیکن اس کو حقیقت کے آئینے میں دیکھا جائے تو میاں صاحب کے چچا سائیں حیدر شاہ کا سن پیدائش ۱۹۰۱ء ہے (۱۵) اور پروفیسر میاں غلام رسول صاحب کا کہنا ہے کہ سائیں صاحب اور میاں صاحب کی عمر میں خاصہ فرق تھا (۱۶) ہر دو خیالات کی روشنی میں نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ میاں صاحب کا سن پیدائش ۱۹۱۰ء سے پہلے کا ہو۔ لیکن یقیناً یہ سن ۱۹۰۱ء نہیں ہوسکتا۔ ویسے بھی ہم اُن کے سرکاری ریکارڈ والی تاریخ پیدائش کو ہی صحیح مانتے ہیں۔

خویش قبیلہ:

بقول پروفیسر میاں غلام رسول میاں صاحب کا تعلق ایک راجپوت خاندان سے ہے۔ (۱۷) آپ کے والد کا نام محمد دین تھا۔ جو مال مویشی کی خرید و فروخت کے علاوہ دکانداری بھی کیا کرتے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام جنت بی بی تھا جو نہایت خوبرو اور خوش خصائل تھیں جو قیام پاکستان سے پانچ سال قبل وفات پا چکی تھیں۔ آپ کا اور دیگر بہن بھائیوں کا رنگ باپ کی طرح گندمی تھا۔ آپ کے تین بھائی (طالب، بشیر اور منظور) تھے اور چار بہنیں (عنایت بیگم زوجہ لال دین، خورشید بیگم زوجہ معراج دین، تاج بیگم زوجہ اللہ رکھا راٹھور اور حمیداں بیگم زوجہ

Marfat.com

قادر بخش) تھیں۔ طالب اور خورشید بیگم تقسیم ملک سے قبل ہی فوت ہو چکے تھے جبکہ دیگر بہن بھائیوں کی اموات پاکستان میں ہوئیں۔

آپ بہن بھائیوں میں سے سب سے بڑے تھے اور نہالیوں (موضع بھوماوڈالہ ضلع امرتسر) کے چہیتے اور پہلے نواسے تھے اور سسرالیوں (موضع سوہیاں کلاں ضلع امرتسر) کے بڑے داماد ہونے کے ناطے سے بے حد معزز و معتبر تھے۔ آپ کی زوجہ مختاراں بی بی بنت میاں چراغ دین شمائل و خصائل میں اپنی ساس کی ہی فوٹو کاپی تھی جو خاندان میں بڑی بہو ہونے کے ناطے سے اسم بامسمیٰ تھی۔ سسر، نندوں اور دیوروں کی خدمت گزار، سسر کی چہیتی اور پیاری بہو تھی۔ نندیں اور دیور سب اسے ماں سمجھتے اور کہا کرتے تھے جو اپنے طرز عمل سے بلاشبہ اسکی حق دار بھی تھی۔

اولاد:

آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ آپ کے بڑے صاحب زادے (میاں مقبول احمد) ایم۔اے اردو، فارسی بی ایڈ ایل ایل بی ۶ نومبر ۱۹۹۳ کو گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور سے بحثیت پرنسپل ریٹائر ہو چکے ہیں جو آج کل شیخوپورہ کے ایک کامرس کالج (OIC) سے بطور پرنسپل منسلک ہیں۔

دوسرے صاحبزادے (میاں غلام رسول ایم اے بی ایڈ ایل ایل بی) بھی بحثیت پروفیسر گورنمنٹ کالج شیخوپورہ سے ۱۴ جنوری ۲۰۰۲ کو ریٹائر ہونے کے بعد جی سی یونیورسٹی لاہور اور کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج یونیورسٹی کے شعبہ امتحانات سے وابستہ رہے۔ دونوں بیٹے شیخوپورہ میں اپنے اپنے کنبوں کے ہمراہ مقیم ہیں۔ دو بیٹیاں (خورشید بیگم زوجہ محمد علی رہبر بن نبی بخش اور ثریا بیگم زوجہ محمد صادق نجیب ولد عبدالحسنین عرف کالو) اپنے اپنے گھر آباد و خوشحال ہیں جبکہ آپ کی چھوٹی اور لاڈلی بیٹی (الحاجہ نعیمہ سلطانہ ایم اے، بی ایڈ) کڑیال کلاں میں ہی گرلز ہائی سکول کی ہیڈ مسٹریس ہے۔ باپ کی یادیں لیے آبائی مکان میں تجرد کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اور اپنے علاقہ میں اپنے باپ کی طرح استاد اور ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے ضلع بھر میں مقبول اور مشہور ہے۔

سعادت حج

آپ کے بڑے بیٹے نے ریٹائرمنٹ کے فوراً بعد سن ۱۹۹۴ء میں اپنے ساتھ آپ

Marfat.com

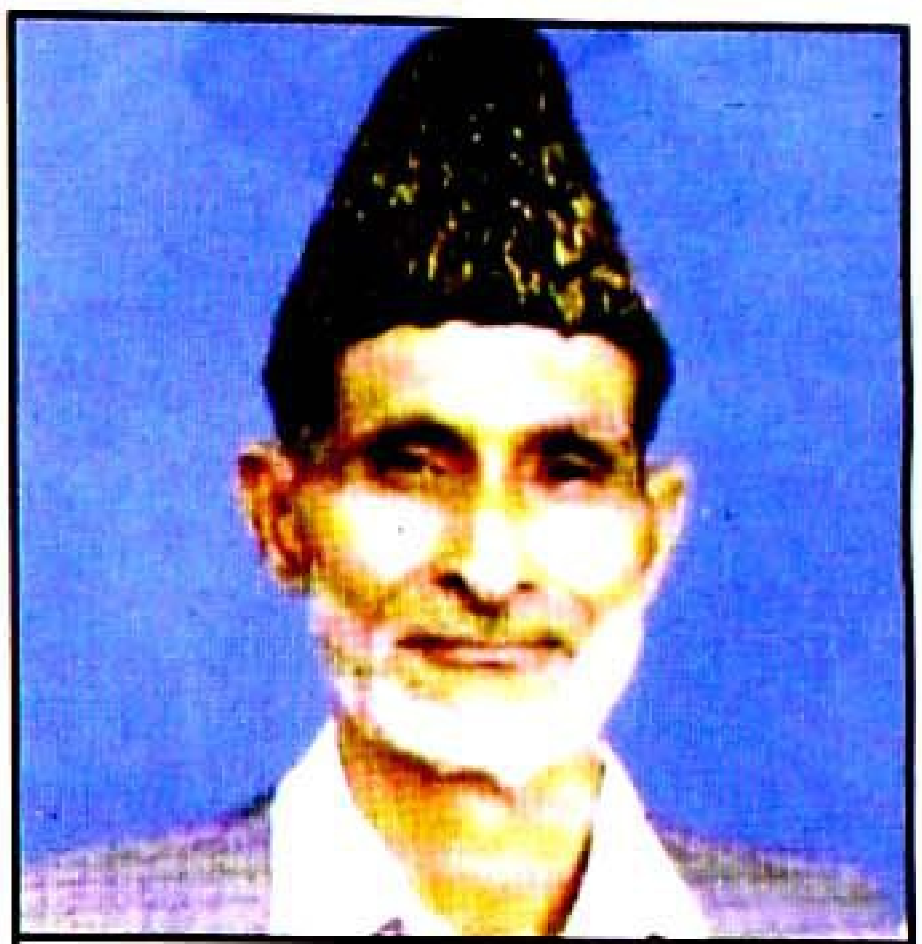

پروفیسر میاں مقبول احمد (بیٹا)

پروفیسر میاں غلام رسول (بیٹا)

حاجی فتح محمد غوریؒ (سمدھی)

حسن محمد بھٹیؒ (سمدھی)

نبی بخشؒ (سمدھی)

عبدالحسنینؒ (سمدھی)

Marfat.com

Marfat.com

کو، اور آپکی چھوٹی بیٹی نعیمہ سلطانہ اور اپنی اہلیہ کو حج کی سعادت میں شریک کیا۔

حلقہ احباب:

آپ کی جنم بھومی اور وہاں کے دوست احباب کے اہم حالات زندگی اور واقعات حیات کے متعلق جب میاں مقبول صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا: (۱۸)

آپ کے گاؤں جگدیو کلاں میں سنہ ۱۹۴۷ء میں مسلمانوں کی تعداد صرف چودہ سو تھی۔ ہندو، مسلم، سکھ اور عیسائی سب مل جل کر رہتے تھے۔ آپ کا مکان پنجابی کے مشہور صوفی شاعر حضرت ہاشم شاہؒ کے حجرہ سے متصل تھا۔ گاؤں میں حضرت محمد شریفؒ کا تکیہ مرجع عام و خاص تھا جس میں وسیع و عریض چوپال، زائرین کے لیے کشادہ برآمدہ اور ایک طرف خوبصورت باغیچہ تھا جہاں اکثر بچے کھیلا کرتے تھے۔ تاش کی ٹولیاں اور چوپڑ کے کھلاڑی اپنی الگ الگ محفلیں برپا کیا کرتے تھے۔ مختلف محکموں کے افسران کی آمد پر بھی عوامی اجتماع کا اہتمام وہیں ہوا کرتا تھا آپ چوپڑ کے کھلاڑی تھے اور ہمیشہ اپنے حلیف کے ساتھ رحیم بخش درزی کی حریف جوڑی سے کھیلا کرتے تھے۔ اکثر ہارنے والوں کو پینلٹی ڈال کر خورد و نوش کا اہتمام کیا جاتا تھا اور باہر سے آنے والی ٹیموں کے ساتھ اکثر مقابلے بھی ہوا کرتے تھے۔

ان کے گاؤں میں مسلمانوں کے مقابلے میں سکھوں کی تعداد زیادہ تھی جو اکالی دل سے متعلق تھے۔ مسلمان سنی اور شیعہ عقائد کے پیروکار تھے جن کی الگ الگ (دو) مساجد تھیں۔ سکھوں کا ایک بہت بڑا گوردوارہ تھا جو آپ کی رہائش گاہ کے بالکل قریب تھا۔ گوردوارہ کے ساتھ ہی ہندوؤں کا مندر تھا۔ عیسائیوں کا چھوٹا سا گرجا گاؤں کے ایک طرف تھا شام کے وقت مندر میں ناقوس، گوردوارہ میں سنکھ اور مساجد میں نماز مغرب کی اذانیں ایک ساتھ سنائی دیا کرتی تھیں۔ جو مذہبی رواداری کی بہت بڑی بات تھی۔ مسلمانوں کی سرکردہ شخصیات میں منظر صاحب کے علاوہ سید علی اکبر شاہ شیرازی، چوہدری عمر دین کمبوہ اور میاں حفیظ لرحمان صاحب تھے۔ علی اکبر شاہ کی پیدائش پر ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا ان کے والد سید امیر علی شاہ نے آپ کے والد میاں محمد دین سے آپ کے ساتھ رضاعت کا کہا اور یوں آپ اور سید علی اکبر شاہ رضائی بھائی تھے اور اس رشتے کو دونوں نے عمر بھر نبھایا۔ ان کی وفات پر آپ نے نظمیں لکھیں۔ میاں حفیظ الرحمٰن گاؤں کے واحد حکیم اور سنی جامع مسجد کے پیش امام تھے۔ ان کے مکان کی پشت آپ کے مکان سے ملحق تھی۔ ان سے دوستانہ اور خانگی روابط مثالی تھے۔ ان سے نشست و

Marfat.com

برخاست میں آپ یونانی طب کے طریق العلاج میں نہ صرف دلچسپی لیا کرتے تھے بلکہ کشتے مارنے اور سفوف وغیرہ بنانے میں حکیم صاحب کی معاونت بھی کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ جامع مسجد کی انتظامیہ کے اہم رکن اور دیہی پنچائت کے سیکریٹری بھی تھے۔

تعلیم اور ملازمت:

آپ کی بیٹی نعیمہ سلطانہ نے بتایا کہ (۱۹) آپ اپنے خاندان کے واحد تعلیم یافتہ ممبر تھے۔ آپ نے اپنے رضاعی بھائی علی اکبر شاہ کے ساتھ مڈل کا امتحان پاس کیا۔ شاہ صاحب تو میونسپل کمیٹی امرتسر میں ملازم ہو گئے اور آپ پٹوار کا مختصر کورس کر کے اپنے ہی گاؤں میں پٹواری لگ گئے۔ پٹوار چھوڑ کر آپ نے جے۔وی (موجودہ پی ٹی سی) کلاس (کاہنہ) میں داخلہ لے لیا اور کامیابی کے بعد ۱۰ مئی ۱۹۲۸ کو اپنے ہی گاؤں کے مڈل سکول میں ٹیچر لگ گئے۔ اُن دنوں میں مذہبی تخصیص کے پیش نظر سکھ ٹیچر کو ماسٹر، ہندو ٹیچر کو منشی اور مسلمان ٹیچر کو مولوی کہا جاتا تھا اور یوں آپ مولوی کے نام سے مشہور تھے۔ منشی دُرگاداس اور ماسٹر سرائن سنگھ (جو بعد میں ہیڈ ماسٹر بنے) آپ کے ساتھی ٹیچر تھے اور تینوں عوام میں بے حد مقبول تھے کیونکہ پیشے سے ان سب کا لگاؤ مشنری تھا اور یہ عوام اور گاؤں کی فلاح و بہبود کا جذبہ رکھتے تھے۔ اور بڑے سماجی کارکن سمجھے جاتے تھے۔

ماسٹر سرائن سنگھ سے آپ کے مراسم مثالی تھے۔ فارسی دانی اور شعر گوئی ان کی مشترک اقدار تھیں۔ دونوں وسیع المشرب تھے۔ ان کی باہم دوستی میں انس و موانست کا رنگ عشق و محبت سے کم نہ تھا وہ ایک دوسرے کو بن دیکھے اور بن ملے رہ نہیں سکتے تھے۔ گھریلو تعلقات بھی بڑے بے تکلفانہ تھے۔ تقسیم ملک کے بعد ان میں مراسلت کا رشتہ وسلسلہ متواتر چلتا رہا۔ ان کی خط کتابت (جسے پریم پتر کا نام دیا جا سکتا ہے) ہجر و فراق کے جذبات سے مملو ہوا کرتی تھی۔ ۱۹۵۸ء میں جب وہ ننکانہ صاحب کی یاترا کے لیے آئے تو ان کی خواہش کے مطابق میاں صاحب اپنے بیٹو ں اور پوتوں کے ہمراہ انہیں ملنے گئے۔ وہ اپنے گاؤں جھنجھوٹی تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر سے خط لکھا کرتے تھے۔ ان کے پریم پتروں القاب و خطاب اور اختتام کا انداز نرالا تھا مثلاً وہ ایک دوسرے کو جانِ من، یارِ من، محبِ من اور یا محبی سے خطاب کرتے تھے اور آخر میں آپ کا پریمی، آپ کا مہجور وغیرہ لکھا کرتے تھے۔ ۱۹۶۱ء کے بعد سرائن سنگھ کے خطوط کے جواب آنے اچانک بند ہو گئے۔ یقیناً وہ اس وقت دنیا سے رخصت ہو گئے ہوں گے۔

11140

Marfat.com

میاں صاحب سکول کی مختلف تحاریک (بزم ادب، سکاؤٹنگ ، پی ٹی، ڈسپنسری اور ڈاک خانہ کا اجرا وغیرہ) کے بانی انچارج تھے۔ پنچائت کے سیکریٹری رہے اور دیہات سدھار کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔

آپ بڑے ذہین، طبّاع اور جدت طراز تھے۔ طریقہ ہائے تدریس بین وگو look and Say اور کھیل کھیل میں تعلیم (play way Mathod) کو ترجیح دیتے تھے۔ گنتی کی تدریس و مشق کے لیے انہوں نے ایک طلسماتی سیڑھی بنا رکھی تھی جس کے دس قدمچے تھے۔ ہر قدمچے کے دائیں جانب اس کا نمبر ہوتا تھا اور ہر قدمچے پر ایک عدد لکھا ہوتا تھا۔ بچے کو کمرے سے باہر نکال کر دروازہ بند کر دیا جاتا اور افسر معائنہ کو کسی ایک قدمچے کے نمبر پر انگلی رکھنے کا کہا جاتا پھر دروازہ کھول کر بچے کو اندر بلایا جاتا بچہ قدمچے پر لکھے عدد کو پہچان کر پڑھ دیتا افسر حیران ہو جاتا۔ شک اور تصدیق کی بنا پر اس عمل کو دوبارہ دہرایا جاتا مگر راز کا پھر بھی پتہ نہ چلتا۔ راز یہ تھا کہ بچہ جب باہر سے اندر آتا تو استاد کی پشت سے ہو کر آتا جو اسے اپنی پشت پر رکھے ہاتھوں کی انگلیوں سے قدمچے کے نمبر کا اشارہ کر دیتا جس کے مطابق بچہ نمبر دیکھ کر عدد بتا دیتا تھا۔

ابتدائی جماعت میں لکھائی سیکھنے سکھانے کا واقعہ سنیئے۔ کہا کہ بچو ''لکھو ایک'' انہوں نے پوچھا کہ '' کیسے لکھیں'' فرمایا جیسے انگلی یا سوٹا (ڈنڈا) ہوتا ہے'' اور پھر دس تک کی گنتی سکھانے کے لیے دس اشعار کی ایک نظم لکھ کر بچوں کو ازبر کروادی۔ بچے شوق سے نظم پڑھتے اور گنتی سیکھ جاتے اور مشق کرتے رہتے۔ اس نظم کے بعض حصے کچھ یوں سے ہیں:۔

انگلی ہو یا سوٹا جیسے ۱ کو بچو لکھو ایسے

ایک ساتھ پیالی لگاؤ ۲ کو بچو لکھو ایسے

ایک پیالی اور بڑھاؤ ۳ کو بچو لکھو ایسے

--------- پان کا پتہ آک کا پتہ

کھر گائے کا دیکھا جیسے ۵ کو بچو لکھو ایسے

یک کے دائیں بندی ہو جیسے ۱۰ کو بچو لکھو ایسے

اس وقت محکمہ تعلیم کا یہ طریق کار تھا کہ باقاعدہ سالانہ معائنے ہوا کرتے تھے اور افسران (DIS and ADI صاحبان) معائنہ کے بعد ٹیچر کی کارکردگی سے متعلق سروس بک میں باقاعدگی سے اپنی رائے درج کیا کرتے تھے۔ پہلی بار آپ کو Satisfactory دوسرے

Marfat.com

سال v.Satisfactory اور بعد ازاں ہمیشہ good and V.good کے ریمارکس ملتے رہے۔ بہتر کارکردگی اور بہتر ریمارکس کی بنا پر آپ کو دو اور ٹیچروں (مولوی محمد شریف آف بلھڑ وال اور ایک سکھ ٹیچر) کو ایس۔وی کی سپیشل سندات سے نوازا گیا جس کی وجہ سے تینوں حضرات ضلع بھر میں نامور استاد کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے۔مگر پروفیسر محمد سلیم چوہدری کا کہنا ہے کہ انہوں نے ایس وی کا امتحان پاس کیا تھا جو درست نہیں ہے(۲۰)۔شریف احمد شرافت کے بقول بھی انہوں نے ایس وی کا امتحان پاس کیا تھا (۲۱) مگر ایسا ہرگز نہ تھا۔

ہجرت

تقسیم ملک کے بعد ہجرت کے مشکل اور کٹھن مراحل سے گزر کر آپ پسیاں والے پتن سے دریائے راوی پار کر کے موضع حمید پور بسرانواں ضلع شیخوپورہ میں اپنی بہن تاج بیگم کے گھر پناہ گزین ہوئے۔ تلاش ملازمت میں لاہور کارپوریشن میں اپنی دوسری بہن عنایت بیگم کی فرمائش پر درخواست دی اس کے ساتھ ہی آپ کے بھائی سید علی اکبر شاہ نے ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپلٹی گوجرانوالہ میں درخواستیں دے دیں۔اتفاق ایسا ہوا کہ لاہور کے مزنگ سکول میں آپ کی تعیناتی ہوگئی۔ آپ آرڈر لے کر حمید پور پہنچے تو آپ کے بھائی (جو گوجرانوالہ میونسپلٹی میں بلڈنگ انسپکٹر متعین ہو چکے تھے) گوجرانولہ سے لوئر مڈل سکول کڑیال کلاں ضلع گوجرانوالہ کا تقرر نامہ بطور ہیڈ ماسٹر لے کر پہنچ گئے اور فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ شہری زندگی کا آغاز کیا جائے یا دہی زندگی کا تسلسل قائم رکھا جائے۔ بہنوں نے لاہور منتقل ہونے کا مشورہ دیا اور سیّد بھائی نے کہا کہ اگر آپ کو شہر (گوجرانوالہ) نہیں ملا تو کیا ہوا ہمارا ضلع تو ایک ہی رہے گا۔ صدر دفتر آتے جاتے ہمارے خانگی تعلقات و معاملات برقرار رہ سکیں گے ۔ فیصلہ آپ کے والد پر چھوڑ دیا گیا۔ جنہوں نے کڑیال کلاں کو ترجیح دی اور کہا کہ تم دونوں بھائی کڑیال کلاں جا کر حالات کا جائزہ لے کر آؤ دونوں بھائی جب کڑیال پہنچے تو اہلِ دہ (ماسٹر نعمت شاہ، میاں عبدالعزیز امام مسجد، محمد شفیع درزی مستری چراغ دین وغیرہ) نے بڑی آؤ بھگت کی اور سکول دکھایا۔ اور رہائش کے لیے گاؤں کے وسط میں محفوظ مکان کی تحصیل کے علاوہ گھریلو ضروریات کی اشیاء(جو انہوں نے غیر مسلم آبادی کے انخلا کے بعد مہاجرین کے لیے یکجا کر رکھی تھیں) نہ صرف دکھائیں بلکہ انہیں دینے کے لیے محفوظ کر لینے کا وعدہ کیا اور زرعی زمین کی الائمنٹ کا بھی یقین دلایا۔ آپ نے لاہور کی طرح وہاں بھی ۷ اکتوبر ۱۹۴۷ کو جوائننگ دے دی۔ واپسی پر آپ کے والد گرامی نے

Marfat.com

کڑیال کے لیے حتمی فیصلہ سنایا اور یوں وہ اپنے کنبہ کے ساتھ کڑیال کلاں میں آباد ہو گئے۔

تدریسی و انتظامی خدمات:

آپ کی کڑیال سکول کی بہتری اور ترقی کی شاندار کوششوں کے نہ صرف اہل دہ بلکہ افسران بھی معترف تھے۔ محکمانہ سکیم کے تحت لوئر مڈل سکولوں کو ختم کر کے پرائمری یا مڈل کا درجہ دیا جانا قرار پایا۔ تو کڑیال کو پرائمری سکول بنایا جانا طے پایا اور آپ کا تبادلہ کسی مڈل سکول میں کیا جانا ضروری ہو گیا۔ جس پر اہل دہ نے ردعمل کا اظہار کیا اور آپ نے بھی لوئر گریڈ میں کڑیال سکول میں کام کرنے کا عندیہ دے دیا جس پر اسوقت کے ڈسٹرکٹ انسپکٹر سکولز قاضی نواب علی صاحب نے اہل دہ اور آپ کے جذبہ رفاقت کو سراہتے ہوئے فرمایا۔ ''ہم آپ (منظر صاحب) کی خاطر آپ کے سکول کو مڈل کا درجہ دیں گے'' چنانچہ سکول لوئر مڈل سے مڈل ہو گیا اور آپ بطور ہیڈ ماسٹر متعین رہے۔

یہاں ایک واقعہ سننے میں آیا ہے کہ سکول کا ایک ٹیچر سلطان احمد (جسے آپ ہی نے اپنی کوششوں اور سفارشوں سے لگوایا تھا اور وہ بھی اپنے تیئں آپ کا بیٹا ہی کہلواتا تھا) باغی ہو گیا۔ اسکی بغاوت کی خبر صدر دفتر پہنچی انکوائری کا تقاضا ہوا۔ ڈسٹرکٹ انسپکٹر سکولز قاضی نواب علی صاحب نے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ماسٹر اسماعیل ایک مدبّر اور اعلیٰ منتظم ہیں۔ سالانہ معائنہ کے دوران میں خود حالات کا جائزہ لیکر کوئی فیصلہ کروں گا'' چنانچہ وہ معائنہ پر تشریف لائے۔ در پردہ حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ ہیڈ ماسٹر اور نائبین میں کسی تفاوت کو محسوس نہ کیا اور سلطان احمد کے رویہ پر بھی کسی منفی تاثر کے شکار نہ ہوئے۔ معائنہ بخیر و خوبی گزرا۔ لاگ بک حسب سابق اعلیٰ ریمارکس سے رقم ہوئی۔ وداع کے وقت انسپکٹر صاحب نے آپ سے کہا '' کہ آپ کے سکول کے اندرونی خلفشار کی ایک تحریری یاد داشت مجھے دفتر میں ملی ہے کیا بات ہے؟ آپ نے کوئی اطلاع نہیں دی۔ کیوں؟ آپ نے جواب دیا کہ اول تو کوئی ایسی بات ہی نہیں ہے اور اگر ہو بھی تو سب نائبین میرے نزدیک بمنزلہ اولاد ہیں کسی ایک بیٹے کا اگر کچھ دماغ خراب ہو جائے تو اس کو ٹھیک کرنا میرا مسئلہ ہے اور انتظامی طور پر اگر میں مسئلہ کو حل نہ کر پاؤں تو پھر میں کیسا ہیڈ ماسٹر اور منتظم ہوں؟ یہ میرا مسئلہ ہے اسکے حل کی ذمہ داری بھی میری ہے۔ میری راہ میں کوئی مشکل اور دشواری نہیں ہے۔ میں آپ کو مطلع کر کے اپنی نااہلی کا طبل نہیں بجانا چاہتا۔ کونسا پانی میرے سر سے گزر گیا ہے جو آپ کو بھی پریشان کروں۔ آپ مطمئن رہیں سب ٹھیک ہے اور

Marfat.com

ٹھیک ہو جائیگا۔ میں اپنی وجہ سے آپ کی بدنامی کا باعث نہیں بن سکتا" صاحب موصوف بڑے خوش ہوئے اور آپ کی انتظامی صلاحیتوں کو سراہا اور مابعد وہ اکثر اس واقعہ کی مثال دیا کرتے تھے اور دیگر منتظمین کو حوالہ دیا کرتے تھے۔

ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز آپ کی ہر نوع صلاحیتوں کے بڑے معترف تھے اور اکثر اساتذہ کو کہا کرتے تھے کہ جاؤ کڑیال جا کر ماسٹر اسماعیل سے تربیت حاصل کرو اور رہنمائی لو۔ یہاں تک کہ شکائتی تبادلوں کے وقت ان کی اصلاح کے لیے کہا کرتے تھے کہ تمہیں ٹریننگ کے لیے ماسٹر اسماعیل صاحب کے پاس بھیجنے کی ضرورت ہے۔

سکول کو ہائی سکول کا درجہ ملا اور ہیڈ ماسٹری بی۔ایڈ اساتذہ کا حق ٹھہرا مگر انسپکٹر موصوف نے کسی بی۔ایڈ کا بطور ہیڈ ماسٹر تقرر نہ کیا۔ ایک وقت میں دو بی۔ایڈ اساتذہ آپ کے ماتحت سکول میں تعینات رہے۔ انہوں نے اپنی ہیڈ ماسٹری کے استحقاق کے لیے بھر پور کوششیں بھی کیں مگر صاحب موصوف نے ہر کسی کو یہ کہہ کر ٹرخا دیا کہ "نئے رنگروٹوں کو ٹریننگ کی ضرورت ہے اور کڑیال سکول سے بہتر ان کے لیے کوئی اور تربیت گاہ نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ میرے ہوتے ہوئے جب تک ماسٹر اسماعیل ریٹائر نہیں ہوتے وہی کڑیال سکول کے ہیڈ ماسٹر رہیں گے"۔ آپ کو ۵۸ سالہ عمر کی رو سے ۵ ستمبر ۱۹۶۸ کو ریٹائر ہونا تھا جبکہ ان کے ریکارڈ سے ملنے والی ایک درخواست جو ۱۱ مئی ۱۹۸۹ء کو لکھی گئی تھی اس میں لکھا گیا تھا کہ "میں ۲۷ ستمبر ۱۹۶۹ کو ریٹائر ہوا تھا اور میری پنشن سے جو کٹوتی کی گئی تھی اسے بحال کیا جائے" جبکہ ان کی بھتیجی شمیم منظور کا کہنا ہے کہ آپ ۳۰ ستمبر ۱۹۶۸ء کو ریٹائر ہوئے تھے۔(۲۲) ان کی ریٹائرمنٹ کے سلسلہ میں جب ان کے بڑے بیٹے سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ اس وقت حکومت ۵۸ برس کی عمر کو بڑھا کر ۶۰ برس کرنے پر غور کر رہی تھی۔ مگر فیصلہ تعطّل کا شکار ہوا اور حد عمر ۶۰ سال مقرر نہ کی جا سکی۔ فیصلہ کے تعطّل کی وجہ سے آپ کی مدت ملازمت میں از خود اضافہ ہو گیا۔ اور آپ حتمی فیصلہ کے بعد ۳۰ ستمبر ۱۹۶۸ کو ہی ریٹائر ہوئے تھے۔ یوں ان کا عرصہ ملازمت اکتالیس سال چار ماہ سترہ دن بنتا ہے۔ تیس ستمبر کو سکول والوں نے الوداعی پارٹی دی تھی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد سکول کے عملہ نے آپ کی خدمات کے اعتراف میں یہ قطعہ دیوار پر کندہ کروایا۔

Marfat.com

ہر کہ آید چوں بخاری بہرِ تشکیلِ علوم
لوحِ اسمِ تو ببوسد بر درِ دانش کدہ
محنت ِ تو کوششِ تو ہمتِ تو عزمِ تو
زیب دارد چو کلاہے بر سر دانش کدہ

قطعہ بالا ان کے شاگرد خاص تنویر بخاری کا لکھا ہوا ہے۔ جسے کچھ ہی عرصہ بعد بد خواہوں نے اُتروا دیا جس کا آپ کو بہت رنج ہوااور سکول کے عملہ نے اس کو دوبارہ کندہ کرانے کا بیڑا اٹھایا اور اس کوایک اضافی شعر

پانچ کمرے ایک دفتر تیری ہمت کا نشان
چار دیواری و مسجد سے بڑھی مکتب کی شان

کے ساتھ کندہ کرایا گیا یہ شعر منظر صاحب کا ذاتی شعر ہے اور اس تحریر کے نیچے میاں محمد اسماعیل منظر اور ایس اے (سلطان احمد) اعوان کے نام درج ہیں جو آج بھی سکول کے بیرونی گیٹ کے بالکل قریب موجود ہے جس کو سکول سٹاف ہر سال روغن کرواتا ہے اور کندہ تحریر کو اجاگر کرنے کے لیے سفیدی سے بھروایا جاتا ہے۔

تاہم ان کے نواسہ محمد سعید طیّب کا کہنا ہے(۲۳) کہ میں اُس وقت بہت چھوٹا تھا ہم لوگ ان کی الوادعی تقریب میں شرکت کے لیے آئے تھے جس میں اہل دہ کے معززین نے ہمارے خاندان اور عزیز و اقارب کے ہمراہ بھر پور شرکت کی تھی سکول والوں نے زبردست انتظام کیا تھا عید کا سا سماں تھا وہاں خوب تقریریں ہوئیں اور منظوم کلام بھی پڑھے گئے تھے وہاں تنویر بخاری کی پڑھی نظم کے دو شعر مجھے آج بھی یاد ہیں

یاری باقی اے یار وداع ہوئے ُرکھ رہ گیا ٹر گئی چھاں یارو
راہی ملدے نیں مل کے وچھڑ جاوندے نیں رہ جاندا اے پیار دا ناں یارو

O

ہون لگا اے الوداع یار میں کس طرح الوادع آکھاں
نہیں چلدا کوئی تنویر چارہ میں کس طرح الوادع آکھاں

Marfat.com

سکول کی فلاح و بہبود کے علاوہ آپ نے گاؤں کے رفاہ عامہ کے لیے بھی بڑی نمایاں خدمات سرانجام دیں جن میں ڈاکخانہ کا اجراء پنچایت اور گرلز سکول کا قیام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ڈاک خانہ کے سب پوسٹ ماسٹر اور پنچائت کے سیکریٹری کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ عوام کے علاج معالجہ کے لیے ایلوپیتھی ،ہومیوپیتھی اور طب یونانی کا ملا جلا طریقہ علاج استعمال کرتے تھے اور علاقہ بھر میں واحد، کامیاب اور مقبول معالج سمجھے جاتے تھے۔

آپ بہت بڑے نبّاض اور ماہرِ تشخیص امراض تھے۔ اپنے بیمار بہنوئی لال دین کا چہرہ دیکھ کر کہا کہ اس کا جانبر ہونا ممکن نہیں اگر قدرت نے اسکی جان بخش بھی دی تو یہ عمر بھر کے لیے نابینا ہوجائیگا۔ اسی طرح اپنے برادر نسبتی سائیں اللہ رکھا کو علالت کے دوران دیکھ کر کہا کہ اب اس کا کیس بس ختم ہی ہونے والا ہے چنانچہ دونوں آپ کے معائنہ کے بعد جلد ہی چل بسے۔

چوہدری محمد حسین ورک کی تشخیص مرض پر بتایا کہ آپ کو ذیابیطس کا مرض لاحق ہو چکا ہے جو ایک گھن کے مانند ہے علاج اور پرہیز طویل تو ہوسکتا ہے مگر ختم نہیں ہوسکتا۔ مریض کو اپنے ساتھ ہی لے کر جاتا ہے۔

حبیب سمانوی کو گردن توڑ بخار چڑھا اور سرسام تک نوبت پہنچی اس نے ہر طرف سے مایوس ہوکر آپ سے رجوع کیا آپ نے اللہ کا نام لیکر اس کا علاج کیا اور وہ صحت یاب ہو گیا۔

آپ کے دوست چودھری نواب دین ورک کی زوجہ (جو آپ کی منہ بولی بہن ہیں) کے دماغ میں ۱۹۶۹ء میں اچانک کیڑے پڑ گئے جو نتھنوں سے گرنے لگے اس کو فوراً ہسپتال لے گئے چند روز علاج کروایا۔ آفاقہ نہ ہوا مریضہ مایوس ہوکر کہنے لگی کہ ان ڈاکٹروں کی چھوڑیئے مجھے میرے بھائی کے پاس لے چلو۔ وہ میرا علاج کریگا اور میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔ چنانچہ آپ نے مہینہ بھر اس کا علاج کیا وہ مکمل طور پر صحت یاب ہوگئی اور صحت یابی کے شکرانے میں حج کی سعادت کے لیے ارض مقدس گئی۔ تاحال بقید حیات ہیں مگر انہیں آج تک پھر کبھی کیڑوں کی شکایت نہیں ہوئی۔

آپکے ایک سابق ٹیچر جنگو خان شجاع آباد اور سرگودھا سے اپنے عزیزوں کو اکثر آپ کے پاس بغرض علاج بلوایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک دوست سے خاصی رنجش ہوگئی اور نوبت مخالفت تک پہنچ گئی مگر ایک شب اسکی زوجہ محترمہ نے دروازہ آن کھٹکھٹایا اور کہا کہ "بہو بہت بیمار ہے گھر چل کر ذرا اسے دیکھیے" آپ نے بیگ لیا اور اس کے ساتھ چل دیئے۔ ابھی ڈیوڑھی میں ہی تھے کہ آپ کے والد نے واپس بلایا کہ میری بات سن جاؤ۔ کہا کہ بیٹا "رات کا سماں

Marfat.com

ہے دشمن کے گھر جانا ٹھیک نہیں ہو سکتا ہے یہ کوئی چال ہو" جواب دیا "کوئی خوف نہیں۔ میری نیت ٹھیک ہے مجھے کوئی لالچ بھی نہیں۔ ڈاکٹری میرا پیشہ ہے میں فرض کی ادائیگی کے لیے جا رہا ہوں اللہ میرا حامی و ناصر ہے آپ بس دعا کریں"۔ وہ علاج معالجہ خدمت خلق کے جذبہ کے تحت کرتے تھے۔ انہیں کوئی لالچ نہ تھا۔ دور دراز سے آئے مریضوں اور ان کے لواحقین کی خاطر تواضع بھی کرتے اور نادار افراد کو نسخہ خریدنے کے لیے اپنی گرہ سے پیسے بھی دے دیا کرتے تھے۔ دوا کے پیسے اگر کسی نے دیدیئے تو دیدیئے ورنہ تقاضا نہ کرتے تھے۔ اگر کسی نے ادھار کر لیا تو مانگتے نہ تھے۔ اکثر احباب کے خاندان والوں کا علاج تو فری ہی کیا کرتے تھے۔ یہ ان کی نیک نیتی اور پُرخلوص جذبہ کی بدولت تھا کہ ان کے ہاتھ میں شفا تھی اور لوگ انہیں اپنا مسیحا گردانتے تھے۔

ملک داد خان بلوچ کے اکلوتے بیٹے کو سیاہ یرقان ہو گیا وہ اسے علاج کے لیے میو ہسپتال لاہور لے گیا بالکل آفاقہ نہ ہوا۔ مایوس ہو کر گاؤں لوٹ آیا روتا بلکتا آپ کے پاس آیا اور دست بستہ ملتجی ہوا کہ " ماسٹر جی میں تو مر گیا۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ یرقان کے مہلک مرض میں مبتلا ہے۔ ڈاکٹروں نے بھی جواب دے دیا ہے۔ خدا کے لیے آپ ہی کچھ کریں" آپ نے اللہ کا نام لیکر علاج شروع کیا اور دوا کے ساتھ دعا بھی دی۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ صحت یاب ہو گیا۔ اس کا باپ بڑا ممنون ہوا اور متشکرانہ لہجے میں کہا کہ "ماسٹر صاحب میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم فرمائیں" آپ نے فرمایا "یہ سب اللہ کے کرم سے ہے ہمیں اسی کا شکر بجا لانا چاہیے"۔ پھر اس نے از خود کہا "شیخوپورہ میں میری اربن زمین ہے آپ کا بیٹا وہاں رہے وہ زمین لے لو اور اپنے بیٹے کو وہاں مکان بنوا دو" آپ کے دل کو یہ بات اچھی لگی آپ نے اس سے سودا طے کر لیا مبلغ ۱۲۰ روپے فی مرلہ کے حساب سے رجسٹری کروا لو اور پیسے جب ہوں گے تھوڑے تھوڑے کر کے دیتے رہنا۔ مگر آبیانہ کی ادائیگی کے لیے میری بروقت ضرورت کو پورا کرتے رہنا اور دوسرا احسان اس نے یہ کیا کہ اشتمال اراضی کے وقت وہ آپ کے حق میں گاؤں میں واقع باغ سے دستبردار ہو گیا۔ آپ کو چونکہ باغبانی اور زراعت سے شغف تھا۔ آپ نے اشتمال میں باغ ملنے پر اس میں نئے سرے سے بارآور شجر کاری کی۔ آپ کے وارث آج کل اس باغ کی تزئین نو کر رہے ہیں۔

Marfat.com

دست بیعت

آپ کے دادا سائیں مولا شاہؒ فرماتے ہیں

مولا شاہ دی بیعت ہز بر پُت بھتیجے آرسی صورت نہ وصل جدا سائیں (۲۴)

شاعر کہتا ہے کہ میرے بیٹے اور بھتیجے ببر شیر کے مانند ہیں جو میرے مرید ہیں۔ اس کی صورت شیشے اور آرسی والی ہے اور نہ یہ مجھ سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔شاعر کے اس مصرعہ سے منظر صاحب کے والد صاحب کی بیعت کا ذکر تو ملتا ہے مگر منظر صاحب کی بیعت کی شہادت نہیں ملتی۔ تاہم اُن کا دستی لکھا ہوا ایک پرچہ ملا ہے۔ جس پر اُن کی بیعت کا ایک بیت موجود ہے۔

ہاشم اسماعیل بن آیا چُم مولا شاہ چھاتی لایا

پشت اُتے جد ہتھ لگایا ہویا چانن وچ سنسار

رب رسول ست گور سچیار(۲۵)

اسی بیت سے اُن کا مرید ہونا ثابت ہے مگر یہ کنفرم ہے کہ انہوں نے اپنی بیعت کا سلسلہ آگے نہیں چلایا البتہ اپنے چاچا سائیں حیدر شاہؒ کی وفات کے بعد اپنے دادا سائیں مولا شاہ کے عرس کی تقریبات کے ذمہ دار ٹھہرے اور آپ اُنکا عرس کڑیال کلاں میں کراتے رہے۔(۲۶) آپ کا عرس ۱۶ جیٹھ کے حساب سے ۲۹ مئی کو آتا ہے لیکن اب یہ عرس کڑیال کلاں کے بجائے شیخوپورہ میں ان کے صاحبزادے پروفیسر میاں مقبول احمد کی نگرانی میں ہوتا ہے۔

فیوضِ منظر

اپنے جدّ امجد حضرت سائیں مولا شاہؒ قادری نوشاہی کی نسبت سے اور گدی نشین صاحب زادہ ہونے کی حیثیت سے اپنے روحانی فیض سے بھی عوام الناس کو مستفیض فرماتے رہتے تھے۔ اور آج تک ان کا فیض جاری و ساری ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ معتقدین کے کیے گئے انٹرویوز ملاحظہ ہوں:

اللہ رحم راٹھور:(۲۷)

میں عرصہ دراز سے الیکٹرونکس کا سامان امپورٹ کرتا ہوں ۹۰۔ ۱۹۸۹ کا واقعہ ہے کہ میرا سامان ڈرائی پورٹ والوں نے روک لیا اُن کا اعتراض یہ تھا کہ میرے سامان پر پانچ لاکھ

Marfat.com

روپے ٹیکس بنتا ہے معاملہ عدالت تک پہنچا۔ عملہ نے عدالت کو یقین دہانی کرا دی کہ اُن کا مؤقف ٹھیک ہے۔

عدالت میرے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتی تھی۔ میں میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی تو انہوں نے خود بھی کچھ عمل کیا اور مجھے بھی ورد وظیفہ دیا۔ اس عمل کے بعد میں جب عدالت پہنچا تو مجھے دیکھ کر جج صاحب نے کہا کہ اس کو باہر نکالو اس سے بُو آرہی ہے۔ حالانکہ میرا لباس ٹھیک تھا میں ہر حوالے سے ویل ڈریس تھا۔ مگر عدالت اسی بات پر زور دیے جارہی تھی لہٰذا مجھے عدالت چھوڑ کر باہر جانا پڑا۔

عدالت نے مجھے پانچ لاکھ روپے جرمانہ کرنے کا اعلان کیا مگر جب مجھے لیٹر ملا تو اُس میں جرمانہ صرف پانچ سو تھا۔ میں نے منّت مانی ہوئی تھی کہ اگر میرا کام ہو جائے تو میں ننگے پاؤں میاں صاحب کو سلام کرنے جاؤں گا لہٰذا میں اپنے بال بچوں سمیت نیاز لیکر پہنچا۔ گاؤں کے باہر پڑاؤ ڈالا۔ جوتے وہیں اتارے اور ہم سب ننگے پاؤں آپ کے حضور پیش ہوئے۔

حاجی عابد بشیر جندران:(۲۸)

میرے والد گرامی بتایا کرتے تھے کہ تقسیم ملک کے بعد منظر صاحب کے چاچا سائیں حیدر شاہ کڑیال کلاں ضلع گوجرانوالہ میں گجروں کے گھر میں آکر آباد ہوئے بعد میں انہیں ایک دوسرا مکان الاٹ ہو گیا اور وہ اس میں شفٹ ہو گئے۔

سائیں صاحب نے گجروں والے مکان میں آستانہ عالیہ کے لیے ایک کمرہ وقف کیا ہوا تھا۔ سالانہ عرس کے اختتام پر شفٹنگ کے وقت ایک سہرا آستانہ میں لٹکا رہ گیا۔ جب گجروں کی اُس طرف توجہ ہوئی تو ایک نوجوان نے اُٹھ کر یہ جملہ کہتے ہوئے ہاتھ مارا کہ'' خود تو چلے گئے ہیں اور مولا شاہ کو یہیں چھوڑ گئے ہیں'' اس کا یہ کہنا تھا کہ اُس کا ہاتھ وہیں سن ہو کر اکڑ گیا۔ گھر والوں نے کافی علاج معالجہ کرایا وہ لوگ سائیں جی کی جلالت سے پہلے سے واقف تھے لہٰذا رات ایک بجے اس گھر کے دو بڑے میاں صاحب کے ہاں آئے کیونکہ یہ پورے گاؤں کے اکیلے معالج تھے انہیں کہا کہ ہمارے گھر چل کر ہمارا مریض دیکھیں۔ جب میاں صاحب ان کے ہاں گئے اور مریض کو دیکھا تو انجکشن کی تیاری کی تو گھر والوں نے بتایا کہ کیس ٹیکے والا نہیں معاملہ کچھ اور ہے۔ جب انہوں نے اصل کہانی سنائی بلکہ اس نے آپ کے دادا حضور کی

Marfat.com

شان میں یہ گستاخی کی ہے جس کی وجہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ گرفت میں ہے۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں اگر دادا ناراض ہے تو پوتا سفارشی ہے پھر آپ نے انہیں سرسوں کا تیل دم کر کے دیا۔ اور کہا کہ مریض صبح تک انشاء اللہ ٹھیک ہو جائیگا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ جس کے نتیجہ میں گجروں کے کافی لوگ سائیں صاحب کے مرید ہوئے۔

رشید احمد ارائیں سمانوی:(۲۹)

گو کہ میں کڑیالوی ہوں مگر میں واپڈا میں ملازم تھا اور میری زندگی کا زیادہ حصہ ملتان ہی میں گزرا ہے میں کچھ علیل رہنے لگا چھٹی پر گھر آیا میاں منظر صاحب کے فرزند اصغر میرے بڑے بے تکلف دوست تھے اور اسی بنا پر ہم دونوں گھرانوں کے تعلقات بڑے استوار تھے۔ میاں صاحب اپنے بزرگوں کے گدی نشین بھی تھے اور گاؤں کے واحد معالج بھی تھے میں نے اپنی علالت کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے پانی دم کر کے دیا۔ چند روز پانی کے استعمال کے بعد مجھے اشارہ ملا کہ میں کرسی نشین ہوں اور میری میز پر ایک طرف شراب پڑی ہے اور دوسری طرف قرآن پاک رکھا ہے تو مجھے احساس ہو گیا کہ یہ بیماری میری کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ میں نے اگلے روز علی الصبح آپ کے کلینک پر حاضری دی اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور انہیں سارا واقعہ سنایا۔ تو آپ نے مسکرا کر کہا کہ آئندہ احتیاط کرنا۔

مظہر ورک:(۳۰)

ہماری جاٹ برادری میں چھوٹی موٹی ملازمت کو پسند نہیں کیا جاتا تھا لیکن میرے والد گرامی محمد علی ورک برادری کے قوانین کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سکول ٹیچر کے فرائض انجام دیتے رہے اور اس ملازمت کا سہرا محمد اسماعیل منظرؒ کے سر ہے جنہوں نے والد محترم کو جے وی میں داخلہ دلوایا اور اپنے سکول میں ٹیچر لگوایا تھا۔ تب سے ان کے ساتھ بڑے گھریلو قسم کے تعلقات چلے آ رہے ہیں۔ کیونکہ آج بھی دیہات میں کچھ قدریں اور مروتیں زندہ و جاوید ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے کہ ہم لوگ ایک دوسرے سے تعلقات اچھے رکھتے ہیں والد محترم کی وفات کے بعد بھی ہمارے گھریلو تعلقات بدستور قائم و دائم ہیں اور میں آج میاں صاحب اور والد صاحب کے سکول میں بطور EST کام کر رہا ہوں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ان کے کلینک پر بیٹھا تھا باؤ جی گھر پر تھے تو یونین کونسل

Marfat.com

کے چیرمین محمد شفیع کا بیٹا شہاب الدین آیا۔ اس نے بیٹھک (کلینک) کی کھڑکی پر دستک دی میاں صاحب نے کھڑکی سے بیٹھک میں جھانکا۔ شہاب نے سلام کیا تو انہوں نے کہا'' ہاں بھائی شہاب کیسے آنا ہوا'' تو اس نے اپنے لہجے میں کہا '' باؤ جی جاڑا لگے ہے اور بخار آوے ہے'' تو انہوں نے کہا پھر کیا پروگرام ہے دوائی یا ٹیکہ؟ تو اس نے جواب میں کہا '' کچھ بھی نہیں بس آپ کا چہرہ دیکھ لیا ہے یہی کافی ہے خود ہی اُتر جائے گا'' اور وہ واپس چلا گیا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ پریکٹس پہلے سے ہی چل رہی تھی۔

یاداشتِ محمد جمیل آسی :(۳۱)

ابا جی مرحوم و مغفور ۱۹۵۸ء میں شدید بیمار تھے میں تقریباً ۹ سال کا تھا میاں محمد اسماعیل جو میرے بڑے ماموں ہونے کے علاوہ میرے استاد بھی تھے۔ ایک ماہر نباض حکیم ماہر تشخیص امراض اور نامور استاد تھے انہوں نے ان کی نبض دیکھی۔ چہرہ مبارک ملاحظہ کیا اور فرمایا کہ ''لال دین اب نہیں بچ سکے گا اگر بچ گیا تو آنکھوں سے نابینا ہو جائے گا۔ ابا جی ۲۵ دسمبر ۱۹۵۸ء بروز جمعرات صبح صادق خالق حقیقی سے جا ملے۔ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

ثریا بیگم:(۳۲)

پرانی بات ہے کہ ایک مریض آیا ان دنوں جوشاندہ آج کی طرح پیکٹوں میں نہیں ملتا تھا۔ والد صاحب نے اس مریض کو'' زوفہ، منقہ، ملٹھی، بنفشہ، دار چینی وغیرہ بطور نسخہ لکھ کر دیا اور کہا کہ دو دن اسے ابال کر پی لو انشاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گے۔ مریض چلا گیا اور تیسرے روز پھر آ گیا اور کہا ''ماسٹر جی وہ تعویذ دوبارہ لکھ دو مجھے اُس سے بہت آفاقہ ہے'' تو میاں صاحب نے پوچھا کہ بھائی کون سا تعویذ؟ تو اس نے کہا ''جی وہی جو آپ نے پرسوں لکھ کر دیا تھا جو ابال کر پینا تھا'' تو آپ نے کہا ''بھائی وہ نسخہ تھا جو بازار سے خرید کر ابالنا تھا تعویذ نہیں تھا''۔ تو اس نے کہا کہ ''ہو گا میرے لیے تو وہ تعویذ ہی ہے میں بہت ٹھیک ہوں۔ بس آپ مجھے دوبارہ لکھ دیں''۔ اس نے ضد کی اور دوبارہ لکھوا کر لے گیا اور صحت یاب ہوا۔

نعیمہ سلطانہ :(۳۳)

والد صاحب کی وفات کے بعد حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ میں بالکل تنہا ہوگئی

Marfat.com

اور اکثر رونے دھونے سے واسطہ رہتا۔ ایک دن میں روتے روتے سوگئی تو دیکھا کہ میرے والد صاحب میرے سرہانے میری چارپائی پر آ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے ''رانی تو کیوں روتی ہے؟ لے میں تیرے پاس بیٹھا ہوں تم سو جاؤ''۔ اس کے بعد مجھے ایسا صبر سا آ گیا کہ پھر میری یہ کیفیت کبھی نہیں ہوئی۔

کڑیالوی دوست احباب:

کڑیال کلاں میں تجدیدِ ملازمت اور آبادی پر آپ کے سب سے پہلے دوست گاؤں کے امام مسجد میاں عبدالعزیز تھے۔ جو بڑی پر اسرار شخصیت کے مالک تھے۔ پاشنگ شو کے سگریٹ بے تحاشا پیا کرتے تھے۔ سگریٹ سے سگریٹ سلگا کر بیٹھے بیٹھائے پورا پیکٹ ختم کر دیا کرتے تھے۔ بڑے تیز طرّ ار اور بات کرنے اور بنانے کے ماہر تھے مگر امامت کے حوالے سے علم و وعظ میں کامل نہ تھے ان کے حوالے سے بات کرتے ہوئے میاں صاحب کے بڑے صاحبزادے نے بتایا کہ ایک بار جمعہ کے وعظ میں آپ نے فرمایا کہ'' خدا تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا۔ طرح طرح کی نعمتیں عطا کیں۔ ہاتھی پیدا کیے مگر اسے پر نہ دیے ورنہ وہ ہمارے مکانوں کی چھتوں پر بیٹھ کر انہیں ڈھا دیتا۔ اس پر ہمیں اس بزرگ و برتر خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے'' مگر رواروی میں (توبہ نعوذ باللہ) ان کے منہ سے برتر کے بجائے ابتر نکل گیا۔ میاں صاحب سے ان کی بے تکلفی تو تھی ہی انہوں نے سخت گرفت کی اس کلمہ کفر پر توبہ تائب ہونے پر زور دیا اور نیاز کی صورت میں کفّارہ ادا کرنے کو کہا۔ انہوں نے محسوس تو کر لیا مگر کہا کہ ''چپ رہو سننے والوں کو کیا پتہ ہے۔ نیاز تو نہیں تمہاری دعوت کردوں گا۔''

نواب دین ورک:

بقول خورشید بیگم (۳۴) قیام پاکستان کے بعد آپ کی سب سے مثالی دوستی نواب دین ورک سے رہی جو ڈیرہ راڑیانوالہ مسلماناں میں رہائش پذیر تھے ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ گاؤں جاٹ برادری کے کسی شخص کے ساتھ میاں منظر کی اختلاف رائے ہو جاتی تو ورک صاحب برادری کا ساتھ دینے کے بجائے میاں صاحب کا ساتھ دیتے اور برادری میں اس دوستی کی مثال دی جاتی تھی دونوں ایک دوسرے کو ''بھائی جی'' کہہ کر پکارا کرتے تھے اور ان کی اولادیں انہیں ماموں اور پھوپھا کے ناموں سے مخاطب کیا کرتی تھیں اور آج تک اس رشتے کی

Marfat.com

لاج نبھا رہی ہیں۔ آپ کی کوشش سے ۵۱۔۱۹۵۰ میں جب گاؤں میں پنچائیت کا قیام عمل میں آیا تو محمد نذیر خان بلوچ اس کے پہلے سرپنچ بنے جبکہ صوبیدار محمد حنیف خان، فتح محمد خان نمبردار۔ چوہدری غلام نبی ارائیں اور چوہدری نور محمد ورک بطور ممبر شامل ہوئے۔ کیونکہ دیہاتی ماحول میں سکول ٹیچر ہی سرکاری آدمی سمجھا جاتا رہا ہے جس وجہ سے ہر قسم کے صلاح مشورہ میں آپ پیش پیش رہا کرتے تھے۔ فتح محمد خان نمبردار کے ساتھ تعلقات تو بڑے ہی بے تکلفانہ تھے۔ آپ کی زوجہ محترمہ جتنی عبادت گزار اور سخی تھیں بابا جی اتنے ہی اس کے برعکس تھے۔ آپ کی زوجہ محترمہ جس سے میاں صاحب محض اس لیے عقیدت رکھتے تھے کہ وہ شکل و شباہت کے لحاظ سے آپ کی والدہ کے مشابہ تھیں۔ بتایا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ایک خاتوں اپنا بچہ کلینک پر لیکر آئی جو بخار میں مبتلا تھا میاں صاحب سو رہے تھے خاتوں کے کہنے پر انہیں جگایا گیا تو اُس خاتوں نے کہا کہ بخار میں ٹیکہ نہیں لگایا جاتا لہٰذا آپ اسے دم کر دیں انہوں نے کہا کہ بی بی دم میں نہیں کرتا، دم تو بابا فتح محمد نمبردار کرتا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔ مائی ضرورت مند تھی۔ وہ آپ کے ڈیرے پر گئی تو پتا چلا کہ وہ پٹواری اسحاق خاں کی بیٹھک میں ہیں نمبردار صاحب میٹنگ میں تھے اُس نے پوچھا کہ آپ میں سے فتح محمد نمبردار کون ہے؟ آپ بڑے جلدی جلدی بولنے والے تھے انہوں نے روٹین میں پوچھا کہ کیا بات ہے تو اس نے کہا میں نے مریض کو دم کرانا ہے نمبردار نے پوچھا کہ آپ کو بھیجا کس نے ہے؟ اُس نے کہا ماسٹر جی نے۔ بابا جی حسب عادت گالی گلوچ پر اُتر آئے تو مائی صاحبہ نے کہا جی جی۔ ماسٹر جی نے آپ کی یہی کرامت بتائی تھی کہ بابا گالیاں بہت دیتا ہے اور اس کی گالیاں ہی دم ہوتی ہیں بابا جی مزید گرم ہوئے مگر مائی کا اصرار تھا بالآخر اس نے دم کرا کے ہی جان چھوڑی میٹنگ سے فارغ ہو کر بابا جی سیدھے میاں صاحب کے گھر پہنچے اور کہا '' اوئے میں کدوں دم کرنا آں؟ '' آپ اور اُن کا یہ جملہ عرصہ تک ان کا مشغولہ بنا رہا ان کے متعلق ایک نظم شامل مقالہ ہے۔

ان کے بیٹے محمود خان حوالدار دیوان خان پٹواری اور عبد الحمید خاں کے ساتھ بھی آپ کے تعلقات بالکل دوستانہ رہے۔ دیوان خان اور حمید خان کے متعلق ایک ایک نظم شامل مقالہ ہے۔

محمد نذیر خاںؒ کے بیٹے محمد بشیر خان بلوچ چیرمین یونین کونسل اور جامو خاںؒ بلوچ چیرمین کے ساتھ بھی آپ کا کافی میل جول رہا۔ کیونکہ آپ شروع ہی سے بطور سیکرٹری پنچایت کام کرتے چلے آ رہے تھے۔

Marfat.com

باغانوالہ کے چودھری عبدالرشیدؒ رندھاوا، ترکھانانوالہ کے ابراہیم گجرؒ، کڑیال کے علی محمد ورکؒ، حبیب ولد چھوٹو ارائیں، عبداللطیف خان پٹھان، سید مبارک علی شاہؒ اور عبد الغفور خانؒ نمبردار کے ساتھ بھی بڑا دوستانہ تھا۔ نمبردار صاحب ذرا سخت طبیعت کے مالک تھے۔ وہ زبان اور ہاتھ دونوں سے کام نکال لیا کرتے تھے۔ پورے گاؤں میں جب کسی سے ان کی طرف سے زیادتی ہوتی تو وہ ان کی شکایت لے کر سیدھے میاں صاحب کے پاس آتے۔ یہاں تک کہ ان کے فیملی پرابلم بھی ان کی مداخلت کے بغیر حل نہ ہوتے تھے اس لیے وہ سب میاں صاحب کا بڑا احترام کرتے تھے۔

عادات و خصائل

خوش اخلاق، خوش گفتار، خوش کردار، خوش پوش اور خوش نویس تھے۔ قلم برداشتہ لکھا کرتے تھے۔ اردو فارسی اور عربی کے مرکّبات و امثال سے محفل کو گرما دیا کرتے اور کشت زعفران میں بدل دیا کرتے تھے۔

آغاز شباب میں کبڈی سے شغف تھا۔ جے وی ٹریننگ کے دوران میں ہارمونیم بجانا سیکھا۔ ہارمونیم کے ساتھ گانا خوب گا لیا کرتے تھے۔ آپ بڑے زیرک، معاملہ فہم، صائب الرائے اور دور اندیش تھے۔ خانگی، برداری، رشتہ داری، پریا پنچایت اور انتظامیہ کے جمیع معاملات میں سرپنچ کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی آراء، مشورے اور فیصلے حکم کا درجہ رکھتے تھے اور کسی کو ان سے انحراف، اختلاف اور سرتابی کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ چھوٹے بڑے اور اپنے بیگانے سب آپ کو ''بابو جی'' کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ بڑے خدا ترس، رحمدل، فیاض، متواضع اور ہمدرد و غمگسار تھے۔ دوسروں کے مسائل و مصائب میں متعاون رہتے اور دامے، درمے قدمے، سخنے ان کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہوتے۔ بیواؤں اور یتیموں کی پرورش اور کفالت فرض سمجھ کر کرتے تھے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان کے ان خواص سے اپنے اور بیگانے برابر مستفیض ہوتے تھے۔

مہمانوں، افسروں اور ملاقاتیوں کی خوب آؤ بھگت کیا کرتے تھے یہاں تک کہ مریضوں اور ان کے ہمراہ آئے لواحقین کی بھی تواضع کیا کرتے تھے۔ کھانے پلانے کے علاوہ بازار سے دوا دارو خریدنے کے لیے گرہ سے پیسے بھی دے دیا کرتے تھے اور معتقد مریض تو آپ کے سوا کسی دوسرے سے علاج ہی نہیں کروایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مریض آپ

Marfat.com

کی عدم موجودگی میں خاصی تکلیف کے باوجود کسی دوسرے معالج کے پاس نہ گیا اور آپ کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔

باغبانی مشغلہ تھا اور بھینسیں رکھنے کا شوق تھا۔ انہیں چارا ڈالتے تو انہیں کھاتے دیکھ کر بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ نال (کھرلی) میں ہاتھ ڈال کر اکثر چارا کو ہلاتے رہتے تھے۔ دودھ بڑے چاؤ سے دوہا کرتے تھے۔ ۸۵ برس کی عمر میں بھی دو دو تین تین بھینسوں کو بیک وقت دوہ لیا کرتے تھے۔

لباس وخوراک

شلوار قمیص کا اکثر استعمال کرتے تھے۔ فارغ اوقات میں تہبند کا استعمال کر لیا کرتے تھے۔ سر کے لیے کلاہ (کلّے) پر سفید پگڑی باندھا کرتے تھے سردیوں میں بلیو رنگ کا کوٹ پہنا کرتے تھے۔

خوراک بھی لباس کی طرح بالکل سادہ تھی۔ گوشت یا گوشت میں پکی سبزی کے دلدادہ تھے۔ اچار، آم اور خربوزہ کو پسند کیا کرتے تھے۔ اور کھانے کے ساتھ ان کا استعمال اکثر ان کا معمول تھا۔ دہی اور لسّی سے بڑی رغبت رکھتے تھے مگر دو دو تین تین شیر دار بھینسوں کے ہوتے ہوئے دودھ کم ہی پیا کرتے تھے۔

باپ دادا کی طرح انہیں حقہ کی لت بہت زیادہ تھی۔ یہاں تک کہ صبح کے وقت حقہ کشی کے بعد اجابت کے لیے جایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس سے اجابت بافراغت ہو جاتی ہے۔

۱۹۹۲ء میں زوجہ محترمہ کی وفات کے بعد آپ کے روز مرّہ معمولات میں یکسر تبدیلی آ گئی۔ آپ نے اپنی اہلیہ کی وفات پر ایک قطعہ کہا جو یوں ہے۔ (۳۵)

مل جائے تجھے جنت الفردوس میں جا — حامی ہو ترا آپ خدا نامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم
ہر وقت تجھ پر رحمت حق کا نزول ہو — شافع ترا اے منظر خدا کا رسول ہو

اور ان کے دونوں بیٹوں کے بڑے قریبی دوست پروفیسر ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے دو قطعات وفات کہے جو حسب ذیل ہیں۔ (۳۶)

Marfat.com

خانم حضرتِ منظر وفات　　باعث رنج و الم و حسرت
پندرہ تاریخ مہینہ دسواں　　دن جمعرات کا ایسی قسمت
فوت کے سال کی میں فکر میں تھا　　آئی امداد کو حسن کی نصرت
ہاتف غیب پکارا آ کر　　دل سے کہدو کہ ''غریق رحمت''

O

پندرہ تاریخ ماہ اکتوبر　　آئی یہ غم فزا خبر لے کر
زوجہ نیک حضرت منظر　　آج دنیا سے کر گئی ہیں سفر
جن کے فرزند ہیں میاں مقبول　　دوسرے لخت جگر غلام رسول
دل کو سب کے بہت ملال ہوا　　سال تاریخ کا خیال ہوا
''فادخلی فی عبادی'' آئی ندا　　''اور مریم'' لقب ہوا اُن کا
دونوں ٹکڑوں کو جب کیا یکجا　　فوت کا سال یوں نکل آیا
ڈھانپے اُن کو رحمت سے رب جلیل　　وارثوں کو عطا ہو صبر جمیل

اور ان دنوں ان کے پوتے میاں ظفر مقبول کی کتاب ''پور ادب دا'' اشاعتی مراحل میں تھی۔ انہوں نے اپنی کتاب کا انتساب اپنی دادی اماں کے نام کیا۔(۳۶)

اپنی اہلیہ کے پانچ سال بعد ۲۳ جون ۱۹۹۷ء کی شب کو خود بھی اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ تو آپ کی وفات پر پروفیسر ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے ان کا قطعہ وفات کہا۔ (۳۸)

دیکھا کیے عمر بھر کمالِ منظر　　وہ حلم ، وہ شفقت، وہ جمالِ منظر
اب اور کیا دیکھنا رہا ہے باقی　　ہاتف نے کہا ''میاں! وصالِ منظر''

ان کے پوتے میاں ظفر مقبول نے ایک نظم کہی ۔(۳۹)

نہیں ہے جب در سرائے منظر　　کوئی بھی دل کو نہ بھائے منظر

Marfat.com

اسی کا ہے بس خیال دل میں! لبوں پہ ہے اک دعائے منظر!
نظر ہے ان کی ہے فیض انکا ! مرا ہنر ہے عطائے منظر
سنور رہی ہے بگڑ کے ہستی کہ ہے فنا سے بقائے منظر
کہاں ہے ہستی کہاں ہے دنیا؟ نہیں ہے کچھ بھی سوائے منظر
ہے غلغلہ اک جہاں میں برپا ہے چار سو بس ''نوائے منظر''
وہی ظفر ہے مرا نگہبان! مرا خدا ہے، خدائے منظر

معروف شاعر سلطان کھاروی کی نظم (۴۰)

ساڈے لئی جو لا کے لو گئے کنے منظر اوہلے ہو گئے
آر وی منظر پار وی منظر دنیا دا دربار وی منظر
دونہاں دے وچکار وی منظر جنھے ٹر دے یار کھلو گئے
کنے منظر اوہلے ہو گئے
وسدا نہیں کجھ آسے پاسے بھالن ساڈے نین پیاسے
خورے کنے لوک اداسے ہسن والے آ کے رو گئے
کنے منظر اوہلے ہوگئے
بندے نال ایہہ مٹی وسی بندے آن حقیقت دسی
جس تے دنیا روئی ہسی بندے ہیسن آئے تے جو گئے
کنے منظر اوہلے ہوگئے
مرضی نال وساویں جھوکاں تینوں نہیں کوئی روکاں ٹوکاں
کہنا کیہ اے ماڑیاں لوکاں ہاسے دے پر دیدے چو گئے
کنے منظر اوہلے ہوگئے

Marfat.com

تیری کھیڈ کھڈاؤنا بندا آپ بنا توں ڈھاؤنا بندا
کیویں حیات لکاؤنا بندا موئے گور دے پتھر ڈھو گئے
کنے منظر اوہلے ہوگئے

تیرے اگے ہمت ہارنے راضی رہن رضا تے سارے
ایہہ سلطان فقیر وچارے کدی کِتے نہیں جان لکو گئے
کنے منظر اوہلے ہوگئے

معروف شاعر صدیق تاثیر کی نظم (۴۱)

"راہی لمیاں واٹاں دا"

لمیاں واٹاں دا اوہ راہی پچھ نہ کنے میل گیا
پل وچ پینڈا صدیاں دا کر طے بے حجت جیل گیا
لا کے ڈنگ وچھوڑے دا اوہ کر گیا جُثے نوں زہری
مار کے سٹ جدائیاں دی کر پنڈا نیل و نیل گیا
اپنے دکھ نہ دسن والا ہر اک دے دکھ دا پاہرو!
درد بھری دنیا وچ بن اوہ درداں دی تمثیل گیا
وڈیاں وڈیاں اوکڑاں اگے نکا نکا اوہ ہویا ناں
آیا سی جو مشن اوہ لے کے کر اوہدی تکمیل گیا
روز قیامت تائیں پیاسے بھر بھر پیالے پیون گے
علم و ادب دی لا اوہ یارو ایسی اک جھیل گیا
سن کے گھوک کسے چرخے دی پر لے پاروں آیا سی

Marfat.com

جوگی جوگ وجوگ دے ہتھوں ویلے نوں پھڑ کیل گیا
کون ہوسی تاثیر جہاں چ وانگ غلام رسولے دے
جہڑے رتبے تے کر فائز دونواں نوں اسماعیل گیا

سال بہ سال حالات شاعر

۱۰ ستمبر ۱۹۱۰: میاں محمد اسماعیل منظر ۱۰ ستمبر ۱۹۱۰ کو جگدیو کلاں ضلع امرتسر میں میاں محمد دین کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔

۱۹۲۸: آپ نے ۱۹۲۸ء میں بحثیت معلم اپنی ملازمت کا آغاز کیا اُس وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی۔

۰۷ نومبر ۱۹۳۲: ان کے فرزند اکبر میاں مقبول احمد کی پیدائش ہوئی۔

۱۹۳۵: اس سال میں ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام انہوں نے اپنی مرحوم بہن خورشید بیگم کے نام پر خورشید بیگم رکھا۔

۰۳ اکتوبر ۱۹۳۸: ان کی منجھلی بیٹی ثریا بیگم کی پیدائش ہوئی۔

۱۵ جنوری ۱۹۴۲: ان کے فرزند اصغر میاں غلام رسول پیدا ہوئے۔

۰۵ ستمبر ۱۹۴۴: شاعر کے دادا حضرت سائیں مولا شاہ نوشاہی قادری کا وصال ہوا جنہیں تبڑ تبڑی ضلع گورداسپور میں اماناً دفن کیا گیا۔

۱۰ جنوری ۱۹۴۵: ان کے دادا کا تابوت دوبارہ نکال کر طالبین کو زیارت کرائی گئی اور پھر سے دفن کرنے کی رسومات ادا کی گئیں۔

۱۹۴۶: ان کے چھوٹے بھائی طالب حسین جو ایک عرصہ سے ذہنی توازن کھو بیٹھے تھے اُن کا انتقال ہوا جنہیں جگدیو کلاں کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور ان کی بیوہ حمیداں کی شادی ان کے چھوٹے بھائی منظور سے ہوئی۔

۱۹۴۷: پاکستان کے بعد لوئر مڈل سکول کڑیال کلاں ضلع گوجرانوالہ میں بطور ہیڈ ماسٹر ملازمت کا دوبارہ آغاز کیا سکول کا درجہ بڑھ جانے کے باوجود آپ اپنی ریٹائرمنٹ تک بطور ہیڈ ماسٹر ہی کام کرتے رہے۔

۱۴ فروری ۱۹۴۹: ان کے بیٹے محمد سعید الظفر کی پیدائش کے چند روز بعد وفات ہوگئی۔

Marfat.com

۰۱ جون ۱۹۴۹: ان کے بھائی منظور حسین کے ہاں بیٹی (شمیم اختر) پیدا ہوئی

۳۰ جون ۱۹۴۹: ان کے بھائی منظور حسین کو گردن توڑ بخار ہوا جو کڑیال سے باہر تھے، واپس پہنچے اور یہیں فوت ہوئے۔ انہیں کڑیال کلاں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

نومبر ۱۹۵۰: آپ کی بھاوج سرداراں عرف داری زوجہ بشیر احمد کی وفات ہوئی اور پھر یکے بعد دیگرے اس کی چھ بیٹیاں فوت ہوئیں جن سب کو کڑیال کلاں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

۲۱ اپریل ۱۹۵۱: ان کے فرزند اکبر پروفیسر میاں مقبول احمد کی شادی اُن کی خالہ سرداراں بیگم زوجہ فتح محمد کی بڑی بیٹی وزیر النساء سے ہوئی۔

۲۲ اپریل ۱۹۵۱: ان کی بیٹی خورشید بیگم کی شادی لاہور کے محمد علی رہبر ولد نبی بخش JCO سے ہوئی۔ جو اس وقت شیخوپورہ میں مقیم ہے۔

۲۸ اکتوبر ۱۹۵۱: ان کے برادر نسبتی محمد بشیر کی پہلی شادی حمیدہ بیگم سے ہوئی جس کے بطن سے گیارہ بچے پیدا ہوئے۔ اور اس کی فوتگی کے بعد اس کی حقیقی ہمشیرہ سرور سے دوسری شادی کرلی جس کے بطن سے آج تک چھ بچے پیدا ہو چکے ہیں۔

۰۶ ستمبر ۱۹۵۱: پسرش سلطان الحسن پیدا ہوا اور ۲۵ نومبر ۱۹۵۱ء کو فوت ہوا۔

۲۰ دسمبر ۱۹۵۱: آپ نے ڈینٹل آپٹیکل ہومیو پیتھک سنٹر سے MBH کا ڈپلومہ سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا۔

۰۶ اپریل ۱۹۵۲: ان کی بیٹی نعیمہ سلطانہ پیدا ہوئی جس نے ایم اے، بی۔ ایڈ تک تعلیم حاصل کی اور اس وقت مقامی ہائی سکول کڑیال کلاں میں بطور ہیڈ مسٹریس متعین ہیں۔

۲۱ جون ۱۹۵۴: آپ کے برادر خورد میاں بشیر احمد کا نکاح ثانی ان کے ماموں رحیم بخش کی بیٹی سرور سلطانہ سے ہوا۔

۲۰ جون ۱۹۵۶: ان کی بھاوج بیوہ منظور نے نکاح ثانی کیا تو اس کے شوہر سے انہوں نے اپنے بھتیجی شمیم اختر کو واپس لے کر اس کی پرورش اپنے ذمہ لی۔

۰۱ جنوری ۱۹۵۷: ان کے بڑے قریبی دوست محمد نذیر خان بلوچ کا انتقال ہوا جنہیں کڑیال کلاں

Marfat.com

میں دفن کیا گیا۔

۲۵ دسمبر ۱۹۵۸ء: ان کے بہنوئی لال دین شوہر عنایت بیگم کا انتقال ہوا انہیں رحمان پورہ قبرستان میں دفن کیا گیا۔

۲۵ مئی ۱۹۶۱ء: ان کے سسر میاں چراغ دین لاہور میں فوت ہوئے اور انہیں میاں میر صاحب قبرستان میں دفن کیا گیا۔

۰۷ جون ۱۹۶۱ء: صدر یونین کونسل رندھیر کی طرف سے شناختی کارڈ جاری ہوا کہ آپ کو یونین کونسل پنچایت رندھیر کا سیکریٹری مقرر کیا جاتا ہے اُن دنوں اس کونسل کو عدالت کا درجہ حاصل تھا۔

۰۹ اپریل ۱۹۶۲ء: ان کی بیٹی خورشید اور ثریا دھرمپورہ نہر پر سیر کر رہی تھیں کہ پیچھے آنے والے ٹرک نے سائیڈ ماری اور خورشید کا بیٹا ثریا کے ہاتھوں سے اچھل کر نہر میں جا گرا اور تین دن بعد اس کی لاش ملی ۔ جس کے لیے میاں صاحب نے نظم کہی جو مقالہ میں شامل ہے۔

۱۰ اگست ۱۹۶۲ء: شیخوپورہ کا رہائشی پلاٹ از ملک دادخاں خرید ہوا۔

۲۵ اپریل ۱۹۶۳ء: ان کے فرزند اصغر میاں غلام رسول کی شادی رعیّہ خاص ضلع سیالکوٹ کی ایک نامور سیاسی شخصیت حسن محمد بھٹی کی بیٹی رضیہ بانو سے ہوئی ۔ یہ لوگ اس وقت شیخوپورہ میں رہائش پذیر ہیں۔

۲۷ اپریل ۱۹۶۳ء: ان کی منجھلی بیٹی ثریا بیگم کی شادی کوٹ وار (مانا نوالہ) ضلع شیخوپورہ کے محمد صادق نجیب ولد عبدالحسنین عرف کالو سے ہوئی جو کوآپریٹو سوسائٹی میں انسپکٹر تھے۔آج کل چوہان روڈ اسلام پورہ لاہور میں مقیم ہیں۔

۲۷ اپریل ۱۹۶۳ء: ان کی خواہر نسبتی اور ان کے بڑے بیٹے میاں مقبول احمد کی خوش دامن سرداراں بی بی کا انتقال ہوا جو بیٹی کو ملنے شیخوپورہ آئی ہوئی تھی اور اُن کو وہیں قبرستان میں دفن کیا گیا۔

۱۶ دسمبر ۱۹۶۳ء: ان کے پدر محترم میاں محمد دین کا وصال ہوا جنہیں مقامی قبرستان (کڑیال کلاں) میں سپرد خاک کیا گیا۔

۲۰ مارچ ۱۹۶۵ء: میاں صاحب نے اپنے چچا اللہ بخش کی موروثی اراضی ان کے بیٹے محمد شریف اور چچی صغریٰ سے خرید فرمائی۔

Marfat.com

۲۸ مارچ ۱۹۶۵: انہوں نے اپنے چچا خدا بخش کی موروثی اراضی اُن کے بیٹے سلیمان سے خرید فرمائی۔

۱۰ فروری ۱۹۶۶: انہوں نے اپنے چاچا سائیں حیدر شاہ سے اُن کی موروثی اراضی خرید کی جنہوں نے اُسی رقم سے فاروق آباد میں جگہ خرید کر اپنا ڈیرہ سائیں حیدر شاہ قائم کیا اور ان کا مزار بھی وہیں ہے۔ جہاں ان کی آل اولاد ہر سال 14 اکتوبر کو عرس مناتی ہے۔

۱۷ دسمبر ۱۹۶۷: ان کی خوش دامن زینب عرف زیباً کا انتقال ہوا۔ جنہیں میاں میر قبرستان لاہور میں دفن کیا گیا۔

۱۱ مارچ ۱۹۶۸: ان کے بڑے قریبی دوست عبدالرشید رندھاوا (کڑیال باغانوالہ) کا انتقال ہوا جو مقامی قبرستان میں دفن ہوئے۔

۰۵ جون ۱۹۶۸: آپ نے بورڈ آف ہومیوپیتھی سے پریکٹس کی سند حاصل کی۔

۰۸ جون ۱۹۶۸: یونانی پریکٹس کی سند حاصل کی۔

۳۰ ستمبر ۱۹۶۸: آپ ۵۸ سال چار ماہ چوبیس دن کی عمر میں بحیثیت ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کڑیال کلاں سے ریٹائر ہوئے۔

۰۱ اکتوبر ۱۹۷۲: ان کی بھتیجی شمیم اختر کی شادی ان کے بھانجے محمد رفیق رنجور ولد لال دین سے ہوئی جو اُن دنوں رحمانپورہ میں تھے پھر ٹاؤن شپ منتقل ہوئے

۱۹۷۰: میں ان کے سمدھی اور دوست حسن محمد بھٹی کا رعیّہ خاص میں انتقال ہوا جن کے لیے انہوں نے ان گنت نظمیں کہیں۔

۱۰ ستمبر ۱۹۷۲: ان کے قریبی دوست صوبیدار محمد حنیف ولد ولی محمد کا انتقال ہوا جنہیں مقامی قبرستان کڑیال کلاں میں دفن کیا گیا۔

۰۸ اگست ۱۹۷۳: ان کے چچا سائیں حیدر شاہ کا انتقال ہوا جن کا مزار فاروق آباد ضلع شیخوپورہ میں ہے۔ ۱۹۷۳ء میں ہی ان کی بیٹی خورشید بیگم زوجہ محمد علی رہبر کے سسر نبی بخش کا وصال ہوا جنہیں قبرستان میاں میر صاحب لاہور میں دفن کیا گیا۔

۱۹۷۴: دسمبر ۱۹۷۴ء میں بنک آف بہاولپور کے ذیلی ادارہ نیشنل بینک آف

Marfat.com

پاکستان کی برانچ کڑیال کلاں ضلع گوجرانوالہ کھولی گئی تو آپ نے ۹ دسمبر ۱۹۷۴ کو اکاونٹ نمبر ۱۰۳۴ حاصل کیا۔

فروری ۱۹۷۵: آپ نے کڑیال کلاں ضلع گوجرانوالہ میں اپنے دادا کی نسبت سے سائیں مولا شاہ ویلفیئر سوسائٹی قائم کی جس کے آپ تاحیات صدر مقرر ہوئے۔

۰۳ ستمبر ۱۹۷۷: ان کے قریبی دوست ابراہیم گجر (ترکھانانوالہ) کا انتقال ہوا۔ جنہیں مقامی قبرستان میں دفن کیا گیا ان کی وفات کے بعد ان کا بیٹا (ایم پی اے) بنا۔

۱۲ اگست ۱۹۷۸: ان کے قریبی دوست دیوان خان ولد فتح محمد خان نمبر دار کا انتقال ہوا۔ جنہیں مقامی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

دسمبر ۱۹۸۰: ان کے رضاعی بھائی علی اکبر شاہ کا وصال ہوا جنہیں گوجرانوالہ شہر میں دفن کیا گیا۔ ان کے ہجر میں آپ نے بہت سی نظمیں کہیں۔

۰۱ دسمبر ۱۹۸۰: ان کے دوست فتح محمد خان نمبردار ولد عمر خاں کا انتقال ہوا جو مقامی قبرستان میں دفن ہوئے۔

۰۸ مئی ۱۹۸۱: ان کے بہنوئی معراج دین شوہر خورشید بیگم کا انتقال ہوا جنہیں رحمانپورہ قبرستان میں دفن کیا گیا۔

۲۲ اکتوبر ۱۹۸۲: ان کے دوست عبداللطیف خاں ولد عبدالرحیم خاں پٹھان کا انتقال ہوا۔ جو مقامی قبرستان میں دفن ہوئے۔

۲۱ فروری ۱۹۸۳: ان کی بہن تاج بیگم زوجہ اللہ رکھا راٹھور کا انتقال ہوا جنہیں شاہدرہ ٹاؤن کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

۰۵ جون ۱۹۸۵: ان کے قریبی دوست پٹواری محمد اسحٰق خاں کا انتقال ہوا۔ جو مقامی قبرستان میں دفن ہوئے ان کے ساتھ آپ کا دوستانہ اس قدر تھا کہ جب ملک داد خاں نے شیخوپورہ والی زمین کی پیشکش کی تو آپ نے پٹواری محمد اسحاق خاں، ان کے بھائی شفیق خاں اور عبدالغفور خان نمبردار کو بھی زمین دلوائی اور وہاں انہوں نے ایک ساتھ مکان تعمیر کیے۔

۱۷ جولائی ۱۹۸۷: ان کی بیٹی ثریا بیگم زوجہ محمد صادق نجیب کے سسر عبدالحسنین عرف کالو کا انتقال ہوا۔

Marfat.com

۱۴ اگست ۱۹۸۷: ان کے بہنوئی اللہ رکھا راٹھور کا انتقال ہوا جنہیں شاہدرہ ٹاؤن کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

۱۹۸۸: میں ان کی کتاب ''نوائے منظر'' شائع ہوئی جس کو ان کے پوتے میاں ظفر مقبول نے ایڈٹ کیا تھا یہ ان کا پنجابی مجموعہ کلام ہے

۲۰ اکتوبر ۱۹۸۸: ان کے نہایت مؤدب ماتحت سلطان احمد اعوان کا انتقال ہوا جس کی یاد میں آپ نے ایک نظم کہی جو ان کے سٹاف نے بہت پسند کی۔

۱۰ اپریل ۱۹۹۰: ان کے چھوٹے بھائی بشیر احمد کا انتقال ہوا جنہیں شاہدرہ ٹاؤن کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

۰۶ جون ۱۹۹۱: ان کے دوست عبدالغفور خان نمبردار ولد ذیلدار محمد خان کا انتقال ہوا جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

۳۰ جولائی ۱۹۹۱: انہوں نے کڑیال کلاں میں اپنے دادا کے مزار کی یادگار تعمیر کرائی جو دور حاضر کی جدید تعمیرات کا نمونہ ہے اس کا نقشہ معروف انجینئر لیاقت علی راٹھور نے تیار کیا تھا۔ جس کے لیے مقامی زمیندار عبدالحمید خاں نے اپنی بیٹی کے ایصالِ ثواب کیلئے جگہ دی تھی۔ بعد میں منحرف ہو گیا۔

۱۷ اگست ۱۹۹۱: ان کے بھانجے اور بھتیجی شمیم اختر کے شوہر محمد رفیق رنجور ایکسیڈنٹ میں فوت ہوئے انہیں رحمان پورہ قبرستان میں دفن کیا گیا

۳۱ مارچ ۱۹۹۲: ان کے دوست محمد شفیع خاں بلوچ ولد اسماعیل خاں کا انتقال ہوا جو مقامی قبرستان (کڑیال) میں دفن ہوئے۔

۲۵ ستمبر ۱۹۹۲: ان کے قریبی دوست نواب دین ورک (راڑیا نوالہ) فوت ہوئے انہیں مقامی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۹۲: ان کی اہلیہ کا انتقال ہوا جنہیں ان کے سسر میاں محمد دین کے پہلو میں مقامی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

۳ اگست ۱۹۹۳: ان کے بہنوئی قادر بخش شوہر حجراں بیگم کا انتقال ہوا جنہیں مقامی قبرستان کڑیال کلاں میں دفن کیا گیا۔

۶ نومبر ۱۹۹۳: ان کے فرزند اکبر میاں مقبول احمد گورنمنٹ ڈگری کالج شاہدرہ سے پرنسپل کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے تو آپ نے ایک نظم کہی۔

Marfat.com

۱۹۹۴: انہوں نے اپنے بڑے بیٹے، بہو اور بیٹی نعیمہ سلطانہ کے ہمراہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

۴ اپریل ۱۹۹۵: ان کے برادر نسبتی اللہ رکھا کا انتقال ہوا جنہیں قبرستان میاں میر صاحب لاہور میں دفن کیا گیا۔ ان سے متعلق شاعر کی ایک نظم اُن کی کتاب نوائے منظر میں ''مولا شاہ دے ملنگا'' کے نام سے موجود ہے۔

۱۱ نومبر ۱۹۹۵: ان کے دوست غلام نبی ارائیں ولد عبداللہ آرائیں فوت ہوئے۔

۲۸ ستمبر ۱۹۹۶: ان کے چچا زاد بابا سلیمان ملتان میں سفر کے دوران فوت ہوئے اور ان کا جسدِ خاکی وہاں سے لا کر ان کے چچا اور مرشد سائیں حیدر شاہ کے مزار کے قریب فاروق آباد میں دفن کیا گیا۔

۱۹۹۷: ان کے دوست حسین بخش عرف حسینو راجپوت جن کی اراضی ان کے باغ کے سامنے ہے کا انتقال ہوا جو مقامی قبرستان میں دفن ہیں۔

۲۳ جون ۱۹۹۷: میاں محمد اسماعیل منظر اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے اور ان کو مقامی قبرستان میں ان کی اہلیہ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

Marfat.com

(ب)

میاں محمد اسماعیل منظر کی ادبی خدمات

شاعری کی ابتدا

بقول شہزاد رسول فاروق (۴۴): آپ فرمایا کرتے تھے کہ آپ نے شعر کہنے کی ابتداء جے وی کی ٹریننگ کے دوران میں ایک تقریب میں ان پڑھ اور جاہل میراثیوں کی تک بندی کی فقرہ بازی اور شعر گوئی سے متاثر ہو کر کی۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر ان پڑھ لوگ شعر سازی کر سکتے ہیں تو کیا میں موزوں کلام نہیں کہہ سکتا۔ چنانچہ آپ اشعار کہنے لگے جن میں صرف صوت و آہنگ کا اہتمام ہوتا تھا۔ جس کی غالباً وجہ یہ تھی کہ آپ ہارمونیم اچھا بجا لیتے تھے۔ تعلّی کا یہ مصرعہ ملاحظہ ہو:

ع عجب رنگینی ہے منظر تیرے گانے بجانے میں

باوجود علم العروض کی مطالعاتی دانست اور کسی استاد شاعر کی رہنمائی کے بغیر مشق سخن کی بدولت آپ کے کلام میں بحور و اوزان در آئے تھے اور اشعار میں جھول خال خال ہی نظر آتی ہے۔

جگدیو کلاں کے سکول کے عرصہ ملازمت کے دوران میں آپ کا مجموعۂ کلام ''گلدستہ منظر'' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ جس کا ذکر زاہد حسین انجم (۴۵) نے کیا ہے جبکہ الفت بخاری (۴۶) کے ہاں ایک دوسری کتاب ''منظر رسول'' کا بھی ذکر ملتا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ میاں صاحب نے پنجابی سے زیادہ اردو میں طبع آزمائی کی ہے مگر یہ دونوں مجموعے ملکی تقسیم کی وجہ سے ناپید ہیں۔ نقل مکانی کے بعد تادم آخر مشق سخن جاری رہی۔ اکثر حالات و واقعات سے متاثر ہو کر شعر کہتے اور سناتے رہتے تھے مگر باقاعدہ بیاض تیار کرنے یا کلام کی اشاعت کا انہوں

Marfat.com

نے کبھی سوچا ہی نہ تھا۔ یہ تو ان کے بڑے بیٹے اور چھوٹی بیٹی کا کمال ہے کہ انہوں نے آپ کی حیات کے دوران اور بعد میں ان کے کلام کے پرزے / کاغذ اکٹھے کرکے بیاض کی شکل میں یکجا کیئے اور ان کے پوتے ڈاکٹر میاں ظفر مقبول نے سنہ ۱۹۸۸ء میں ''نوائے منظر'' کے نام سے ان کا کلام شائع کرا دیا تھا۔ آپ خوش نویس و زود نویس تھے۔ قلم برداشتہ لکھتے تھے بے حد حساس تھے اور اکثر فی البدیہہ کہا کرتے تھے۔ جس بات یا واقعہ سے متاثر ہوتے فوراً اپنے جذبات و احساسات کے اظہار کا آغاز کر دیا کرتے تھے اور جب تک اسکی تکمیل نہ ہو پاتی تھی چاہے اس میں کئی کئی دن اور راتیں لگ جاتی تھیں، انہیں چین و اطمینان نہ آتا تھا۔ اور کمال کی بات یہ ہے کہ وہ شاذ ہی اپنے اشعار پر نظر ثانی کیا کرتے تھے۔ جو ایک بار کہہ دیا سو کہہ دیا البتہ جب انہیں کبھی کسی خیال یا نکتہ کی تبدیلی کا احساس ہوتا تو اسے بدلنے میں تامل نہ کیا کرتے تھے۔

آپ پنجابی اور اردو ہر دو زبانوں میں شعر کہا کرتے تھے۔ ان کے اشعار میں سادگی، سلاست، روانی، برجستگی اور ہم آہنگی ہے۔ ان کے اشعار جذبات و محسوسات سے بھرپور ہونے کے باعث بڑے پر تاثیر ہیں اور قاری ان کی اثر آفرینی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

آپ نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے یعنی گیت، ترانے، دوہے، رباعی، قطعات، حمد و نعت، مناقب، قوالی، غزل، قصیدے، سہرے، مرثیے، استقبالیے، خطوط نویسی اور درخواست نویسی وغیرہ۔

جگدیو کلاں میں مذہبی، معاشرتی، سیاسی اور تحریکاتی اتحاد و یکجہتی کی باہمی مفقت و ضرورت کے پیش نظر آپ ہندوؤں اور سکھوں کی تقاریب کے مواقع پر اپنے اشعار کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے۔ اہل تشیع کی مجلسوں اور جلوسوں میں بھی شامل ہوتے تھے۔ مرثیے کہتے اور پڑھا کرتے تھے ان کے ایک طویل مرثیے کا مطلع و مقطع ملاحظہ ہو۔

چل ویکھ وکھاواں تینوں کربل دے نظارے
جتھے کُسدے نیں بیٔے زہرہؓ دے پیارے
منظر جو مدح خواں ہے تو فکرِ فردا کیا
پابوسیٔ حسنینؓ میں جو اس دل کو گزارے

یہ نظم بعد میں نوائے منظر کا حصہ بنی (۴۷)

Marfat.com

بقول عاشق ورک (۴۸)

آپ نے اپنے دادا سائیں مولا شاہؒ کی یاد میں کڑیال کلاں میں ۱۹۷۵ء میں سائیں مولا شاہ ویلفیئر سوسائٹی قائم کی۔ رفاہِ عامہ کے سلسلہ کی خدمات میں گاؤں میں لائبریری اور سلائی سکول کا قیام، بنک کا اجرا اور بجلی کی فراہمی اور سڑک کی تعمیر خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔
آپ نے دہ ہذا میں اپنے دادا کے سالانہ عرس کی داغ بیل ڈالی اور طرز نو کی ایک یادگار تعمیر کروائی۔ تکمیل تعمیر کے بعد زمین کا معطی منحرف ہو گیا آپ خاموش رہے خدا معاف کرے معطی اپنے انجام کو پہنچ رہا ہے اور یادگار قائم و دائم ہے۔ عرس کے لیے قوالوں کو قوالیاں لکھ کر دیتے اور کرواتے تھے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران میں ان کے لکھے گئے ترانے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

آپ کی کتابیں

منظر رسول

الفت بخاری (۴۹) نے ۱۹۹۳ء میں جب شاعر حیات تھے ان سے بات چیت کے بعد ایک مضمون لکھا تھا۔ جس میں وہ کہتے ہیں کہ یہ آٹھ صفحات کا ایک قصہ تھا؟ جس میں نعتیہ کلام تھا۔ یہ قصہ امرتسر کے ایک ناشر نے شائع کیا تھا جس کی آٹھ دس کاپیاں مصنف کو دی گئیں اور باقی اُس نے خود فروخت کر لیں مگر مضمون نگار نے نہیں لکھا کہ اس کتاب کی زبان کیا تھی اردو یا پنجابی؟ اس لیے اس کے متعلق کوئی رائے دینا ذرا مشکل ہے۔

گلدستہ منظر

زاہد حسین انجم (۵۰) اور الفت بخاری (۵۱) کے ہاں اس کتاب کا ذکر ملتا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۰ء کے درمیان شائع ہوئی تھی اس کے ۴۸ صفحات تھے لیکن افسوس ہے کہ یہ کتاب بھی پاکستان نہ پہنچ سکی۔
اس کتاب کے متعلق راجا رشید محمود (۵۲) کا کہنا ہے کہ اس کو دوبارہ شائع کرنے کی ضرورت ہے مگر یہ کتاب نایاب ہے اور اس کے متعلق کوئی رائے نہیں دی جا سکتی۔
اس دور میں دیہات سدھار کی تحریک زوروں پر تھی اور ایک ٹیچر، محض ٹیچر ہی نہ ہوتا

Marfat.com

تھا بلکہ سماجی کارکن بھی ہوتا تھا تعلیم وصحت اور اصلاح اراضی کے سلسلے میں عوامی شعور و آ گاہی کے ذریعے سے اسے بڑی تگ و دو کرنا پڑتی تھی۔ یہی مسائل گلدستہ منظر کے موضوعات تھے۔ فروغ تعلیم کے لیے انہیں گاؤں گاؤں جا کر سکول کے لیے بچے اکٹھے کرنا پڑتے تھے۔ تعلیم کے پرچار کے لیے میاں منظر صاحب نے کئی نظمیں لکھیں اور قریہ بہ قریہ گا گا کر پیش کیں۔ ایک نظم کے بول سنیے:

لوکو منڈے پڑھا لو
کوئی مل نہ لگدا

پسوواں توں بندے بنا لو
کوئی مل نہ لگدا

صحت کے شعبہ کے لیے بول ملاحظہ ہو:

پانی صاف کرو
متے ہیضہ مار مکاوے
پانی صاف کرو

اشتمال اراضی کے لیے زمینداروں کو ترغیب دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

زمین اک تھاں تو کرائیں او زمیندارا او ہالیا
زمیندارا او ہالیا
ٹالہی والے ہل دا ہویں یارا
روہی والے کا گیا اجڑ کنارا
زمیندارا او ہالیا

نوائے منظر

میاں محمد اسماعیل منظر کا یہ پنجابی مجموعہ کلام پہلی بار ۱۹۸۸ء میں سائیں مولا شاہ ویلفیئر سوسائٹی کڑیال کلاں گوجرانوالہ نے شائع کیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن اسی ناشر نے ۱۹۹۴ء میں شائع

Marfat.com

کیا جبکہ ایک ایڈیشن البدر اکادمی لاہور نے سنہ اشاعت دیئے بغیر شائع کیا۔ یہ مجموعہ شاعر کے پوتے میاں ظفر مقبول نے مرتب کیا۔ جس کا سائز ۲۳x۳۶/۱۶ ہے اور صفحات ۹۶ ہیں۔ کتاب کے شروع میں جان پہچان کے عنوان سے راجا رشید محمود ایڈیٹر ماہنامہ نعت کا مضمون موجود ہے جبکہ پہلی گل کے عنوان سے میاں ظفر مقبول ایڈیٹر کتاب نے میاں صاحب کے بارے میں کچھ باتیں کی ہیں۔

کتاب میں کل ۴۰ نظمیں ہیں جن میں ۹ ترانے ہیں اور باقی نظموں کو مختلف نام دیے ہوئے ہیں جس کی تفصیل بالترتیب یوں ہے۔ تیرا نور چمکے ،اوہ مکّی مدنی ماہی، محمد ﷺ جیہا ہویا نہ ہونا ،سنیہڑا ، والی حوض کوثر، کربل دے نظارے، مولا شاہ دا لاڈلا، مولا شاہ دا دربار، سائیں حیدر شاہ ،مولا شاہ دے ملنگا، مولا شاہ دے ہٹ کڑے، میں رلدی رلدی، کافی، دوہڑہ، چرخہ، کوئل، کوئل سے، سوہنی گل، اک زنانی، غصہ، عاجزی تے انکساری، حسد، کھٹی لسی، کھنڈ ، پگڑی، دُکھ سکھ، گرم مسالہ ، روئے سخن، سہاگن، دنداں وچ تیلا، جانی، میرا ہے کشمیر، جوان بچیا، ڈھول سپاہیا، جدوں اون جہاز، دیس دا نوجوان، بہادر فوجی نوں خطاب، میں تے غازی بن ، بمب چھاتی نال بنھ اور سدھرا اپنی جگہ مسلّم ہیں تاہم شفقت تنویر مزرا (۵۳) اسی کتاب کے متعلق An answer to An old Question کے عنوان سے فرماتے ہیں کہ میاں صاحب فن شاعری سے خوب واقف ہیں انہیں حکمت اور میوزک سے بھی شغف ہے یہ ہارمونیم بجا لیتے ہیں اور شاعری کی دھنیں بنا لیتے ہیں انہوں نے فرمایا ہے کہ عبدالرشید ایم پی اے نے پگڑی کے حوالے سے جو ایشو اب پنجاب اسمبلی میں اٹھایا ہے جس سے بہت واویلا ہوا ہے اس موضوع پر میاں منظر صاحب نے بہت پہلے ایک نظم کہی ہے جو اُن کی اس کتاب میں موجود ہے اور کتاب سے یہ کوٹیشن بھی دی ہے۔

ننگے سر دا کیہا رواج چلیا بنھے بڈھا نہ کوئی جوان پگڑی
عزت شان انسان دی نال پگڑی نالے آبرو تے نالے آن پگڑی
پگڑی سراں دی راکھیاں کرن والی دھپ چھاں دی کرے پچھان پگڑی
واہ مینہ ہنیریوں کرے راکھی اعلیٰ شان والی میری جان پگڑی

Marfat.com

پگڑی وٹ وٹا بھرا بن دے — لج پال دی وچ جہان پگڑی

ساک رشتیاں نوں جدوں جوڑ دے نیں — میل جول دا ایہو نشان پگڑی

نوائے منظر میں شامل نظموں کا ہر عنوان ان کے گہرے مشاہدے اور مطالعے کا عکاس ہے اور ہر نظم میں قابل دانست و عمل درس شامل ہے۔

دکھ سکھ

اس عنوان میں دکھ سکھ کو لازمۂ حیات کے طور پر ذکر کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ۔

ایہناں ساریاں جھنجھوڑیاں نچوڑ ایہو آ
کسے گھٹ کسے ودھ دکھ سکھ ویکھیا

اور آخر میں یوں گویا ہیں:

اگوں چھڈ منظر بوہتا طول نہ کریں
گل دکھ والی کر کے کدوں سکھ ویکھیا

غصہ

اس نظم میں ابتدا ہی میں وہ غصے کی تکذیب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

دُر پھٹے مونہہ اس غصے دا۔۔۔۔

غصے کی بُرائیاں بیان کرتے ہوئے وہ اسے عقل و شعور کا دشمن، پیار و محبت کا ویری، اور سال ہا سال کے باہمی تعلقات کا قاطع قرار دیتے ہیں۔ غصہ کی شدت کو ایک سیلاب سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سیلاب میں بہہ جانے والے بڑے عاقبت نا اندیش ہیں:

ایہدے ہڑ وچ جہڑے رڑھ جاندے — اوہ کدوں پچھانہہ فیر مڑ گئے نیں

کد منظر ٹٹے جڑ گئے نیں — ایہہ بیٹھا ڈھول وجاوندا اے

در پھِٹے مونہہ اس غصے دا۔۔۔۔۔

Marfat.com

حسد

اس نظم میں وہ حسد کو ایسی آگ قرار دیتے ہیں کہ جس کے الاؤ میں حاسد ہمیشہ جلتا رہتا ہے۔ وہ دوسروں کے حال پر کڑھتا ہے ان کی عیب جوئی اور غیبت سے کفر کی حدود کو پار کر جاتا ہے۔ اس نظم کا مطلع اور مقطع حقائق کے عکاس ہیں:

مطلع:

کیہ حال دسّاں اوس حاسد دا جہڑا حسد دی اگ وچ سڑدا اے
اوہ سڑدا رہے نہ بجھدا اے سگوں سڑ سڑ کے سڑ مردا اے

مقطع:

جنہوں رب رکھّے نہیں مردا اوہ اتے ہار کدی نہیں کھا سکدا
جنہوں رب دی تھاپی ہووے منظر اوہ کسے میدانے نہ ہردا اے

عاجزی تے انکساری

ایک صوفیانہ رمز کی حامل نظم ہے جس میں دنیا کی اوگھٹ گھاٹی سے پار اترنے کا واحد طریقہ عجز و انکسار ہے اور اخروی زندگی کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کا راز اس امر میں ہے کہ تو ایک ہی ذات (ذات واحد) اور ایک ہی اپنے مرشد کامل (رسول مقبول ﷺ) کا ہو کر رہ۔

اک در تے آ سیس نوائیں | در در دے نہ دھکے کھائیں
تیرا بھر جائے آس دا کاسا | توں نیویں ہو کے کھال ٹپ لے
جیوندا رہوے تیرے سر دا سائیں | منظر در غیراں نہ جائیں
ایتھوں لنگھ جائیں دے کے پاسا | توں نیویں ہو کے کھال ٹپ لے

روئے سخن

آٹھ اشعار کی اس نظم کا ہر شعر درس اخلاق کا حامل ہے جو اپنے اندر صوفیانہ لے رکھتا ہے۔ دیکھیے:

Marfat.com

دولت حسن جوانی دا مان کاہدا جہڑے وانگ پرچھاویاں ڈھلن چھیتی
غصہ، لوبھ، ہنکار تے کبر چارے بندے چھڈ دیندے جہڑے سچ دے نیں

خلق جہی طاقت کوئی ہور ناہیں جہڑا ہاتھیاں کچھ کے زیر کردا
جہڑے آکڑاں پھاکڑاں کول رکھن چھتر لعنتاں دے اوہناں وجدے نیں

کینہ بغض تے حسد نے زہر تِنے چوتھی طمع جہڑی نقطے دار ناہیں
کشش انس والی جہدے وچ ناہیں اوہدے گھریں واجے کدوں وجدے نیں

نظم کے آخر میں بیان کیے گئے اخلاقی دروس کو بار بار پڑھنے اور ان کو بروئے کار لانے کی تاکید یوں فرماتے ہیں:

نکتے والڑی گل نوں کون جانے نکتہ دان جانے نکتہ دان جانے
گھڑی گھڑی منظر سارے پڑھن والے جہڑے شعر لکھے تساں اج دے نیں

اشعارِ تعلّی

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بیشتر شعرا اپنے اشعار میں ذاتی اوصاف ومحاسن کا خود ذکر کرتے ہیں جنہیں ''اپنے منہ میاں مٹھو'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تاہم یہ قاری کا کام ہے کہ وہ اپنی فہم وفراست اور فکر وخیال سے اس پر صاد دے یا اس کی نفی فرمائے۔ مگر میرے خیال میں تعلّی کا ہر شعر صدائے غیبی ہے جو شعر گوئی کے الوہی عطیہ کے اعتراف واظہار کا غماز ہے۔ اس ضمن میں میاں منظر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

نکتے والڑی گل نوں کون جانے نکتہ دان جانے نکتہ دان جانے
گھڑی گھڑی منظر سارے پڑھن والے جہڑے شعر لکھے تساں اج دے نیں

نرالا بول ہے تیرا نرالا قول ہے تیرا
عجب رنگینی ہے منظر تیرے گانے بجانے میں

Marfat.com

اوہ لبھ لیندا جہڑا ٹولدا اے گل منظر دی انمول کڑے

میاں محمد اسماعیل منظر کی غیر مطبوعہ شاعری کی اگر موضوعاتی تقسیم کی جائے تو وہ کچھ یوں بنتی ہے :۔

(الف) صوفیانہ شاعری

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ میاں صاحب کی شاعری کا بڑا حصہ صوفیانہ ہے۔ ان کی کہی ہوئی نظمیں قوال ان کے دادا سائیں مولا شاہؒ کے عرس پر بڑے اہتمام سے پڑھا کرتے تھے ۔جس کی تین مثالیں دی جا رہی ہیں :۔

تیرے شیدائی مولا شاہ

ترے شیدائی مولا شاہ کھڑے ہیں آستانے میں
کرم کیجو بھرو جھولی، مرادوں کی زمانے میں

تری دہلیز کو بوسہ دیا آ آ کے جس جس نے
مرادیں پا کے گھر آیا ، کمی کیا تھی خزانے میں

ترا یہ معجزہ ہے، ایک بے اولاد عورت کو
بطن کے دوسری سے لے دیا ہے اس گھرانے میں

نگاہ سے بار اک دیکھا جسے بیتاب کر پایا
نشانہ جا لگا دل پر مگر ، پورے ٹھکانے میں

کہاں ڈھونڈوں کہاں پاؤں ، کہاں دیکھوں کہاں جاؤں

Marfat.com

کرو ساقی ذرا جلدی وصل کی مے پلانے میں

تیرے در پر تیرا مقبول لے کے عرض آیا ہے
بھلا کیا دیر ہے معصوم کا اب دل بہلانے میں

نرالا بول ہے تیرا نرالا قول ہے تیرا
عجب رنگینی ہے منظر تیرے گانے بجانے میں (۵۴)

نشاں آ گیا

سب زماں آ گیا، سب جہاں آ گیا — تیرے دربار کا اک نشاں آ گیا
بس گیا سب جہاں، دیکھو کر کے دھیاں — میرا مولا میرا پاسباں آ گیا

تیرے چہرۂ انور کی پائی جھلک — دیکھنے آ گئے چاند تارے فلک
تیری زلفِ دوتا کی یہ تازہ مہک — پھر بہاروں کا تازہ سماں آ گیا

کالی بھوری کے مالک میرے مولا شاہ — اولیائے زمانہ کے اے شہنشاہ
تیری نظرِ کرم کی پڑی جو نگاہ — میری جھولی میں سارا جہاں آ گیا

تو ولی ہے ولایت تیرے نام ہے — میری بگڑی بنانا تیرا کام ہے
کیا فلسطین بصرہ تو کیا شام ہے — تیرے قدموں میں ہندوستاں آ گیا

تیرا تیرہ میں دربار ہے بے گماں — تُو اُدھر تُو اِدھر، تُو وہاں تُو یہاں

Marfat.com

جس جگہ تجھ کو ڈھونڈا ، ہے پایا وہاں جس جہاں میں پکارا ، وہاں آ گیا

کلمہِ حق پکارے ہے ہر اک زباں دیکھو عشق نبی ﷺ کا یہ ظاہر نشاں
منتظر تھے ملائک فلک کہکشاں یہ زیارت کا منظر نشاں آ گیا
(۵۵)

سرکار مولا شاہ

کھڑے ہیں آستانے میں تیرے سرکار مولا شاہ
فقط مقصد ہے اک میرا تیرا دیدار مولا شاہ

نہیں حاجت ہے دولت کی ، نہیں خواہش مراتب کی
رخِ انور کی ہے بس ، اک جھلک درکار مولا شاہ

خریدے گی جو یوسفؑ کو زلیخا، ایک انٹی سے
تو میں دل پیش کر دینے کو ہوں تیار مولا شاہ

جہاں دیکھا وہیں پایا ، جہاں ڈھونڈا نظر آیا
میرا مولا ہے ہر جائی ، میرا غمخوار مولا شاہ

اگر مقصود ہے عشق و محبت کی خریداری
چلے آؤ خریدارو کھلے بازار مولا شاہ

اگرچہ دور ہوں منظر مگر بندہ تو تیرا ہوں
جگہ مجھ کو بھی مل جائے ترے دربار مولا شاہ (۵۶)

Marfat.com

(ب) نجی شاعری

نجی شاعری کے حوالے سے ان کا بے پناہ کلام دستیاب ہے جن میں سے ہم یہ تین نظمیں شاملِ مقالہ کر رہے ہیں۔

میرے لختِ جگر

کیوں مان لیا آپ نے ہر غلط خبر کو
کیوں بھول گئے بہن کو اور ماں کو پدر کو
کیوں نارِ جہنم کی سفارش نہ کروں گا
دشمن نے لیا چھین میرے لختِ جگر کو
روتی ہوئی ہمشیرہ کے آنسوؤں کو نہ دیکھا
نہ دیکھا گیا ماں کے بھی اس دیدۂ تر کو
کیوں فیصلہ یک طرفہ کیا ، ذہنِ رسا نے
کیوں خواندگی میں بھول گئے اہلِ نظر کو
جادو سا کیا کس نے وہ تھا کون حرامی
جھانکا نہ گیا سامنے نہ اِدھر اُدھر کو
تم ہو گئے گمراہ کیا خواب میں میں ہوں؟
کیوں حوصلہ دیتے رہے تم ایک نڈر کو؟
کیوں مکر کے ہتھکنڈوں میں تم جکڑ گئے ہو؟
ماں باپ کے تم بھول گئے میٹھے ثمر کو
کیوں غیر کے پھندے میں ہو جب میرے کہلاؤ

Marfat.com

میں جان فدا تم پر کروں مال کو زر کو
یہ جھوٹ کا چنگل تو بڑا سخت ترین ہے
کیوں عقل نے تسلیم کیا ایسے مکر کو؟
کیوں ایسے مکّاروں کا بھلا ساتھ دیا ہے؟
دیکھا نہ گیا شان کو اور میری قدر کو
میں ہاتھ سے اپنے اسے برباد کروں گا
جو شخص کہ بہکائے میرے رشکِ قمر کو
کیوں غلط روش کا یہ کیا ارادہ؟
ٹھوکر سے کیوں توڑ دیا دل کے گھر کو؟
مرضی سے میری شوق سے بچوں کو لے جاتے
اور ساتھ ہی لے جاتے ذرا ایسے فخر کو
گستاخ کو گستاخی کی تم سخت سزا دو
پہچانو ذرا غور سے تم شانِ پدر کو
دشمن کے تو ناپاک ارادے ذرا دیکھ
کس طرح جدا کر دیا بیٹے کو پدر کو
بیگم تو تمہیں اور بھی مل سکتی ہے بیٹا
بازاروں میں تم ڈھونڈو ذرا اپنے پدر کو
اللہ کی سب دین ہے تو اس پر نظر کر
میں ساری عمر غیروں کے کام آتا رہا ہوں
اس شیشۂ دل کی صفائی پہ نظر رکھ

Marfat.com

ٹھوکر نہ لگا دینا کوئی میری قبر کو
پردیس کو کیوں بچوں کو پھر نالاں کیا ہے؟
بھٹکا ہوا تو شام ہی آ جاتا ہے گھر کو
رنجیدہ ہے ماں بہن تیری شام و صبح ہی
کہیں ایسا گرہن سا لگا میرے بدر کو
عیّاروں سے مکّاروں سے اب دور ہی رہنا
چمڑے کا ہے یہ سکہ چلا چھوڑے زر کو
تو چشمِ بصیرت کو ذرا کھول کے دیکھ
جاتا ہے بھلا کون کوئی چھوڑ کے گھر کو؟
نہ بھولو کبھی میری دعاؤں کے اثر کو
یعقوبؑ نے بھی دیکھا نہیں ایسے ہجر کو (۵۷)

اولاد جب سنِ شعور کو پہنچتی ہے تو اس کا مستقبل سنوارنے کیلئے اکثر و بیشتر ہجرت کرنا لازمی ہو جاتی ہے۔ اسی ہجرت کو حساس شاعر نے اس وقت محسوس کیا جب ان کے فرزندِ اصغر پروفیسر میاں غلام رسول اپنے بچوں کو حافظ آباد میں لے گئے تو ۱۳ اپریل ۱۹۸۰ کو انہوں نے اپنے بیٹے کی جدائی میں یہ نظم کہی۔

جاذب کے بعد

رونق ہماری چھین کر نادان لے گیا
جیسے کہ کوئی زیست کا سامان لے گیا
اب چھا گئی ہیں ہر طرف مایوسیاں بہت
لے دے کے ایک جان تھی وہ جان لے گیا

Marfat.com

چھینا گیا ہے ہم سے تو گھر کا چراغ بھی
سب روشنی سمیٹ کر دربان لے گیا
اب جاذبِ نظر آتی نہیں گھر بھر میں کوئی شے
جاتے جاتے دل لگی کا بھی سامان لے گیا
آنکھیں بھی اشکبار ہیں دل ہے نڈھال سا
کیسے کلیجہ تھام لوں ذیشان لے گیا
جرأت تو دیکھیے ذرا کتنا دلیر تھا
بات نہ تھی کوئی مگر میدان لے گیا
میں کاٹ دوں گا ہاتھ سے ایسی زبان کو
اس یاوہ گو کو کونسا انسان لے گیا
ٹھکرا کے ناز و پیار کو پامال کر کے وہ
دامن میں کوئی سازشی طوفان لے گیا
اے سنگدل مشیر تیرا خانہ خراب ہو
دنیا کو چھین کر میرا ایمان لے گیا
غم غلط جس کے کھیل سے کرتا تھا میں
اس ''مہ جبیں'' کو کون سا بے ایمان لے گیا
خالی کرا کے لے گیا دادی کی گود کو
نا اہل چھین کر سب مان لے گیا
کر حوصلہ بلند تو منظر یہی سمجھ

Marfat.com

''جاذب'' کو کوئی ''رانی'' سے انجان لے گیا(۵۸)

یہ نظم بھی پہلی نظم ہی کی مثل ہے جو شاعر نے اپنے پوتے میاں قمر مقبول جاوید کے لیے کہی جب وہ اپنے بچوں کو گوجرانوالہ میں اپنے پاس لے گئے۔

دربار مولا شاہ

نہ ایہہ مسجد نہ ایہہ مندر نہ کوئی بت خانہ
ایہہ مسکن اے مولا شاہی جو سی قطب زمانہ

ولیاں نوں کدے موت نہ ہوندی جانے سب زمانہ
اسی تسی تے ویکھ نہیں سکدے ویکھے کوئی سیانہ

دفن ایتھے نہ مردہ کوئی نہ مڑیاں قبراں
پڑھو نماز تے کرو تلاوت ایہہ نہیں میخانہ

ویکھ آن نشان فقیری ایہہ فقیر دا ڈیرہ
کم علماں دا علم پرانا جانن حال زمانہ

ولیاں اتے رحمت رب دی کفر شرک توں دوری
پوڑی باجھ نہ کوٹھے چڑھیا ویکھیا کوئی گھرانہ

رب دی ذات اے سارے تھائیں تھاں کوئی خالی دسو
انجاناں نوں خبر نہ کوئی ایہہ انمول خزانہ

گنبد اک نشان اے، جانو اصل تلاوت خانہ
توں ایویں شوشے چھڈ نہ ملاں ایہہ بے عقل زمانہ

Marfat.com

۱۹۹۱ء میں شاعر نے اپنے گاؤں میں اپنے دادا سائیں مولا شاہؒ کے مزار کی یادگار تعمیر کروائی جس پہ کچھ مخالفین نے نقطہ چینی کی تو ان کے اعتراضات میں میاں صاحب نے مندرجہ بالا نظم کہی۔ اس نظم میں شاعر نے معترضین کے اعتراضات کا جواب دیا ہے کہ یہ مولا شاہ کا مسکن ہے نہ کہ کوئی قبر، مڑھی اور بت خانہ ہے۔

ان نظموں سے شاعر کی اندرونی کیفیات اور وہ جس کرب سے گزر رہا ہے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(ج) شخصی شاعری

میاں صاحب نے اپنے عزیز و اقارب اور میل ملاقاتیوں کے لیے بے شمار شاعری فرمائی ہے۔ جن میں سے ان کے بڑے قریبی دوست فتح محمد نمبردار اور ان کے دو بیٹوں کے متعلق الگ الگ نظمیں کہیں۔

نمبردار کے لیے کی ہوئی شاعری یوں ہے:

فتح محمد نمبردار

فتح محمد نمبردار وڈا اوہدا ہے کردار
اپنے کنبے دا سردار رکھدا ساریاں نال پیار
فتح محمد نمبردار

امرتسر دا اوہ باشندہ نہ ہے موچی نہ بافندہ
ذات دے وچہ نہ گورکھ دھندہ راجپوت ہے خودمختار
فتح محمد نمبردار

پنڈ دا ناں ہے مالو وال جتھے آڈ نہ سؤا کھال
کلر تھور دا نہیں سی کال چار چوفیرے جنگل بار
فتح محمد نمبردار

Marfat.com

نہ ایہہ مرد نہ عورت ذات ایہہ نہیں کرنے والی بات
ہے برابر دن تے رات اک دن دے وچہ پہر نے چار
فتح محمد نمبردار

سچی کردا منہ تے گل بھانویں آوے نہ کوئی ول
اک سنڈھے دا واہوے ہل تتا تتا دی وجدی تار
فتح محمد نمبردار

جیکر کول فرشتے آون اسدے کولوں جھڑکاں کھاون
ڈھال باچھ وچ ناواں پاون بھج بھج جاندے مار و مار
فتح محمد نمبردار

کہے انہاں نوں مُڑ کے آئیو چوکیدارہ نال لیائیو
وچہ بقائے نہ پھس جائیو کر دیندا اے خبردار
فتح محمد نمبردار

بڑی کمائی کرکے آوے ڈھال باچھ جدوں لے کے جاوے
رِکتوں تماکو گنڈے لاوے مرچ لیاوے دو تن چار
فتح محمد نمبردار

بیٹھک دے وچ جد وی آوٗ حقہ پیو گھر نوں جاوٗ
روٹی پانی نہ لیاوٗ میں نہیں دینی دُدھ دی دھار
فتح محمد نمبردار

لاری تے ایہہ جد چڑھ جاوے پاٹے ٹائر یا پنچر ہووے
یاں رستے وچ انج کھلووے رہن مسافر ادھ وچہ گھار

Marfat.com

فتح محمد نمبردار

چھوٹا ہوندا ڈنگر چارے لوکاں دی اے فصل اجاڑے
بن اسیسر پھر سرکارے رشوت لیندا آنے چار
فتح محمد نمبردار

اکھاں نوں ایہہ عینک لاوے بابو بن بن کے دکھلاوے
حرف نہ کوئی نظریں آوے ایویں پھڑ لیندا اخبار
فتح محمد نمبردار

اسدا ہر اک نال پیار خسریاں دا پر نہیں او یار
ویلھا رہندا نہیں کوئی کار پڑھدا رہے ستگور کرتار
فتح محمد نمبردار

پر ہے ایہہ سبھناں دا بیلی موچی ہو یا چوہڑا تیلی
میل ملاپڑیاں دا میلی نرم رسیلی ہے گفتار
فتح محمد نمبردار

ہو جاوٗ ہو جاوٗ سب نوں کردا جدوں وی حقے دا گھٹ بھردا
شام و شام بُنگل وچ وڑدا اٹھ بہندا جدوں وجدے چار
فتح محمد نمبردار

ہتھ وچوں سوٹی نہ چھڈّے کُرتے وچوں جوں نہ کڈّھے
ہو گئے ہن موترے ہڈّے چلنوں پھرنوں ہے بیزار
فتح محمد نمبردار

چھڈ منظر ہن بس کر یار تیرا اوہ ڈاہڈا یار

Marfat.com

مونہوں کِردے پھُل انار   جد اوہ بولے نال پیار

فتح محمد نمبردار

(٦٠)

اس نظم میں شاعر نے فتح محمد نمبردار کے کردار اور شخصیت کی خوبیاں بیان کی ہیں۔اس کے قبیلے، رہائش، ذات پات، عادات و خصائل کا ذکر ہے۔شاعر نظم کا اختتام بڑے تھکے انداز میں کرتے ہوئے کہتا ہے کہ چھوڑ اے منظر وہ جیسا بھی ہے تیرا دوست ہے۔شاعر کی یہ نظم دوستانہ بے تکلفی کا بہترین نمونہ ہے۔

میاں صاحب جس طرح نمبردار صاحب کے ساتھ محبت رکھتے تھے اسی طرح وہ ان کے سب گھر والوں کے ساتھ محبت رکھتے تھے۔ان کے ایک بیٹے حمید خان کے متعلق کہی ہوئی نظم ذیل میں درج ہے:-

حمید خان

ہے حمید یاراں دا یار   سن دا اک تے کردا چار
ہنس مکھ تے خوش گفتار   یار نے اہدے کئی ہزار
موچی ماچھی تے گھمیار   کردا پھردا مار و مار
ہے حمید یاراں دا یار

نہ تھکدا نہ تھک کے بہندا   دُھپ دی سختی سر تے سہندا
اڈ اڈ بھج بھج کم نوں پیندا   نزلہ ہو یا ہووے بخار
ہے حمید یاراں دا یار

اکلّے دی اے اسدی واہی   بنجر کلر کیتا چاہی
لیندا نہ اک منٹ وی ساہی   زمینداراں دا نمبردار
ہے حمید یاراں دا یار

Marfat.com

منہ انھیرے لے ولٹوئی ڈیرے جا کے اک مہیں چوئی
دوجی پنکھڑ نال کھلوئی دوہاں دی کلّا کڈھدا دھار
ہے حمید یاراں دا یار

آپے واہے آپے بیجے ہتھ نہ لایا دوجے تیجے
نہ سدا ایہہ پُت بھتیجے واہی دے وچ ہے ہشیار
ہے حمید یاراں دا یار

ڈیرے تے اک بھٹی لائی دو لکھ اس وچ اِٹ اے پائی
جاں بھٹی نوں اگ چا لائی پکیاں اِٹاں بے شمار
ہے حمید یاراں دا یار

ہے ایہہ بُہتا سگھڑ سیانا اچھا عمدہ ایہدا کھانا
کلّے سر تے تانا بانا نال نہ موچی نہ گھمیار
ہے حمید یاراں دا یار

ڈیرے تے نیں باغ بہاراں رُکھ درخت نے کئی ہزاراں
ٹیوب ویل دیاں پین پھوواراں چھک چھک انجن دی چھنکار
ہے حمید یاراں دا یار

رتبہ ایہدا دُون سوایا مولا شاہ ایتھے ڈیرہ لایا
الا اللہ دا سبق پڑھایا منظر آئی رُت بہار
ہے حمید یاراں دا یار

(۶۱)

اول الذکر نظم کی طرح اس نظم میں بھی موصوف کے گن گائے گئے ہیں اور اسے باپ والی خصوصیات کا حامل قرار دیا گیا ہے۔ آخر میں اس کے ڈیرے کی رنگینیاں بیان کی گئی ہے جس

Marfat.com

کا سبب نشان دربار مولا شاہ کو قرار دیا گیا ہے۔

میاں صاحب نے نمبردار کے سب سے بڑے بیٹے دیوان خان کے لیے بھی ایک نظم کہی جو یوں ہے:

دیوان خان

نہر کا پٹواری دیوان راجپوت خاصا بلوان
باپ کا نام فتح محمد نمبردار ہے جو ذی شان
ہیں محمود حمید برادر تینوں کے ہیں الگ مکان
بیٹے دو ہیں ماشاء اللہ چھوٹا طارق بڑا زمان
کیری کپری بلّی آنکھیں تیز طبیعت تیز زبان
گھومنا پھرنا کام ہے اس کا وعدہ وفا ہے ایک زبان
دوست دشمن اس کو جانے نہ جانے کوئی نا فرمان
ایک کو کھینچے ایک کو چھوڑے رکھے ہر اک طرف دھیان
ہے تقریر بھی سب سے اعلیٰ مینہ آندھی ہے طوفان
سیدھی سن لو الٹی سن لو سن لو بیٹھ کے گجڑ گیان
قول کا سچا آن کا پکّا پیٹ کا ہلکا ہے پہلوان
راست گوئی میں ہے یکتا نکتہ چین بھی نکتہ دان
ادب لحاظ میں ہے شرمیلا تیری میری سب کی جان
ندی کا دریا کر دے فوراً بی بی سی ہے پاکستان
یاد رکھے یہ ہر دوست کو جیسے یاد ہے فضل رحمان
اس کا شغل ہے ادنیٰ اعلیٰ ہر جا رکھے خوب دھیان

Marfat.com

دریا قطرہ ایک برابر ایک ہے اس کو زمیں اسمان
بات کا سچا قول کا پکا دانا بھی ہے اور نادان
ہر مجلس کا رنگ یہ بدلے واہ وا واہ وا میں قربان
سن لے دو ایک ہے کہتا کان ہیں دو ایک زبان
جوش ہوش میں افضل اعلیٰ رکھ لیتا ہے سب کا مان
بصرہ کی بغداد کی سن لو کھل کر کہہ دو خبر رسان
کہنے میں کچھ باک نہیں ہے بھلے بُرے کی ہے پہچان
عیب جوئی ہے شغل ادنیٰ صدر سکتر ہے پردھان
باطن کا یہ صاف ہے منظر
تیرا تو ہے، قدردان (۶۲)

یہ نظم بھی پہلی نظموں کی عکاسی کرتی ہے اس میں استعمال ہونے والی تراکیب نے نظم کے حسن میں دو چند اضافہ کر دیا ہے جیسے کیری کپری بلی آنکھیں، تیز طبیعت، تیز زبان، راست گوئی، نکتہ چین، نکتہ دان، گجڑ گیان، خبر رسان، بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

(د) طنزیہ شاعری

میاں محمد اسماعیل منظر کے کلام میں طنزیہ شاعری کے بے شمار نمونے ملتے ہیں جن میں سے چند ایک یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔

بھین دا بھائی غلام رسول

بھین دا بھائی غلام رسول سمجھو اس نوں اپریل فول
گل نہ کوئی پوری کردا جھوٹ دے پیا بھڑولے بھردا

Marfat.com

نہ اوہ جِتندا نہ اوہ ہردا وعدے دا اے نامعقول
بھین دا بھائی غلام رسول

بھین سکی دی حامی بھردا دوجی نال لڑائی کردا
گل اوہدی نہ کوئی جر دا ہیگا ہے اوہ بے اصول
بھین دا بھائی غلام رسول

ہتھیں جیہے آپ پڑھایا پالیا پوسیا اتے ویاہیا
پھیر اس نوں نوکر کروایا بات نہ اس دی کرے قبول
بھین دا بھائی غلام رسول

گل کرے تے جھٹ پٹ مکرے اکھاں دے وچ رکھدا ککرے
بھین دے سن دا جھوٹے دکھڑے اس گلوں اوہ ہے مجہول
بھین دا بھائی غلام رسول

جدوں ویاہی نہ ایہہ آیا نہ آیا نہ پھیرا پایا
بھین دا اج بھرا بن آیا کر لیا وچ نظراں مقبول
بھین دا بھائی غلام رسول

دوجی نوں اک نظر نہ ویکھے کردا بہہ بہہ ملے لیکھے
تیرے ہے نہ ماپے پیکے بھین نہیں تو ساڈی مول
بھین دا بھائی غلام رسول

سکی بھین نے لاہ لئی لوئی دوجی نوں اوہ سمجھے موئی
آکھے تیری چیز نہ کوئی گل نوں دیندا جاندا طول
بھین دا بھائی غلام رسول

Marfat.com

وچ مقدمے آن پھسایا خوف خدا دا مول نہ آیا
منہ کالا ہتھیں کروایا رکھیا نام غلام رسول
بھین دا بھائی غلام رسول

اینویں جھیڑا جھانجا پایا اپنا آگو آپ گوایا
بھائیاں نے در توں درکایا ڈھڈ وچ پا لیا آپے سُول
بھین دا بھائی غلام رسول

متھے مول نہ لگدا ڈردا نہ ہن ڈبدا تے نہ تردا
نال شرم دے جاندا مردا اکھاں دے وچہ پا لئی دھول
بھین دا بھائی غلام رسول

جائیداد دی کرے ونڈائی ہتھ چکدے نوں شرم نہ آئی
ساکاں دے وچ پائی جدائی گل نہ کوئی ہے معقول
بھین دا بھائی غلام رسول

بھٹی دا ایہہ دشمن بھارا بھین دے ہتھوں سی دکھیارا
کردا رہیا ایہہ۔ آپ کنارا رہندا سی ایہہ آپ ملُول
بھین دا بھائی غلام رسول

ڈوم بنے نیں اج توں رانے کوٹھی وچ پے گئے دانے
متوفی نہ اوہنوں جانے ایہہ سی سود تے اوہ سی مول
بھین دا بھائی غلام رسول

اج سولے نوں چانن ہویا بھین نوں وچ کچہری ڈھویا
سمجھیا ہن تے بھٹی مویا دیندا سی اوہ نک وچہ سُول

Marfat.com

بھین دا بھائی غلام رسول

ٹڈیاں نوں اج مے لگے ہوگئے جد کالے توں بگّے
پچھے تردے اگے لگّے لُٹدے پھردے اصل تے مول
بھین دا بھائی غلام رسول

جائیداد دا مالک بن دا گُتّاں نال لڑائیاں کردا
نہ مرداں دے ویہڑے وڑدا جھوٹ دا پُتلا نامعقول
بھین دا بھائی غلام رسول

غیرت مند ایہہ مرد نہ جاپے بھین دے پائے ہوئے سیاپے
نہ سوہرے نہ چھڈے ماپے بھَنّی منجے دی جس چُول
بھین دا بھائی غلام رسول

بھین ہے اوہدی نام بشیراں کر دتیاں جس لیراں لیراں
اج اوہ بن گئی بدر منیراں کھول کیہ دسّاں سارا پول
بھین دا بھائی غلام رسول

جنہاں نال توں متھا لایا لا کے متھّا نہ سکھ پایا
مکھن پانی وچ نہ آیا ایہہ کوئی نہیں کاغذ دے پھول
بھین دا بھائی غلام رسول

(۶۳)

یہ نظم شاعر نے اپنے پسر اصغر کے سسر حسن محمد بھٹی کی وفات کے بعد ان کی بیگمات کے درمیان بٹوارے کا مسئلہ پیدا ہونے پر کہی جس میں ان کے بیٹے کی سوتیلی ساس کے بھائی غلام رسول نے کچھ زیادہ دلچسپی لی چونکہ میاں صاحب کا بھٹی صاحب مرحوم کے ساتھ کچھ زیادہ ہی دوستانہ تھا اس لیے انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار ایسے کیا۔اس نظم میں شاعر نے پنجابی ضرب الامثال کی خوب بھرمار کی ہوئی ہے۔ جیسے ٹڈیاں نوں اج لگے مے، اکھاں دے وچ رکھدا

Marfat.com

ککرے، لاہ لئی لوئی، ڈوم بنے اج توں رانے، کوٹھی وچ پے گئے دانے، دیندا سی اوہ نک وچ سول، پیچھے ٹردے اگے لگے، مکھن پانی وچ نہ آیا وغیرہ۔

سیے ناگ

ویکھ لیے اساں سیے ناگ
لوک کپتے بے شعورے نہ بندے نہ بندے لاگ

بھیڈ مہیں وچ فرق نہ جانن گھر گئیاں نوں گھٹ پچھانن
دُدھ وچ سُٹدے کھٹی جاگ ویکھ لیے اساں سیے ناگ

پہل پہل وچ اگے چلن ، اگوں ہٹ کے پچھا ملّن
چیل نوں آکھن کالا کاگ ویکھ لیے اساں سیے ناگ

۶۵ روپئے تھالیوں کڈھن ڈولی ، پینکھڑ وکھرا کڈھن
۱۰۰ روپیہ دودھ دا ۔ لاگ ویکھ لیے اساں سیے ناگ

پھردیاں تردیاں کڈھن اکھاں بھیڈ بھہارو ویکھن لکھاں
بندیاں دی اینہاں نہیں تیاگ ویکھ لیے اساں سیے ناگ

وسدے، سجدے، پیدے، کھاندے ویکھ پروہنے غش وچ آندے
کھاندا ہر کوئی اپنا بھاگ ویکھ لیے اساں سیے ناگ

Marfat.com

میاں صاحب ایک شادی پر فیصل آباد کے ایک گاؤں سیمے ناگ میں باراتی کی حیثیت سے گئے ان لوگوں کا انتظام بہت اچھا تھا بس ذرا اندازِ تکلم ترش تھا جس کو میاں صاحب برداشت نہ کر پائے اور نظم کہہ دی جس میں کہا گیا ہے کہ وہ ھذا کے لوگ چیل ، کوے اور بھیڑ بھینس کے واضح فرق سے بے بہرہ ہیں اور انھیں لاگوں کے نام سے کثیر رقم مانگتے ہوئے ذرا عار نہیں آتی۔

سوئے مکتب

ایک دن اتفاق سے میں سوئے مکتب چل دیا
پیش قدمی کے لیے چند قدم وہ آگے بڑھا
سسکیاں وہ لے رہا تھا رو پڑا رونے لگا
جھک گیا اور جھکتے جھکتے مجھ سے یوں گویا ہوا
کیا کہوں کس سے کہوں میں کس زبوں حالی میں ہوں
کیا کروں کیسے کروں کیونکر کروں یا نہ کروں
سربراہ درسگاہ کو مجھ سے کچھ نفرت سی ہے
پاسباں میرے ابھی تو طفل مکتب ہیں سبھی (۶۵)

میاں صاحب ۱۹۶۸ میں گورنمنٹ ہائی سکول کڑیال کلاں سے ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے تو اتفاق سے سکول کے گردونواح میں ان کی اراضی ہے جس وجہ سے ان کا اس طرف آنا جانا رہا ان کی ایک بیاض میں سے ہمیں ایک ادھوری نظم ملی جو سکول کی زبوں حالی بیان کرتی نظر آتی ہے۔

(ر) مرثیہ نگاری

یوں تو شاعر نے اپنے عزیز واقارب اور میل ملاقاتیوں کے ان گنت شخصی مرثیے کہے ہیں جن کا حزن و ملال قاری کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتا جن میں سے یہاں دو طویل مرثیوں اور

Marfat.com

ایک چھوٹے مرثیہ کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں ۔

گوگا اور اس کی ماں

ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گمان

بشرٹ زیب تن تھا تو پاؤں میں چپل تھا
گوگا بمثل چاند تھا ایسا تھا شکل کا
گھر سے مگر نکلنا تو دھوکا تھا عقل کا
گزرے جو وقت ہاتھ میں آتا ہے پھر کہاں

ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں

ابا بھی اس کا ساتھ تھا خالہ بھی ساتھ تھی
بھائی بھی ماموں زاد بھی خالہ کی گود بھی
گھر سے چہل قدم چلنے خوش خوش خوشی خوشی
کیا وقت نصیب تھا خوش بخت سا سماں

ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں

قدرت کے اختیار میں کچھ اور بات تھی
اللہ تھا اللہ ہر جگہ اور اسکی ذات تھی
تھی شام شام بعد ہی پھر کالی رات تھی
طرّہ تو تھا یہ آندھی طوفان تھا بیکراں

ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں

Marfat.com

اپریل کی تاریخ تھی چھ ، دن جمعہ کا تھا
تیرے تو بھید تیرے ہیں اے خالق اعلیٰ
چاہے جو پل میں کر سکے کیا عذر بشر کا
طاقت ہے کس کو دخل کی اے مالک جہاں

ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں

اسی پردے میں گھات موت کی آنکھوں سے دور تھی
تھی موت لبِ جو کھڑی دیکھتی رہی
ہو کر رہی وہ بات جو ہونا ضرور تھی
آیا ٹرک موت کی شکلوں میں ناگہاں

ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں

خالہ کی گود سوتا تھا بے خوف و بے خطر
جنت کی سیر کر رہا تھا نیند میں مگر
اتنے میں آکے لگتی ہے ٹکر بالائے سر
ہو کر شہید جا گرا کوثر میں بے گماں

ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں

امّاں نے سر پیٹ کر ابّا نے چیخ کر
یہ لٹ گئے غریب پر آیا نہ کچھ نظر
دے دی دہائی خالہ نے میں تو گئی ہوں مر
ہائے چاند میرا ڈوب مرا زیرِ آسماں

Marfat.com

ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں

بازو شکست تھا تو بدن چور چور تھا
خالی تھی گود زخم ہوا اتنا ضرور تھا
ہو گا وہ ماہ دُرِ لبِ جُو گھاس میں چھپا
ڈھونڈا نہ پایا وہ نہ اس کا کہیں نشان

ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں

سر پیٹ ڈالا تینوں نے دے دے دوہائیاں
امّاں نہ باپ پاس نہ امّاں کی جائیاں
اک دوسرے کو کہتا تھا خوشنود ہے کہاں
سبزہ تھا سڑک تھی نہر تھی نہ تھا وہاں

ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں

اس وقت کوئی داد کو پہنچا نہ راہگیر
جاتے تھے نکل نکل کر سینوں سے پار تیر
خوشنود خود تو پیتا تھا، خلد بریں میں شیر
کھویا جنہوں نے ان کو یہ تھا حشر کا میداں

ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں

مشرق کو دوڑتا کوئی مغرب کو جاتا تھا
کوئی بین کر کر المدد کہہ کہہ سناتا تھا

Marfat.com

جو ڈھونڈتا تھا ڈھونڈ کر کچھ بھی نہ پاتا تھا
پھر کیا تھا اسکی چیخ سے ہلتا تھا آسماں
ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں

المختصر کہ گود کو خالی کیے ہوئے
پھر پاؤں لڑ کھڑاتے لیے سوئے گھر چلے
تھمتے نہ راہگزر کے بھی آنسو تھے چشم کے
کھانا کہاں کا سونے کا نہ تھا اسے دھیاں
ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں

بازو شکستہ خالہ جو بیتاب ہو گئی
جملہ مصیبتوں میں مصیبت یہ آ پڑی
کربل کا واقعہ تھا مصیبت کی تھی گھڑی
تعزیر کے جواز میں دینا تھا اب یہاں
ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں

کیسے گرا کیونکر مرا کیا واقعہ ہوا
اُچھلا سڑک میں ہے کیا نہر میں گرا
جلدی سے سطح آب کو چھانا تھا لاپتہ
اپنا کسی پہ وہم ہے شک ہے نہ ہے گماں
ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں

Marfat.com

چلتے رہے تمام شب نعرے فلک شگاف
پانی نے اسکی لاش کو دیکر غسل غلاف
انداز ظالمانہ میں دے کر جواب صاف
جاؤ ملے گا اب نہیں ڈھونڈو جہاں تہاں

ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں

جب صبح ہوئی تو نہر نے چھاتی اُبھاری
اور لے کر اپنی گود میں گودی سنوار لی
پھر جستجو بسیار کی تب لاش پا گئی
رویا کبھی جو نہ تھا وہ رویا کہ الاماں

ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں

دم کون مارے کام ہیں تیرے ہی اے خدا
معصوم و بے گناہ کو ملی کون سی سزا
بس روک دے قلم اے منظرؔ نہ آگے جا
یہ واقعہ ناقابلِ فراموش ہے میاں

ایک روز گھر سے چل دیئے گوگا اور اسکی ماں
نکلے بغرض سیر تھے بے خوف و بے گماں (۶۶)

۹ مئی ۱۹۶۲ء کو ان کا نواسہ خوشنود ولد محمد علی رہبر دھرم پورہ لاہور نہر میں ڈوب کر فوت ہوا جس کے غم میں آپ نے اس کے ڈوب جانے کا پورا واقعہ نظم کیا۔ جس میں شاعر نے مرحوم کے لباس، تاریخِ واقعہ، ماں اور خالہ کے جذبات کی نقشہ کشی کی ہے۔ جس سے قاری ایسے محسوس کرتا ہے کہ سارا واقعہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

Marfat.com

میرے چھوٹیا ویرا

میرے چھوٹیا ویرا ماں پیو جائیا
مینوں چھڈ کے اکلا کتھے ڈیرا جا لایا
تیجا سمجھ کے پتر ہتھیں پال پڑھایا
تینوں دوہری واریں اپنے ہتھیں ویاہیا
ٹر گئیوں باغ نوں چھڈ کے ویلا ویکھن دا آیا
مینوں چھڈ کے اکلا میرے چھوٹیا ویرا
پھلیا باغ سی تیرا ہوئی دل نوں تسلی
تنگی ترشی میں ساری تیرے واسطے جھلی
منگ منگ رب توں دعاواں میں اپنا ثانی بنایا
مینوں چھڈ کے اکلا میرے چھوٹیا ویرا
آوندے بال ایانے روندے بھیناں تے بھائی
ساری عمراں دا ہوکا تیری وچ جدائی
کیویں موت نے پنجہ تیرے گل وچ پایا
مینوں چھڈ کے اکلا میرے چھوٹیا ویرا
پچھلے پہرے دا توں ای میرے دل دا سہارا
ساری عمر توں کیتا میرے نال گزارا
جاندی وار نہ مینوں دل دا حال سنایا
مینوں چھڈ کے اکلا میرے چھوٹیا ویرا

Marfat.com

تیریاں ساریاں وفاواں میرے سینے تے بھائی
کوئی بول نہ رڑکے جانے ساری خدائی
میرے نال توں ایہنا سوہنا وقت لنگھایا
مینوں چھڈ کے اکلاّ میرے چھوٹیا ویرا

ساری عمر نہ ہویا جھگڑا نہ جھانجا
لوکی جاندے سارے ساڈا شیر سی سانجھا
چھاتی نال لگا کے اپنا فرض نبھایا
مینوں چھڈ کے اکلاّ میرے چھوٹیا ویرا

کیتی لوکاں نے کوشش مینوں غاصب بنایا
اپنی وچ حیاتی میں کوئی فرق نہ پایا
کھاندا آپ ساں مگروں پہلوں تینوں کھوایا
مینوں چھڈ کے اکلاّ میرے چھوٹیا ویرا

تینوں واج دے ماراں اُٹھ بھج بھج آویں
تینوں جاچ نہ ناں دی ایس شرم نوں کھاویں
دھیاں پُتاں نے تینوں کئی کئی وار بلایا
مینوں چھڈ کے اکلاّ میرے چھوٹیا ویرا

میرے سوہنیا ویرا سُتوں گھپ اندھیرے
جتھے دیوا نہ بتّی کندھاں چار چوفیرے
ملک الموت نے تینوں کتھے آن سُلایا
مینوں چھڈ کے اکلاّ میرے چھوٹیا ویرا

Marfat.com

آ جا دے جا دکھالی دَس دے نال جو بیتی
ٹُر گئیوں وچ ہنیرے کوئی گل وی نہ کیتی
کوئی دس دے کہانی میری اماں دے جایا
مینوں چھڈ کے اکلا میرے چھوٹیا ویرا
دونہہ دا زخم پرانا کھِڑیا آن کویلے
ٹریا تیجا توں میتھوں کھسّا کون ایہہ میلے
کدوں ماں پیو ہووے کدوں ماں پیو جایا
مینوں چھڈ کے اکلا میرے چھوٹیا ویرا
تیری ساری امانت میرا دین تے ایمان
ناں لگ لوکاں دے آکھے دانہ اک وی نہ کھاواں
نہ پھر لوکاں دے پچھے نہ پُٹ ایویں کرایا
مینوں چھڈ کے اکلا میرے چھوٹیا ویرا
ماواں جیہی بھرجائی رو رو واجاں مارے
بوہے جنج کھلوتی کہڑا گھر وچ واڑے
دھی نوں دے جا دلاسہ کاہنوں وقت ونجایا
مینوں چھڈ کے اکلا میرے چھوٹیا ویرا
تیرے پوتے تے دوہتے چاچا کہہ کے پکارن
مہیّاں والیا ویرا تینوں واجاں پئے مارن
چاچا مہیّاں والا کیتا موت پرایا
مینوں چھڈ کے اکلا میرے چھوٹیا ویرا

Marfat.com

تیرے حق وچ منگاں ہر دم ایہو دعاواں
مینوں صبر دی تھاپی تینوں جنت دیاں چھاواں
ایویں لنگھ گئی تیری تیرا بھیت نہ پایا
مینوں چھڈ کے اکلا میرے چھوٹیا ویرا
تیری بیوہ نوں بیٹی کہہ کے ہتھیں لیایا
تیری عمر دا وعدہ ہر دم یاد دلایا
اوہدے بابل دے اگے ٹھیکہ عمراں دا چایا
مینوں چھڈ کے اکلا میرے چھوٹیا ویرا
خالد شاہد عابد کیمو عاصی تے راشی
روندے پھردے تے لبھدے گھر گھر لین تلاشی
شاماں پئے گئیاں توں گھر ول پھیرا نہ پایا
مینوں چھڈ کے اکلا میرے چھوٹیا ویرا
عابدہ ، شاہدہ ، نوشی رو رو دین دہائی
نرگس، خالدہ تینوں لبھدیاں وانگ سودائی
اتھرو ہتھ نال پونجھیں ڈاہڈا دل گھبرایا
مینوں چھڈ کے اکلا میرے چھوٹیا ویرا
اڑیا آ وڑ ویہڑے تیری بیوہ پکارے
رو رو ڈھائیں مارے دیوے کون سہارے
لمی لیے گئیوں چھٹی ویلا ڈیوٹی دا آیا
مینوں چھڈ کے اکلا میرے چھوٹیا ویرا (٦٧)

شاعر نے اپنے چھوٹے بھائی میاں بشیر احمد کی وفات پر ۱۲ مارچ ۱۹۹۰ء کو ایک طویل

Marfat.com

مرثیہ کہا۔ یہ مرثیہ بھی پہلے مرثیے کی طرح ہے اس میں ہر وہ خوبی موجود ہے جو کسی مرثیے میں موجود ہونی چاہیے۔

تیری یاد

سلطان تیری یاد تیری یاد بڑی آئی
ہر آنکھ تیری یاد میں آنسو سے بھری ہے
ایک موت کے جھٹکے نے تجھے دور کیا
بن تیرے درسگاہ یہ سونی سی پڑی ہے
گفتار میں کردار میں اخلاق میں یکتا
اوصافِ حمیدہ کی تیری طول لڑی ہے
یہ ننھے سے تیرے چہرے میں تیری دید کے خواہاں
آجا کہ جہاں تو ہے وہاں دھوپ کڑی ہے
غنچوں میں تبسّم ہے نہ کلیوں میں مسرّت
ہر آنکھ تیری دید کو رستے میں کھڑی ہے
شاگرد تیرے تکتے ہیں راہوں کو تمہاری
کرسی تو تیری خالی ہے بیکار پڑی ہے
مارچ کا مہینہ ہے نتائج تو سناؤ
شاگردوں سے نفرت تو بہت بات بری ہے
سوتے ہی رہو گے ذرا دروازہ تو کھولو
جھانکو تو درسگاہ کو یہ خالی پڑی ہے

Marfat.com

سچ کہتے ہیں عقبیٰ میں کوئی ساتھی نہیں ہے
فانی ہے یہ دنیا نہ تیری ہے نہ میری ہے

اولاد بھی احباب بھی سب نوحہ کناں ہیں
ہم جانیں کہ اٹھنے میں تیرے دیر بڑی ہے

منظؔر کو تیری خدمتیں سب یاد ہیں واللہ
جنت میں بسو دل سے دعا خاص میری ہے (۶۸)

میاں صاحب نے اپنے نہایت فرمانبردار ماتحت سلطان احمد اعوان کی وفات پر ۳۰ مارچ ۱۹۸۹ء کو گیارہ اشعار پر مشتمل یہ مرثیہ کہا جس میں انہوں نے اس کے اوصاف حمیدہ اور اس کی خدمات کو سراہتے ہوئے اس کی مغفرت کی دعا کی ہے۔

(س) منظوم خطوط نویسی

میاں صاحب کی بیاضوں میں بہت سے منظوم خط دیکھنے کو ملے جن میں سے ۲۹ نومبر ۱۹۸۱ء کو سرائن سنگھ کے نام لکھا جانے والا ایک خط ملاحظہ ہو:۔

بجواب آمدہ خط سرائن سنگھ

تم جب یاد آئے بہت یاد آئے
تیری یاد سوتے بھی سر کو ہلائے

یار تا زیست اخلاقی رشتہ ہے قائم
نہیں کوئی طاقت جو اسکو گھٹائے

ستاروں کی دنیا کو اکثر ہے دیکھا
یہ جب دیکھتی ہے تبھی مسکرائے

Marfat.com

نفع اپنے بیگانوں سے اب نہیں ہے
ہیں دوست بھی بغلوں میں خنجر چھپائے
تیری دید سے مضطری جب ہے ہوتی
تو جھکتا ہوں گھٹنوں میں گردن جھکائے

فضا میں خیالوں کے پر پھڑ پھڑا کر
اڑن کرتا ہوں تجھ پر نظریں ٹکائے
شرافت ذہانت محبت کے منتظر
کہاں کوئی دیکھے کسے اب دکھائے

ذو مقصود ہیں جانثاری کی باتیں
کہاں کوئی ڈھونڈے کہاں دیکھ پائے
کہا دوڑ کر تیری نگری میں پہنچوں
کہ درشن کے متمنی کو چین آئے

دعا ہے سلامت ہمیشہ رہو تم
تم جب یاد آئے بہت یاد آئے
مثالی تیرا دور منظر تھا واللہ
شناسا اگر کوئی ہو تو سنائے (۶۹)

پہلے سرائن سنگھ کے ساتھ ان کے مراسم کا ذکر ہو چکا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد ان کی آپس میں خط وکتابت رہی اور وہ جب بھی پاکستان آتے تو انہیں اہلِ خانہ سمیت ننکانہ صاحب میں بلاتے۔ البم میں ان کی ایک ساتھ اتاری گئی بہت سی تصاویر موجود ہیں۔ یہ خط دیکھ کر ایسے لگتا ہے جیسے آپ خط نہیں لکھ رہے بلکہ آمنے سامنے باتیں کر رہے ہیں۔

ان کے خطوط زیادہ تعداد میں ان کی بیٹی نعیمہ سلطانہ کے نام لکھے گئے ہیں۔ یہ خطوط اس وقت لکھے گئے جب نعیمہ سلطانہ نے شرقپور میں CT کی کلاس جوائن کی ہوئی تھی۔ ان میں

Marfat.com

سے دو خطوط کے نمونے ذیل میں دیئے جاتے ہیں :۔

خط بنام نعیمہ (۱)

کیسے پیپر ہیں کیا مشکل ہیں یا آسان ہیں
روز تو آتے نہیں چند روز کے مہمان ہیں

کیا ہے گھبراہٹ تمہیں جب تیاری ہے بڑی
کون سی مشکل ہے جو انساں سے رہ جائے اڑی

یہ نرالا تو نہیں زیں پیشتر بھی اور تھے
دیکھے بھالے جانے پہچانے نرالے اور تھے

خوف آ جاتا ہے گو سنتے ہی نامِ امتحاں
خوف کھاتے ہی نہیں جو مرد ہیں مردِ میداں

پرچہ حل کرنے کو جی چاہتا ہے لکھتے جایئے
جب سوال آتے ہیں تو بالکل نہیں گھبرایئے

اس سے پہلے بھی تو آخر امتحاں ہوتے رہے
کامیابی سے تم بس ہمکنار ہوتے رہے

ذاتِ اقدس پر بھروسہ رکھ کے اپنا قلم لو
خوب لکھو خوب لکھو پرچے کو لکھتے چلو

ان شاء اللہ تم نعیمہ پاس ہو آزمایئے
امتحاں کے بعد ہی ملنے کو پھر گھر آیئے

ہم سبھی ہیں صحت ور صحت تمہاری ہے عزیز
واپسی لکھ بھیجیے مطلوب ہے گر کوئی چیز

Marfat.com

ہم ستاراں فروری کو شرقپور آجائیں گے
تیرے کھانے کے لیے میسو بھی لیتے آئیں گے
میں بھی اور شہناز بھی آئیں گے دونوں بالضرور
نصر میاں بھی ہمارے ساتھ آئیں گے ضرور (۷۰)

خط بنام نعیمہ (۲)

شرقپور جا کے تو تم نے کوئی خط بھی نہیں لکھا
گلہ شکوہ نہیں ہم کو تیری بے اعتنائی کا

ہمیں معلوم ہے کہ آپ مصروفِ درس ہوں گے
یہی تو وقت ہے بس قیمتی تیری پڑھائی کا

توہاں کیا فکر ہے دس فروری کو ٹیسٹ بھی ہو گا
سمجھ لیتے ہیں یہ بھی اک بہانہ ہے صفائی کا

وقت کچھ قیمتی ہے زندگی بنتی ہے محنت سے
تبھی تو جھیلتے ہیں ہم سبھی صدمہ جدائی کا

خدا سے ہر وقت یہ التجا کرتے ہیں اے مولا
سلامت تا قیامت رکھ اسے صدقہ خدائی کا

خیریت گھر میں ہے اسکی تو کوئی فکر مت کیجیے
خیریت آپ کی مطلوب ہے مقصد بھلائی کا

اگر ناساز ہے اب بھی طبیعت تو کہوں گا میں
کہ استعمال کرلینا اسی ہی پھر دوائی کا

Marfat.com

تیری درگاہ میں مولا یہ سر سجدہ میں حاضر ہے
دعا کو راستہ مل جائے یا مولا رسائی کا
نعیمہ ہر وقت خوشحال و باصحت نظر آئے
ہے سرمایہ یہی میرے بڑھاپے کی کمائی کا
دعائے کامیابی سے تُو خط کو کر ختم منظرؔ
کہ بجنے والا ہے اب پیریڈ چوتھا پڑھائی کا(۷۱)

(ص) منظوم درخواست نویسی

میاں صاحب نے مختلف محکموں کو بہت سی منظوم درخواستیں لکھیں۔ جن میں سے چند ایک نمونے کے طور پر دی جا رہی ہیں:۔

بخدمت جناب ڈائریکٹر صاحب ماڈل ٹاؤن کالج لاہور

موضوع: درخواست برائے تقرر (ظفر مقبول)

جناب عالی!

میں ایم اے پنجابی دا میں ٹھیٹھ پنجابی جاناں
شعر کہن دا شوق وی مینوں شعر لکھن وی جاناں
علم ادب دا میں لکھاری اخباراں وچ آواں
دادا جی توں ابجد پڑھ کے اُچّیاں چھالاں لاواں
جی کردا اے پڑھاں پڑھاواں پڑھ پڑھ اُچّا ہوواں
اُچّی کرسی کول ہووے میں نیواں ہو کھلوواں
مُنڈے میرے کول پڑھن جے شوق دے نال پڑھاواں

Marfat.com

ہر اک شعر نوں کھوتر کھوتر سدھے رستے پاواں
لائبریری دا میں شوقی ڈگری اہدی پائی
پڑھیاں کئی کتاباں ہن تک لیکھا رہیا نہ کائی
ادب دے نال میں عرض ہاں کردا گل کردا شرماواں
جے لیکچر دا موقع بخشو دھوڑاں کڈھدا جاواں
میرے باپ تے چاچے دا وی دادے دا ایہہ پیشہ
بھین بھائی ساتھن بھرجائی پڑھن پڑھان ہمیشہ
ترس کرو تے میرا وی حق بن دا سب توں بوہتا
میں خالی نہ جاواں ایتھوں بوہے آن کھلوتا
ہری ہووے ایہہ سکّی ڈالی آس امیداں والی
ساری عمر میں یاد رکھاں گا اے سرکارِ عالی
بھیک منگاں نوں بھکھیا دیئے ملن دعا ہزاراں
کرو دھیان ظفر دے ولے بھیک دیو بکھیاراں
ایتھوں نہ میں ہولا ہو کے خالی گھر نوں جاواں
اوکھا ہو کے ایم اے کیتا دل دا مقصد پاواں

(۷۲)

۲۵ اگست ۱۹۸۸ء کو ماڈل ٹاؤن کالج میں پنجابی لیکچرار کی آسامیاں مشتہر ہوئیں تو انہوں نے اپنے پوتے میاں ظفر مقبول کی منظوم درخواست لکھی۔ یہ نہایت سادہ لفظوں میں ادب آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے بڑی جامع درخواست ہے۔

ایسی ہی درخواست انہوں نے D.E.O گوجرانوالہ کے نام لکھی۔ رقمطراز ہیں:

Marfat.com

بخدمت جناب ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر صاحب مردانہ مدارس ضلع گوجرانوالہ

موضوع: درخواست برائے تبادلہ مزمّل شاہ (EST) ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول کڑیال کلاں

و احتساب وزیر خان (چوکیدار) گورنمنٹ ہائی سکول کڑیال کلاں

جناب من ! السلام علیکم

ہے مزمّل شاہ اک ٹیچر یہاں — اہل وہ جس سے سبھی ہیں بد گماں
مفسد و متفنّی ، عیار و مکار — ہے ضرورت سے زیادہ ہوشیار
جعلساز و شرپسند و نکتہ چیں — مثلِ سیماب یہ نہیں ٹکتا کہیں
جنگجو و کاذب و خالی حیا — اس کی نظروں میں نہیں چھوٹا بڑا
چغل خوری میں ہے یکتا لاجواب — بغض و کینہ رکھ رہا ہے بے حساب
جگّا کہلانے کا اس کو شوق ہے — تب ہی ہم عصروں پہ اس کو فوق ہے
امنِ عامہ میں خلل انداز ہے — اپنے ہی جیسوں پہ اس کو ناز ہے
سرگروہ ، آوارہ گرداں ، شعلہ زن — خود پسند و خود نما بانکی پھبن
دھڑے بازی میں بھی یہ ہوشیار تر — مثلِ کژدم پھر رہا ہے گھر بہ گھر
یہ سیاست میں دخل انداز ہے — کچھ فسادوں پہ بھی اس کو ناز ہے
غلط افواہیں پھیلانا جا بجا — اس کا ہے ادنیٰ کرشمہ خوب سا
غیر حاضر باش ہے قابل نہیں — اہلیت تدریس کی رکھتا نہیں
گفتگو میں ظاہراً رطب اللساں — اس کے پہلو میں شرارت ہے نہاں
ہیں خاتونِ مدرسہ اس سے بیزار — دے رہا درخواستیں ہے بے شمار
ہے پریشان کرتا ان کو بار بار — دے رہا اخبار میں ہے اشتہار
ان کے کاموں میں دخل انداز ہے — شر پسندی پر ہی فخر و ناز ہے

Marfat.com

یہ فسادوں کو ہے دعوت دے رہا
سازشوں کا بچھا یہ جال رہا

درس گاہ اپنی میں یہ بدنام ہے
لڑنا بھڑنا اس کا ادنیٰ کام ہے

جعلی کٹواتے ہیں جو سرٹیفکیٹ
دو پینسٹھ ہی ہے فقط اس کا ریٹ

بدلنا تاریخ پیدائش جو ہو
قائداعظم کے بڑے دو نوٹ دو

دھاندلی اس کی ہے ناقابلِ بیاں
سو رہی ہیں مدرسہ کی کرسیاں

پوچھنے والا اسے کوئی نہیں
اُڑ گیا قانون جیسے کہیں

سچ ہے یہ اس پیشے کے قابل نہیں
اس کو گھر سے دور پھینکو گر کہیں

نوکری کا کچھ تو گُر یہ سیکھ لے
گھر سے باہر کا مزہ بھی دیکھ لے

نکتہ چینی اس کا ادنیٰ کام ہے
گاؤں میں یہ ہر طرح بدنام ہے

اس مجسمۂ شر کو لے جائیں کہیں
اس مدرسہ میں یہ رہنے کا نہیں

اس کا ساتھی اور بھی ہے اک وزیر
ایک سے دونوں ہیں واحد بے نظیر

چوتھے درجے کا ملازم ہے یہاں
لاف زن غمّاز ہے شعلہ فشاں

غلط افواہوں میں ہے مشہور تر
شر پسندی کا ہے یہ جان و جگر

اس کا بھی مقصود لینا ہے حساب
میں بھی اک استاد ہوں عالی جناب

میری بھی شنوائی ہونا چاہیے
اشک شوئی سے ہی نہ بھرمایئے

العارض

میاں محمد اسماعیل منظر، ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر، گورنمنٹ ہائی سکول، کڑیال کلاں ضلع گوجرانوالہ

(۲۳)

مزمل شاہ شاعر کے ایک ماتحت سید عباس شاہ کا بیٹا تھا اور ان کا شاگرد بھی جو زمین کے تنازع میں قتل ہوا۔ یہ والدین کا اکلوتا بیٹا ہونے کی وجہ سے ضدی اور اڑیل طبیعت کا مالک تھا جس کی شرانگیزیوں سے آپ بڑے نالاں تھے۔

Marfat.com

انہوں نے اپنی بیٹی نعیمہ سلطانہ کو B.Ed کی ڈگری لینے پر اربابِ اختیار کو ایک درخواست لکھی جو ذیل میں دی گئی ہے:

بخدمت جناب DEO صاحب گوجرانوالہ

موضوع: درخواست برائے حصول گریڈ B.Ed (نعیمہ سلطانہ)

جناب عالی!

نگاہِ کرم ہو اربابِ اختیار ذرا
سنا ہے شہرۂ آفاق فیضِ عام تیرا
گریجویٹ ہوں بی ایڈ ہوں اے عالیجاہ
میرے وجود سے قائم یہاں ہے مدرسہ
مبالغہ یہ نہیں بات ہے حقیقت کی
نشاں دہی ہے یہی میری خاص ہمت کی
نتیجہ سال گزشتہ دہم ہے سو فیصد
یہی ہے کارگزاری میری کا خود شاہد
رپورٹیں بھی میرے کام کی گواہی ہیں
تعریف کرتی ہیں ہیڈمسٹریس جو آئی ہیں
بنایا کمرہ بڑے شوق سے تیار کیا
تعمیری کاموں میں بھی بیشتر ہے حصہ لیا
مقامی ہونے کی صورت میں دل لگی ہے میری
فرض شناس ہوں اس واسطے قدر ہے بڑی
معلّمی ہی میرا تو آبائی پیشہ ہے
نئی ہیں جدّتیں اور اختراع ہمیشہ ہے
نئے طریق سے تدریس میں ہے فوقیت
نیا ہے حوصلہ اور ہر وقت نئی ہمت
اسی کے بل سے ہمیشہ میں کامیاب رہی
یوں کارکردگی بھی مثلِ آفتاب رہی
گریڈ چودھواں بی ایڈ کا عنایت ہو
میرے حقوق کی بھی ہر طرح سماعت ہو
نظر میں لایئے ہیڈ کی ذرا سفارش کو
کہ میرے حق میں انہوں نے پڑھا لکھا ہے جو
اسی سکول میں مجھ کو ترقی مل جائے
کہ والدین کی بھی خدمت یہ فدویہ کر پائے
ملاحظہ ہوں میرے منسلک کوائف بھی
کہ ان سے واضح ہوتے ہیں حال تعلیمی

(۷۴)

یہ منظوم درخواست بھی دوسری تمام درخواستوں کی طرح اپنی مثال آپ ہے۔

Marfat.com

حواشی

۱۔ مولا بخش کشتہ: پنجابی شاعراں دا تذکرہ، لہور، فرم میاں مولا بخش کشتہ اینڈ سنز ۱۹۶۰ء، ص ۳۱۱
۲۔ تنویر بخاری نظم: در گفت گفتار از میاں ظفر مقبول، ص ۸۲
۳۔ سائیں مولا شاہ: مرزا صاحباں لاہور بزم مولا شاہ، ۲۰۰۷ء، ص ۴۰۳
۴۔ الفت بخاری، محمد اسماعیل منظر حیاتی تے فن در "پور ادب دا" از میاں ظفر مقبول، ص ۴۲۹
۵۔ میاں محمد اسماعیل منظر، "سر لیکھ" در سسی مولا شاہ مرتبہ میاں ظفر مقبول، ص ۳
۶۔ سائیں مولا شاہ: "ہیر و رانجھا"، امرتسر مہر علم الدین و معراج الدین، ۱۹۱۲ء، سرورق
۷۔ سائیں مولا شاہ: ست گنج آرسی نامہ عرف زہرہ مشتری اردو ترجمہ ڈاکٹر میاں ظفر مقبول لاہور، بزم مولا شاہ ۲۰۰۷ء، ص ۱۲
۸۔ شریف احمد شرافت، شریف التواریخ جلد سوم حصہ پنجم، گجرات، ادارہ معارف نوشاہیہ، ۱۹۸۳ء، ص ۲۳۴
۹۔ پروفیسر میاں مقبول احمد فرزند اکبر
۱۰۔ سائیں مولا شاہ: ست گنج آرسی نامہ عرف زہرہ مشتری، ص ۱۲
۱۱۔ غلام مصطفےٰ بسمل، روپ خوشبواں دے، لاہور اکادمی پنجاب ۱۹۸۲ء، ص ۳۳
۱۲۔ مس نعیمہ سلطانہ حضرت میاں محمد اسماعیل منظر، حیاتی تے شاعر در بھلیکھا ۹ اگست ۱۹۹۷ء
۱۳۔ زاہد حسین انجم، ہمارے اہل قلم، لاہور ملک بک ڈپو، ۱۹۸۸ء، ص ۵۳۳
۱۴۔ محمد جمیل آسی خلیفہ سائیں حیدر شاہ مقیم رحمان پورہ لاہور، انٹرویو،
۱۵۔ میاں ظفر مقبول، بول حیدری، گوجرنوالہ سائیں مولا شاہ ویلفیئر سوسائٹی ۱۹۹۳ء، ص ۸
۱۶۔ پروفیسر میاں غلام رسول پسر اصغر شاعر انٹرویو
۱۷۔ پروفیسر میاں غلام رسول پسر اصغر شاعر انٹرویو
۱۸۔ میاں مقبول احمد گفتگو
۱۹۔ نعیمہ سلطانہ گفتگو
۲۰۔ محمد سلیم چوہدری شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری لاہور مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۹۶ء، ص ۲۶۹
۲۱۔ شریف احمد شرافت تذکرہ شعرائے نوشاہیہ ترتیب و تدوین ڈاکٹر عارف نوشاہی لاہور اور ینٹل پبلیکیشنز ۲۰۰۷ء، ص ۲۴۷
۲۲۔ شمیم اختر بھتیجی زوجہ محمد رفیق رنجور۔ ٹاون شپ لاہور گفتگو
۲۳۔ محمد سعید طیب نواسہ شاعر گلبرگ لاہور
۲۴۔ سائیں مولا شاہ: ست گنج آرسی نامہ عرف زہرہ مشتری، ص ۱۲
۲۵۔ منظر، شجرہ طریقت غیر مطبوعہ
۲۶۔ مظہر الاسلام، لوک پنجاب اسلام آباد، لوک ورثے دا قومی ادارہ، ۱۹۷۸ء، ص ۹۷
۲۷۔ اللہ رحم راٹھور، یوسف پارک نزد رستم سہراب فیکٹری شیخوپورہ روڈ لاہور
۲۸۔ حاجی عابد بشیر جندران شاہدرہ ٹاون لاہور
۲۹۔ رشید احمد ارائیں کڑیال کلاں گوجرانوالہ
۳۰۔ مظہر ورک EST (انگلش) گورنمنٹ ہائی سکول کڑیال کلاں گوجرانوالہ
۳۱۔ محمد جمیل آسی، رحمان پورہ لاہور
۳۲۔ ثریا بیگم، چوہان روڈ اسلام پورہ لاہور
۳۳۔ نعیمہ سلطانہ، کڑیال کلاں ضلع گوجرانوالہ گفتگو
۳۴۔ خورشید بیگم دختر شاعر، شیخوپورہ
۳۵۔ بیاض شاعر (۵)

Marfat.com

۳۶۔ بیاض شاعر (۵)
۳۷۔ میاں ظفر مقبول، پور ادب دا، لاہور، نیو بک پیلس ۱۹۹۲ء، ص ۳
۳۸۔ کالج مجلہ مرغزار اگست ۱۹۹۷ء
۳۹۔ وہی
۴۰۔ وہی
۴۱۔ وہی
۴۲۔ ماہ نامہ رویل جولائی ۱۹۹۷ء
۴۳۔ ماہ نامہ لکھاری جولائی ۱۹۹۷ء
۴۴۔ شہزاد رسول فاروق۔ گلی میاں مقبول طیب پارک شیخوپورہ۔ گفتگو
۴۵۔ زاہد حسین انجم۔ ہمارے اہل قلم، لاہور، ملک بک ہاؤس، ۱۹۸۸ء، ص ۵۳۳
۴۶۔ الفت بخاری۔ میاں محمد اسماعیل منظر، حیاتی تے فن، در پور ادب دا، از میاں ظفر مقبول، ص ۴۲۹
۴۷۔ میاں ظفر مقبول۔ نوائے منظر، گوجرانوالہ، سائیں مولا شاہ ویلفیئر سوسائٹی، ۱۹۸۸ء، ص ۴۷
۴۸۔ عاشق ورک۔ کڑیال کلاں ضلع گوجرانوالہ، گفتگو
۴۹۔ الفت بخاری۔ میاں محمد اسماعیل منظر، ص ۴۲۹
۵۰۔ زاہد حسین انجم۔ ہمارے اہل قلم، ص ۵۳۳
۵۱۔ الفت بخاری۔ میاں محمد اسماعیل منظر، ص ۴۲۹
۵۲۔ راجا رشید محمود۔ جان پہچان، در نوائے منظر، از میاں ظفر مقبول، ص ۱۳
۵۳۔ شفقت تنویر مرزا۔ An answer to an Old Question (Dawn-19/7/95)
۵۴۔ بیاض شاعر ۳
۵۵۔ وہی
۵۶۔ وہی
۵۷۔ بیاض شاعر ۴
۵۸۔ وہی
۵۹۔ بیاض شاعر ۳
۶۰۔ بیاض شاعر ۱
۶۱۔ بیاض شاعر ۲
۶۲۔ بیاض شاعر ۳
۶۳۔ بیاض شاعر ۱۰
۶۴۔ بیاض شاعر ۷
۶۵۔ بیاض شاعر ۲
۶۶۔ بیاض شاعر ۳
۶۷۔ وہی
۶۸۔ بیاض شاعر ۱
۶۹۔ بیاض شاعر ۴
۷۰۔ بیاض شاعر ۵
۷۱۔ بیاض شاعر ۱
۷۲۔ بیاض شاعر ۳
۷۳۔ وہی
۷۴۔ بیاض شاعر ۱

Marfat.com

باب سوم

میاں محمد اسماعیل منظر کی قومی و ملّی شاعری

(الف) قومی شاعری

جب ہم قومی و ملّی شاعری کی بات کرتے ہیں تو ہمیں قومی اور ملّی دونوں لفظ ایک دوسرے کے شانہ بہ شانہ کھڑے نظر آتے ہیں جیسے یہ دونوں لازم و ملزوم ہوں حالانکہ ان کا ایک ساتھ استعمال ہونا محض ایک روایت ہے۔

قومی شاعری کیا ہے؟

بلاشبہ قومی تشخص کی بیداری کے حوالہ سے سرسیّد احمد خان اور علی گڑھ تحریک کا بڑا اہم رول ہے۔ مولوی عبدالحق فرماتے ہیں۔

"سرسیّد نے قوم کا مفہوم ہی بدل دیا۔ اس سے پہلے قوم سے مراد سیّد، شیخ، مغل، پٹھان تھی۔ سرسیّد نے اسے Nation کے ہم معنی بنایا اور مسلمانوں میں قومیّت کا تصوّر پیدا کیا۔"

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

"قومیّت کا اسلامی تصوّر دوسری اقوام کے تصوّر سے بالکل مختلف ہے ہماری قومیّت کا اصل اصول نہ اشتراکِ زبان ہے نہ اشتراکِ وطن اور نہ اشتراکِ اقتصادیات۔ اسلام تمام مادی قیود سے بیزاری ظاہر کرتا ہے اس قومیّت کا دار و مدار ایک خاص تنزیہی تصوّر ہے۔" (۱)

پروفیسر ڈاکٹر ساجد امجد فرماتے ہیں کہ

"قومیت کا مفہوم متعین ہوتے ہی مسلمانوں کی معاشی، معاشرتی اور تعلیمی حالت کو

Marfat.com

سدھارنے کی کوششیں کی جانے لگیں۔" (۲)

شبلی بھی اسلامی سیاسیات میں پین اسلامی تھے ۔ (۳)

بقول پروفیسر ڈاکٹر ساجد امجد :

قومی شاعری میں صرف ایک ملک کی قوم کا ذکر آتا ہے ۔ جیسے پاکستان میں مسلمان رہتے ہیں لہٰذا پاکستان میں رہنے والے سب مسلمان پاکستانی ہیں ، یعنی ایک قوم ہیں ۔ لیکن جب ملّت کی بات آتی ہے تو ملکوں کی تقسیم کے بند کو توڑ کر تمام دنیا کے مسلمان ایک جسدِ واحد بن کر سامنے آتے ہیں۔ وہ مسلمان چاہے پاکستان کے ہوں یا سعودی عرب کے، مشہد کے ہوں یا طرابلس کے یا ترکی کے، سب ایک ہی ملّت کے پاسبان ہیں ۔ سرسیّد نے جب برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں میں ذہنی اور فکری بیداری پیدا کرنے کے لیے اور پاکستان کے حصول کے لیے جدوجہد کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے جو شاعری کی وہ قومی شاعری تھی لیکن جب روس نے مشہد میں امام رضا کے مزار پر گولہ باری کی اور ۱۹۱۲ء میں اٹلی نے طرابلس الغرب پر حملہ کیا اور بلقان کی ریاستوں نے متحد ہو کر ترکی پر حملہ کیا اس وقت مسلمانوں کو ملّت کے جذبے سے سرشار کرنے اور خارجی و بیرونی معاملات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے پر اکسانے کے لیے سرسید نے جو شاعری کی وہ شاعری قومی بیداری کے بجائے ملّی اخوت میں تبدیل ہوتے نظر آتی ہے۔

جس کے نتائج اس طرح سے رونما ہوتے ہیں کہ بلقان اور ترکی کے درمیان جنگ کی صورت میں علی گڑھ کے طلبہ نے اپنا ایک وقت کا کھانا شروع کیا اور دوسرے وقت کے کھانے کی رقم چندے میں دے دی ۔ (۴)

قومی شعرا

ہماری قومی شاعری کی تحریک کو علامہ اقبال ، مولانا ظفر علی خان، مولانا محمد علی جوہر، مولانا حسرت موہانی اور مولانا ابو الکلام آزاد نے تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ سے متعارف کرایا۔ جداگانہ قومی احساس کا یہی وہ شعور تھا جس کی بنیاد پر مسلمانوں نے پاکستان کا مطالبہ کیا۔

قومی بیداری کے یہ جذبات جدید شاعری کا اہم حصہ ہیں۔ ایسی نظموں کو ۱۸۵۷ء کے بعد صحیح عروج ملا ۔

۱۸۷۹ء میں مدّ و جزرِ اسلام از مولانا حالی کو پہلی قومی نظم مانا جاتا ہے۔

Marfat.com

اسی طرح مولانا شبلی کی مثنوی ''صبح امید'' میں بھی مسلمانوں کی قومی حالت اور سرسید کی خدمات کے ملے جلے اثرات ملتے ہیں۔

قومی شاعری کے حوالے سے بات کرتے ہوئے مولانا اکبرالٰہ آبادی کو کسی طرح بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی ساری شاعری مسلمانوں کے حال زار کا طنز آمیز نوحہ ہے۔ ان کی نظم ''افسانہ مسلم'' شاعری کی طنز کا ایک نادر نمونہ ہے ان کے علاوہ احسان دانش، حفیظ جالندھری، طاہر القادری، محمود اسرائیلی، الطاف مشہدی کے نام گنوائے جا سکتے ہیں۔

میاں محمد اسماعیل منظر کی قومی نظمیں

کسی قومی ادارے، قومی شخصیت یا اصلاح قوم کے لیے کی گئی شاعری کو ہم قومی شاعری کہہ سکتے ہیں۔ اس حوالے سے ہمیں میاں محمد اسمٰعیل منظر کی بیاضوں سے ملنے والی شاعری کچھ اسی طرح کی ہے:۔

ہماری قومی معیشت کا ۸۰ فیصد انحصار زراعت پر ہے یہ درد صرف زمیندار ہی جان سکتا ہے اشتمال کیا ہوتا ہے اس حوالے میں میاں صاحب کو ملاحظہ فرمائیں:۔

• گوڑ گانوی اور پٹواری

جب ہوا کڑیال زیرِ اشتمال ہو گئے گوڑگانوی بھی ہم خیال
بھید کھل جائے گا بدنامگی حال پتلا ہے ہمارا خانگی
لے لو یونٹ بھاگ کر آؤ چلو پر کسی کا راز نہ ظاہر کرو
بہت سے ہیں ''ابراہیمی'' مارکہ صاف ہیں پر سب ''حمیدی'' مارکہ
ایک کے دس کرنے میں کیا دیر ہے یہ تو کاروباری ہیر پھیر ہے
میرے اپنے چار ہیں تو کیا ہوا بادشاہو! اب تم بھی کھیلو جؤا

Marfat.com

لاٹھیاں پکڑو مناؤ محکمہ — بولنے میں ہے کیا کوئی گناہ
ایک بولے تو ہزاروں بولیئے — بات سچی کو کبھی نہ بھولیے
خان صاحبوں میں ہمارا نام ہے — گاؤں کو چوپٹ دینا اپنا کام ہے
کون پٹواری ہے گرداور کہاں — یہ نہیں کھولیں گے اب رازِ پنہاں
یہ ملازم محکمہ مال ہیں — اشتمال ہوتے ہوئے دس سال ہیں
یونٹوں کے کتنے ہی انبار ہیں — بک رہے جو کہ سرِ بازار ہیں
قبریں چھپڑ اور کلّر ہے جہاں — لٹھ چلے گی گر کوئی آیا وہاں
گو ہیں بوگس پھر بھی میرے دوستو — بھاگ آؤ پھر بھاگے چلو
میرے سسرو! یہ بھی کوئی بات ہے — راجپوتوں کی بھی کوئی ذات ہے
کیا ارائیں اور کمبوہ ہیں پٹھان — لوٹ لینا ہے ہمیں سارا جہان
دیکھو پٹواری اگر نہ ساتھ دے — ہاتھ پھر نوکری سے دھو رکھے
حسن مہدی ہو یا عبد الخالق ہو — پھر ہمارے کھاتے میں کیا شک ہو
پیچھے سے آیا نہیں مرلہ کوئی — پر کریں گے جو یہاں ہو گا وہی
پھاڑ دیں گے سرا گر بولا کوئی — کُرتہ اپنے پاس نہ اوپر لوئی
اب تو ماشاء اللہ ہم زمیندار نہیں — محکمہ کے لوگ گو بیزار ہیں

Marfat.com

حکم نہ مانے گا پٹواری اگر نوکری سے بیٹھ جائے گا وہ گھر

ڈپو بھی اپنا ہے چیئرمین ہیں نوں ہی ہے ہم سے سبھی ۔بے چین ہیں

پانچ سے پچیس ایکڑ بن گئے بات کہنے کی نہیں ہم ٹھن گئے

دیکھو پٹواری ادھر آؤ ذرا میرا کھاتہ کھول دکھلاؤ ذرا

پہلے اشتمال ہو میرا باندھ لو بستر چلو تم اپنے گھر

(۵)

دیہاتوں میں آج بھی ہمارے تنازعات کی بنیاد موگہ، اشتمال اور پانی کی باری ہی ہوتی ہے۔جن کو شاعر زیرِ بحث لائے ہیں۔

اس گاؤں میں آج بھی رند بلوچ آباد ہیں جن کا سابقہ علاقہ گوڑ گانواں ہے۔ یہ نظم انہی کے لہجے میں لکھی گئی ہے۔سرے، سسرا (بیوی کا باپ)، لاٹھیاں پکڑو، سر پھوڑ دو، ان کا تکیہ کلام ہے جن کا شاعر نے ذکر کیا ہے۔مذکورہ اشتمال میں حمید اور ابراہیم نامی لوگوں نے پٹواری سے مل کے اول درجے زمین کے بدلے چہارم درجے کے چار چار کھیت اپنے نام کرائے ان کا بطورِ خاص ذکر کیا گیا ہے۔ ان دنوں گاؤں کے چیئرمین کا تعلق اسی برادری سے تھا، چینی کے ڈپو ہولڈر بھی یہی لوگ تھے جس کی وجہ سے وہ خود کو ہم چوں ما دیگرے نیست سمجھتے تھے۔ یہ ساری باتیں اس نظم میں موجود ہیں اور یہ کڑیال کے کلچر کی بہترین عکاس ہیں۔

منسوخیٔ اشتمال

اٹھو اب سونے والو پھر تمہیں قسمت جگاتی ہے
بہار آئی ہے یہ ایک اور خوشخبری سناتی ہے

گیا ہے ٹوٹ اشتمال ارضی ہے خبر تم کو؟
کرو پھر یاد ماضی کو تمہیں کیوں نیند آتی ہے؟

Marfat.com

ذرا گردن کرو اونچی حصول حق پہ ڈٹ جاؤ
کہ اب فہم و فراست عقل و دانش راہ دکھاتی ہے

دکھاؤ خود بھی دیکھو غور سے ہر ایک کھاتے کو
کیا سرخی سیاہی رنگ پہ اک رنگ لاتی ہے

ہیں ابراہیم انور اور دیوان آپ کے حامی
جلائی جن کی شمع روز افزوں جگمگاتی ہے

چلے جائیں وہ گھر کو اپنا گھر جو چھوڑ آئے ہیں
کہ ان کی خود روی انہیں بہت کچھ آزماتی ہے

کہاں محمود ہے ایاز ہے یونس ہے مردانہ
کہ خواہش ان کی اب لب کھول کر ان کو بلاتی ہے

ذرا دیکھو بیگانہ مال کس کو ہضم ہوتا ہے
ندامت ان کے سر پر دیکھ لو اب منڈلاتی ہے

میاں منظر انہیں کہہ دو کہ اب انصاف نہ چھوڑیں
کہ بے انصافی تیرا میرا سب کا جی جلاتی ہے

(٦)

شاعر کے علاقے کے لوگ ۱۹۴۷ء سے مسلسل اشتمال چاہتے تھے اور بالآخر یہ ۷۵-۱۹۷۴ء میں ان لوگوں کی یہ خواہش پوری ہوئی مگر کچھ لوگوں کی شکایت پر یہ اشتمال ٹوٹ گیا تو یہاں بھی شاعر نے انور اور دیوان کا بطورِ خاص ذکر کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ ہیں اور یہ اشتمال دوبارہ ہوگا مگر اس بار ناانصافی نہیں ہونی چاہیے۔

Marfat.com

قابضِ ارض و فرش (پٹواری سے)

اے خداوند زمیں، اے مالکِ ارض و فرش
تُو حیات و موت کا واحد علم بردار ہے

رزق کی چابی ہے رازق نے تجھے تفویض کی
حشر کے میدان سے اعلیٰ تیرا دربار ہے

تیرے در پر نفسا نفسی کی صدائیں گرم ہیں
کیوں نہ ہو بڑھ کر ملائک سے تیرا کردار ہے

مار دے یا مرنے والے کو اُٹھا دے ایک دم
اے مسیحائے زماں اعلیٰ تیری سرکار ہے

موجِ دریا میں جو کشتی ڈگمگا جائے کبھی
ڈوبنے والا ہو تیرا اگرچہ موت سے دوچار ہے

اس کا کھیون ہار تُو، ساحل تیرے نزدیک ہے
سار والوں کو ہی آخر پھر تمہاری سار ہے

تیرے منہ سے بات جو نکلے وہی شمشیر ہے
اور اگر تُو رحم کر جائے تو بیڑا پار ہے

قلم تیرے میں تو طاقتِ حیدری موجود ہے
تُو رہے کرسی نشیں خامہ تیرا اظہار ہے

باندھنا اور کھولنا ادنیٰ کرامتیں ہیں یہ
مردہ دل کو پھر جلانا تیرا ہی کردار ہے

Marfat.com

تُو گر چاہے تو اُجڑے بسے جاتے ہیں دیار
ایک ہے بدخواہ تیرا تو دوسرا غمخوار ہے
تو میرا شاگرد ہے اور میں تیرا اُستاد ہوں
فخر ہے مجھ کہ اب تُو میرا بھی سردار ہے
ہے دعا منظر کی تجھ کو ہو سکونِ دل نصیب
میں تو میں ہوں اور میرا سایہ بھی تیرا یار ہے

(۷)

زمینداروں کے ہاں پٹواری کا عہدہ بڑا بااختیار ہوتا ہے لیکن اس نظم میں شاعر نے اپنا شاعرانہ حق استعمال کرتے ہوئے پٹواری کو کچھ زیادہ ہی بڑھا چڑھا کے پیش کیا ہے اور اس کو اپنے تعاون کی پوری یقین دہانی کرائی ہے۔

زمیندار بیچارے

کہاں جائیں جنہوں نے رات دن محنت کشی کی ہے
زمیں کو از سرِ نو قابل کاشت بنایا ہے
مکاں بیچا کسی نے ، تو حویلی بھی فروخت کی
کسی نے قرض لے کے نیا ڈیرہ بنایا ہے
کسی نے کھود کر بنجر زمیں ہموار کر ڈالی
لگا کر گھاس اس میں فصل کے قابل بنایا ہے
حصولِ آب پاشی کے لیے در در گدائی کی
کہیں بلڈوزروں سے اونچی کو نیچی کرایا ہے

Marfat.com

کسی نے بیل کو بیچا ، کسی نے بھینس کو بیچا
لگا کر ٹیوب ویل پانی کا قصہ مکایا ہے

کسی نے موگہ میں حصہ دار بن کر آب پاشی کی
کسی نے تھور کو اور سیم کو جڑ سے مٹایا ہے
کسی نے کھیت کی منڈیر پر پودے لگائے
کسی نے کر کے محنت باغ کو پھر سے لگایا ہے

اگر ٹوٹا یہ اشتمال تو ہر ایک کا دل ٹوٹا
گیا زر بھی ، زمیں بھی ، جان کو سب کچھ گنوایا ہے
مکرم سال بارہ سے دہائی پر دہائی تھی
کہ اشتمال ہی نے ہم کو پھر مالک بنایا ہے

اگر کچھ سقم ہے اور غلطیاں ہیں دور کر دیجیے
اسے تو توڑنا ایک قہر ہے ، ہر جی میں آیا ہے
خطا کاری تو شیوہ ہے ، ہر ایک انسان کا منظر
طالبِ مشعل راہ بن ، تجھے رستہ دکھایا ہے (۸)

اشتمال کی منسوخی کی بحالی میں کافی وقت لگ گیا تو اسی دوران میں شاعر کی سوچ میں کچھ تبدیلی آئی تو اس نے گاؤں کے باسیوں کی حیثیت کو جتاتے ہوئے کہا کہ نہ چاہتے ہوئے ان بیچاروں نے اپنی زمین کو اکٹھا کرنے کیلئے کیا کیا جتن کیے، کیا کچھ فروخت کیا اور اب یہ نئے سرے سے مالک بنے ہیں۔

پہلے اشتمال میں اگر کچھ کوتاہیاں ، خامیاں رہ گئی ہوں تو ان کو دور کیا جائے۔ اس اشتمال کو کُلی طور پر ختم کرنا ان لوگوں پر بڑا ظلم ہوگا اور وہ کہتے ہیں کہ خطا کاری انسان کا شیوہ

Marfat.com

ہے اور میں طالبِ مشعلِ راہ بن کے آپ کی رہبری کر رہا ہوں۔ اس نظم کی اہمیت کو صرف زمیندار ہی سمجھ سکتے ہیں۔

امیدوار برائے بی۔ڈی ممبر

ڈرائیور ہے کوئی کوئی تانگہ باں
کوئی بہرہ گونگا کوئی بے زباں

کسی کے ہے گندم نہ چاول نہ آٹا
کوئی بے سمجھ ہے کوئی اُلو باٹا

کوئی تند خُو ہے کوئی تیز تر
محلّے میں رکھتا نہیں اثر

ہے مقروض کوئی کوئی خالی ہاتھ
نہ دانا نہ بینا نہیں کوئی بات

نمائندے یہ قوم کے بن گئے
یہ گم کردہ راہ ہیں جہالت بھرے

ہیں گلیوں میں یونہی پڑے جھومتے
ہیں پرواز اونچی میں یہ گھومتے

کوئی اندھا رستہ دکھائے کہاں
یہ نادان گاؤں کے ہیں کشتی باں

گلہ ووٹروں پہ تو ہے بے شمار
کوئی موچی کوئی تیلی کوئی ہے لوہار

ہیں ان پڑھ جہالت میں ڈوبے ہوئے
دھڑے بازیوں میں ہیں پھنسے ہوئے

کوئی چیئرمینی کو گھر گھر پھرے
کوئی پاؤں پر اپنا سر ہے دھرے

الٰہی یہ ممبر ہیں یا بازیگر
جو اپنے فرائض سے ہیں بے خبر

یہ خودکار کب ہیں خطاکار ہیں
چُنے ہوئے گاؤں کے سردار ہیں

نہیں جانیں یہ منظر کلمہ کلام
ارے چُننے والو تمہیں ہے سلام

(٩)

سیاسی حوالے سے ١٩٨٧ء تک ہمارے ہاں بی۔ڈی ممبر کے لیے تعلیم یافتہ ہونا کوئی شرط نہیں تھی انہوں نے ازخود یہ شرط لگا دی کہ جو امیدوار مجھے دعائے قنوت سنائے گا میں اُسے ووٹ دوں گا اور یہ جملہ وہ ہر امیدوار کو کہتے تھے۔

Marfat.com

درس گاہ

درسگاہ ایسی جو کمیاب ہے
درسگاہ ہے یہ مثل ماہتاب ہے

نرالی معیاری ہے ذیشان ہے
وہی جانے جو کہ قدر دان ہے

لڑکپن میں بھی بلند حوصلہ
خضر کی عمر ہو اے رب العلیٰ

غریبی نہیں ہے گراں بار ہے
مسائل سے گرچہ یہ دوچار ہے

مگر پختہ اس کا ہے عزمِ صمیم
نظم و ضبط اعلیٰ ہے اعلیٰ تعلیم

مکیں اس کے سب چاق و چوبند ہیں
وطنِ پاک کے ننھے فرزند ہیں

خوشی سے ہیں کرتے حصولِ تعلیم
ہیں دانا و بینا عقیل و فہیم

چھلانگوں سے درجات یہ طے کیے
علم سے یہ ہیں جھولیاں بھر رہے

کوئی نام کو بھی نہیں ہے خلا
ہے پرواز اونچی ہے اونچی ہوا

خزانے علم کے بھرے ہیں یہاں
چمکتی ہے جوں فلک پر کہکشاں

مثالی طلبہ مثالی سٹاف
یہی مدعا ہے یہی التفات

کہ دنیا میں چمکیں ستارے بنیں
یہاں کے طلبہ پیارے بنیں

ملک و قوم کا نام روشن کریں
جواں بن کے یہ آگے آگے چلیں

یہی حق سے منتظر ہے اپنی دعا
پھلے اور پھولے تیری درسگاہ (۱۰)

شاعر نے اپنے دورِ معلمی میں اپنے سکول کی تعریف کی ہے اور اس نے اس سکول کو مثالی سکول قرار دیا ہے۔

مدرس ہونے کی وجہ سے ان کی شاعری کا زیادہ جھکاؤ تعلیم کی طرف نظر آتا ہے۔

Marfat.com

ہائی اسکول

بنا ہے جب سے یہ اسکول ہائی
سرے سے ختم ہو گئی ہے پڑھائی

کوئی کُرسی پہ بیٹھا اُونگھتا ہے
بچھائی ہے کسی نے چارپائی

کہیں سے قہقہے سے آ رہے ہیں
ہے ٹھٹّے نے کہیں مجلس سجائی

طلبہ راستوں میں گھومتے ہیں
کہیں رو رو کے دیتے ہیں دہائی

گو پبلک نالاں و گریاں ہے لیکن
نہیں کچھ اس کی ہوتی ہے سُنائی

مدرس گو ہیں یہ معمارِ ملّت
مگر بس فرض ہے کرنا کمائی

کوئی ہفتہ میں اک دن آ گیا تو
رسم پوری ہوئی بس منہ دکھائی

لگائی حاضری سائیکل پہ بیٹھا
نہیں بھاتی اُسے گھر کی جدائی

رجسٹر حاضری بھی ہنستا ہے
کہ شامت میری اب آئی کہ آئی

مدرس ہیں کل سے غیر حاضر
کریں گے قلم مجھ پر کھُب کھبائی

جو بخیریت اکٹھے ہو گئے سب
شروع بس ہو گئی پھر لب کشائی

کوئی کہتا ہے تنخواہ آ گئی ہے
تبھی آنے کی میں نے دی ہے دہائی

چلو بیٹھیں کوئی ضیافت اڑائیں
کسی نے شوق میں گھنٹی بجائی

ڈیوٹی لگ گئی ہر اک کی فوراً
بڑے نظم و نسق کی بات آئی

کوئی کیکر و شیشم کا نگہباں
نہیں رکھتا مگر دل کی صفائی

کوئی دیوار و در کو جھانکتا ہے
صحن میں پودِ گل کیوں نہ لگائی

طرف جب گیٹ کی نظریں اٹھائیں
تو لاٹھی لے کے آیا ایک بھائی

میرا یہ بچہ کس سے پڑھ رہا ہے
نہیں یہ جانتا اکائی دہائی

ذرا لاؤ دکھاؤ ماسٹر وہ
کہ جس نے بچے کو چپت لگائی

Marfat.com

ذرا دیکھوں اسے، اس پہلوان کو
تو پھر سب بولتے ہیں بھائی آؤ
پھر ہر اک دوسرے کو جھانکتا ہے
وہ دیکھو خون سر سے بہہ رہا ہے
کرو چھٹی کہ دس اب بج رہے ہیں
جماعتیں چھ ہیں اب آوارہ پھرتیں
گزارو وقت کو چپ چاپ بیٹھو
پڑھیں گے یا مریں گے والدین کے
الٰہی خیر ہو ان بے کسوں کی
تبھی تو ہیں یہ منظر سب پریشاں

کیوں بچے کی کی ہے پٹ پٹائی
مدرس وہ نہیں حاضر ہے بھائی
قیامت میں قیامت اور آئی
جماعت پانچویں میں ہے لڑائی
پڑی رہنے دو بھٹ میں اب پڑھائی
کرو گے کس شکایت کی سنائی
نہ چھوڑو رقم سے اک پیسہ پائی
ہمیں کیا ہم نے کھانا ہے کمائی
جو کھاتے ہیں پسینے کی کمائی
نہیں محنت فرض سے آشنائی

(۱۱)

شاعر نے یہ نظم اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد رقم کی اس نظم میں شاعر نے اپنے گاؤں کے ہائی سکول کا خوب نقشہ کھینچا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اساتذہ کو گھر کو بھاگنے کی ہوتی ہے سکول اوقات میں بھی خوش گپیاں، اونگھنا اور وقت گزارنا مقصود ہوتا ہے۔ شاعر کے نزدیک یہ لوگ اپنے رزق کو حلال نہیں کرتے اس لیے پریشان رہتے ہیں۔

کرتار پور کی بستی

کرتار پور کی بستی کیا خوش نصیب تو ہے
پاؤں میں تیرے بہتی اک مست آب جو ہے

ہے دلفریب و دلکش نظارہ درسگاہ کا
دامن میں جس کے بہتی کوثر یہ ہو بہو ہے

Marfat.com

اشجار پاسبان ہیں سر تا فلک کھڑے ہیں
مستی میں جھومتے ہیں پھولوں کی بھینی بُو ہے

کچھ اس طرح سے رونق دل چاہتا ہے میرا
گھومے پھروں میں اس پر سبزہ جو چار سُو ہے

بستی سے فاصلے پر جنگل بسا ہوا ہے
کچھ آج پُر فضا ہے رونق جو کُو بہ کُو ہے

تجھ کو شرف ہے حاصل بے ساختہ نہ کہہ دوں
محمود تجھ کو کہہ دوں حامد حمید تو ہے

زائر پہنچ رہے ہیں طے کر کے کٹھن منزل
کچھ دید ہے مقصد کچھ ایسی آرزو ہے

کچھ سیکھیں کچھ سکھائیں کچھ
مفہوم اجتماع بس تعلیمی جستجو ہے

ہیں ماہرینِ فنِ تدریس جلوہ فرما
تدریس و درس جن کا موضوعِ گفتگو ہے

تعلیمی مشکلوں کا یاں سدِّباب ہو گا
اعلیٰ مقام تیرا کیا تیری آبرو ہے

آمد حمید سے ہے پُر کیف تیری رونق
جوشِ خوشی میں ساتھی منظر کا ایک تو ہے

(۱۲)

ضلع گوجرانوالہ کے نوشہرہ سنٹر کے موضع کرتارپور میں ایک سیمینار ہوا تھا۔ جس میں

Marfat.com

اے۔ڈی۔آئی عبدالحمید تشریف لائے تھے۔ چونکہ میاں صاحب کے مراسم ان کے ساتھ پہلے سے تھے اور ان کی آمد پر یہ نظم کہی گئی تھی۔ جس میں بہتی ہوئی ندی اور سکول کی رونق کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس نظم میں کرتار پور کی درسگاہ کی خوب نقشہ کشی کی گئی ہے۔

حقیقت نمائی

ہے یہاں اک ہائی گرلز مدرسہ
کسمپرسی میں ہے یہ تو درسگاہ
کوئی بھی اس کا نہیں ہے سربراہ
سرپرستی جو کرے نام خدا

پوچھے اس کو کہ کیسا حال ہے
بدنصیبی کا یہ شاید سال ہے
ننھی منی بچیاں معصوم ہیں
علم و تربیّت سے محروم ہیں

بھرتی ہیں آہیں فرش سے تا فلک
لے گئے ہیں عرش تک جن کو ملک
حال دل یہ خود تو کہہ سکتی نہیں
روتی ہیں اظہار کر سکتی نہیں

ہیں جماعتیں پانچ دو استاد ہیں
پاس جن کے سی ٹی کی اسناد ہیں
دس جماعتوں کو سہارا کون دے
کس طرح ان کی خبرگیری کرے

Marfat.com

اب مقامی چار ٹیچر ہیں یہاں
پانچواں گر آ بھی جائے یہاں
چار گھنٹے بعد وہ مفقود ہے
لینا ماہانہ ہی بس مقصود ہے

دل میں آتا ہی نہیں خوفِ خدا
حالانکہ ہے معلوم کر بھلا تب ہو بھلا
ذمہ داری کا نہیں احساس ہے
آنے جانے کا برس میں پاس ہے

تین ٹیچرز کا تقرّر اب ہوا
ایک بھی حاضر نہیں قہرِ خدا
آتی ہیں رو پیٹ کر گر مسٹرس
رکھتی ہیں وہ محکمہ میں دسترس

حاضری دی اور گھر کی راہ لی
آج تک آئی ہیں بہت یاں چھوٹی بڑی
میڈیکل رخصت لیے پھرتی ہیں وہ
مدرسہ مٹی کا گرچہ ڈھیر ہو

منتظم اور کوئی انچارج نہیں
داخلہ یا خارجہ کر دے کہیں

Marfat.com

دیکھیے اس کی زبوں حالی ذرا
صدقِ دل سے آپ کو دیں گے دعا

کرم کی کچھ کیجیے اس پہ نگاہ
اجر دے گا آپ کو رب العلیٰ

زندگی بچوں کی یاں برباد ہے
گاؤں تو اچھا بھلا آباد ہے

دو کے سر پہ مدرسہ کا بار ہے
مشکلوں کا مسئلہ دوچار ہے

بھیجیۓ استاد ایسے ذمہّ دار
جس کو ہو قوم سے زندہ پیار

علم کا منظر چرچا رہے
درسگاہ یہ چین کا کچھ سانس لے(۱۳)

شاعر نے اپنے گاؤں کے زنانہ ہائی سکول کی حالتِ زار کا ذکر کیا ہے اور اس کے مسائل اور بچوں کی تعلیم میں حائل دشواریوں کا ذکر نہایت خوبصورت انداز میں کیا گیا ہے۔

اپنے دِہ کے مسائل کو وہ کس شدت سے محسوس کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

کڑیال

حال کیہ دساں اس نگری دا جس دا ناں کڑیال
ایتھے نہ کوئی چھوٹا چودھری ہر اک بال
گھر گھر ایتھے چودھر پھردی گھر گھر تھانے دار
اک دوجے نوں دیکھ نہ سکّن کردے مار و مار

Marfat.com

بالاں دے ہتھ چودھر آئی چک تماشا سیکھن
لُٹ پلُٹ دا ویلا آیا اپنی بال نہ سیکن
موہڈیاں اُتوں تھکدے پھردے ایتھوں دے پہلوان
آٹا لے ادھار کھاندے بانہواں ٹنگدے جان
ودھ سو ودھ اے جہڑا جمیا جگّا بنیا پھردا
شرم حیا دی لہہ گئی لوئی گھیریاں نہ کوئی گھر دا
جے کر کسے نوں واج چا مارو گھوریاں وٹ کے وہندا
اشرافاں دے کول نہ کوئی گل کرنے نوں بہندا
جھوٹ شرارت چغلی اُبھری جعلی روپ وٹائے
الزاماں نوں لاون لکیاں شرم ذرا نہ آئے
جوئے چرس تے بھنگاں اُڈن ہیروئن نسّی آئی
رشوت خوراں ڈاہڈے بن کے گل وچہ رسّی پائی
دھوکے بازاں نال فریباں بہتیاں چھِلّاں لاہیاں
گھر گھر پھرن شکار لیاون بھیناں تے بھرجائیاں
کھٹی لسّی دُدھ وچہ پا کے ددھ نوں کھٹّا کیتا
پاٹا ہور وی پاٹا رہیا نہ پاٹے نوں سیتا
بے اتفاقی ووٹاں والی جڑ دھڑیاں دی ہوئی
کہڑا آکھے ڈھک لے اگّا آکھن جوگ نہ کوئی
بے لگامے گھوڑے وانگوں ہر کوئی نسدا پھردا
اک اکلّا ڈک نہ سکدا نہ ڈکّے کوئی ڈکدا
بھلے مانس دی قدر نہ کوئی اُہنوں جانے

Marfat.com

منہ پاٹے دی ایتھے چودھر آکھن سچ سیانے
وقت کولاّ اوکھا ویلا گھول کپت لڑائیاں
اندر وڑ گئے سگھڑ سیانے ویکھدے نے بریائیاں
رہی اولاد نہ ماپیاں جوگی نہ کوئی آکھے لگدا
بندوقاں پستولاں باجھوں پھرے نہ کوئی سجدا
موت سرہانے کھڑی کھلوتی ویکھ ویکھ کے ہسّے
جتھے لوک نے بے تربیتے پنڈ اوہ کدی نہ وسّے
چھڈ منظر توں نہ کھپ بہتا جو کردا سو بھردا
کسے دے آکھے کدی نہ کوئی جیوندا نہ مردا (۱۴)

یوں تو پنجاب میں کڑیال نام کے بہت سے دیہات ہیں لیکن یہاں گوجرانوالہ کے گاؤں کڑیال کلاں کا ذکر ہے۔ جس میں شاعر ۱۹۴۷ء سے ۱۹۹۷ء تک مقیم رہے۔ شاعر اس نظم میں کڑیال کے ماحول کو زیرِ بحث لایا ہے۔ شاعر سمجھتا ہے کہ یہاں صرف چرب زبان کامیاب رہ سکتا ہے۔ ان کے نزدیک چرب زبان ہی چودھری ہے اور مذکور میں اسلحہ کی نمائش کا ذکر بطور خاص کیا گیا ہے۔ یہاں کے نااہل لوگ اپنی اہلیت ثابت کرنے میں بڑے کوشاں دکھائے گئے ہیں لیکن یہ سب گھاٹے کا سودا ہے۔

کڑیال کی بجلی

آتی ہے جگمگاتی ہے گاؤں سارے میں روشنی پھیلاتی ہے
جلنے لگتے ہیں قمقمے سارے کیسی پیاری ہے دل لبھاتی ہے
نور ہی نور پھر چمکتا ہے چاند تاروں کو شرم آتی ہے
ماند ہوئے ہیں جگمگاتے نہیں دوڑ جاتے ہیں جب یہ آتی ہے
بچھ رہی ہے سفید چادر سی بقعۂ نور گھر بناتی ہے

Marfat.com

جب بھی جوبن پہ اپنے آتی ہے کھوئی بینائی لوٹ آتی ہے
کہاں کڑیال ہے کہاں بجلی کیسی چپڑی ہوئی چپاتی ہے
ہاں مگر ایک بات ہے سن لو جب نہیں آتی جی رُلاتی ہے
اس کے آنے کا وقت کوئی نہیں جب بھی چاہے یہ لوٹ جاتی ہے
بے وفا ہے اصول کوئی نہیں دل میں جب آئے بیٹھ جاتی ہے
واپڈا والے دور بیٹھے ہیں سوئے فتنے یہی جگاتی ہے
حرفِ شکوہ نہ لب پہ کیوں آئے صبح آتی ہے شام جاتی ہے
غور فرمائیں اگرچہ صاحبِ فرض پھر منظر یہ پیچ کھاتی ہے

(۱۵)

۷۵-۱۹۷۴ء میں سائیں مولا شاہؒ ویلفیئر سوسائٹی کی کوششوں سے کڑیال کلاں میں بجلی فراہم کی گئی۔ ان دنوں دیہات کو بجلی فراہم کرنا حکومت کی ترجیحات میں شامل تھا۔ لیکن بجلی کم ہونے کی وجہ سے اس کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ شاعر انہی حالات کو زیرِ بحث لایا ہے۔ لیکن اگر ان سب باتوں کا دورِ حاضر سے موازنہ کیا جائے تو یوں لگتا ہے کہ یہ بجلی کڑیال کی بجلی نہیں لاہور کی بجلی ہے بلکہ پورے پاکستان کی بجلی ہے۔

نیشنل بینک تو ہمارا ہے

نیشنل بینک اک گہوارہ تھا بچے بوڑھے کا یہ سہارا تھا
ملتی پنشن تھی گاؤں گھر بیٹھے اپنا پنشن پہ تو گزارا تھا
رونق وہ تھی شان تھی اپنی بینک میرا بھی تھا تمہارا تھا
رقمیں رکھتے تھے اسکے پہلو میں اک یہی پاسباں ہمارا تھا

Marfat.com

بینک دولت تھی اک ستارہ تھا — سچ ہے آنکھوں کا میری تارا تھا
آٹھ سالوں کی عمر تھی اسکی — بات سمجھو ابھی کنوارا تھا
ہو کے ناراض چل دیا ہم سے — کیا نوشہرہ اسے پیارا تھا
کچھ گناہ تو نہیں تھا اپنے میں — اسکو رہنے میں کیا خسارہ تھا
ہے ودیعت یہ قوم کی منظر — چمکتا سر پہ چاند تارا تھا
پھر سے کڑیال کو شرف دیجیے — نیشنل بنک تو ہمارا تھا
آپ سے التجا یہ اپنی ہے — دل شکستوں کا یہ سہارا تھا
بھیج دیں اس کو دوبارہ — ہم غریبوں کا ماہ پارہ تھا

اس کو آغوش میں بٹھائیں گے
چشم پُر نم گیا بیچارہ تھا (۱۶)

۷۵-۱۹۷۴ء میں کڑیال کلاں میں بینک آف بہاولپور ذیلی ادارہ نیشنل بینک آف پاکستان قائم ہوا اور بعد میں یہ بینک نیشنل بینک آف پاکستان میں ضم ہو گیا۔ مگر یہ بینک خسارے میں جا رہا تھا اس لیے آٹھ سال بعد یہ بینک نوشہرہ ورکاں میں منتقل ہوا۔ تو اس موقع پر شاعر نے یہ نظم کہی جس میں مقاداتِ دہ کا اعادہ کیا ہوا ہے۔

جب یہ بینک نوشہرہ ورکاں منتقل ہوا تو۔

نیشنل بینک نوشہرہ ورکاں

یہ ہے بینک نوشہرہ ورکاں — نیشنل بینک نوشہرہ ورکاں
تھیلا بھر کر رقمیں لاؤ — بنک میں آ کر جمع کراؤ
مانگو گے کھاؤ گے جھڑکاں — یہ ہے بنک نوشہرہ ورکاں
بوڑھا پنشن خوار جو آئے — اس سے یہ بیزار ہو جائے

Marfat.com

کرے بیچارہ سو سو منتاں — یہ ہے بینک نوشہرہ ورکاں
اس میں ہیں کچھ کڑوے دانے — اچھے بھی ہیں سگھڑ سیانے
جیبوں میں ہیں کالی مرچاں — یہ ہے بینک نوشہرہ ورکاں
بسم اللہ کر بینک میں آؤ — بنچ پہ بیٹھے کانگ اڑاؤ
واہ وا اللہ تیریاں صفتاں — یہ ہے بینک نوشہرہ ورکاں
موڑ پہ آئے تو یہ بولے — بولے جو پھر پورا تولے
واہ وا شان نوشہرہ ورکاں — یہ ہے بینک نوشہرہ ورکاں
یہ ہے کچھ تہذیب سے عاری — کرسی ہے کچھ ہلکی بھاری
گھڑی گھڑی کیا بات کو رڑکاں — یہ ہے بینک نوشہرہ ورکاں

(۱۷)

کڑیال والا بینک جب نوشہرہ ورکاں منتقل ہوا تو میاں صاحب کو وہاں کے عملے کا رویہ پسند نہ آیا تو انہوں نے وہاں اپنے ساتھ ہونے والے حالات کو نظم کی شکل میں قلمبند کیا لیکن کہا جاتا ہے کہ اس نظم کے بعد بینک والوں کا رویہ میاں صاحب کے ساتھ اتنا مؤدبانہ رہا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ میاں صاحب آپ بینک نہ آیا کریں اپنی پنشن بک بھیج کر پنشن منگوا لیا کریں۔

قومی تشخص

دل میں سوچو کیا یہ انگلستان ہے؟ — آنکھ کھولو یہ تو پاکستان ہے
نقل کرتے اب بھی وہ انگریز کی — خون دے کر سلطنت حاصل یہ کی
روشنی قرآن کی ہے جا بجا — پھر اندھیرے میں ہو تم قہرِ خدا

Marfat.com

داخلِ فیشن ہے سر ننگا میاں ‏ ‏ ‏ دب چکا ہے فیشنوں میں سب جہاں
بالوں کا ہر اک سر پہ بھار ہے ‏ ‏ ‏ دردِ سر کا خواہ کوئی بیمار ہے
لڑکی لڑکے کو اگر پہچان لیں ‏ ‏ ‏ ہم شناخت کو تمہاری مان لیں
ایک پہناوے میں سب ملبوس ہیں ‏ ‏ ‏ کہنے والے خود بڑے مایوس ہیں
بال بُرشوں سے سنوارے جاتے ہیں ‏ ‏ ‏ سر پہ گُنڈل سے بنائے جاتے ہیں
زیرِ جامہ پہنتی ہیں لڑکیاں ‏ ‏ ‏ ہو رہا ہے پینٹ کا جس پہ گماں
ہے گلے میں پھندا سا نکٹائی کا ‏ ‏ ‏ خوب روئی اس سے بڑھتی ہے بھلا
پگڑی ٹوپی کا نہیں ملتا نشاں ‏ ‏ ‏ ننگے سر سجتا نہیں ہے مسلماں
بال کٹواتی ہیں سر کے عورتیں ‏ ‏ ‏ غیر مردوں سے کہاں پردہ کریں
ساڑھیاں بے پردگی کا ہے نشاں ‏ ‏ ‏ شوق سے جو پہنتی ہیں لڑکیاں
ہیں برہنہ عضو ہائے جسم بھی ‏ ‏ ‏ مسلمان ہیں لڑکیاں یہ آج کی
حالانکہ پردے کا آرڈر سخت ہے ‏ ‏ ‏ سچ تو ہے منکر بڑا بدبخت ہے
برقع پوشی بھی بنا فیشن نیا ‏ ‏ ‏ دیکھیے پردہ نہیں اس میں ذرا
صاف چہرہ اس میں آتا ہے نظر ‏ ‏ ‏ آخرت سے دنیا والے بے خبر
جانتے قرآن کو ہیں مسلماں ‏ ‏ ‏ مرد و زن بھی اور سب پیر و جواں
ہوس جاہ و زر میں سب بدمست ہیں ‏ ‏ ‏ شرک و بدعت دونوں زیرِ دست ہیں
چل دیا ہے دور یہ میرا قلم ‏ ‏ ‏ اٹھ نہ جائے دل سے کچھ اپنا بھرم
بات کہنے کی ابھی کچھ اور ہے ‏ ‏ ‏ مسئلہ جو اب کے زیرِ غور ہے
قوم کو بیدار کرنا ہے مجھے ‏ ‏ ‏ عرض ہے با ادب میری آپ سے
چھوڑ دیجیے آپ انگریزی لباس ‏ ‏ ‏ دل میں اپنے لائیے کچھ تو قیاس
پینٹ سے ہے بیٹھنا اُٹھنا محال ‏ ‏ ‏ جسم کو بس باندھنے کی ہے مثال

Marfat.com

ہو نہیں سکتی ادا اس سے نماز — عرض ہے میری بصد عجز و نیاز
کُرتا و شلوار ہو اب زیبِ تن — شیروانی سے سجایئے گا بدن
سر پہ ٹوپی ہو یا پگڑی آپ کے — دیکھنے والوں کو جو اچھی لگے
ہے پسندیدہ یہی قومی لباس — بندھ رہی ہے دوست و دشمن کو آس
آپ بھی اور حلقۂ احباب — پیروی میں اٹھ کھڑے ہوں گے سبھی
میری بہنیں پھر سنیں میرا پیام — سب سے پہلے لیجیے میرا سلام
سب کریں پابندیِ صوم و صلوٰۃ — ہے زباں قومی کریں اردو میں بات
عیب جوئی تو میرا مقصد نہیں — بات میری بھول نہ جائیں کہیں
ایک پٹہ ہے یہ دوپٹہ نہیں — جو ہوا سے اُڑتا جاتا ہے کہیں
ہو ردا ایسی جو سر تن ڈھکے — عضو تا نہ نظر آئیں آپ کے
اب طوالت کی نعیمہ فکر کر — کافی ہے قومی تشخص کا ذکر

(۱۸)

اس میں شاعر نے قوم کو اس کی کوتاہیوں اور کمیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے تلقین کی ہے کہ وہ اپنی اسلامی اقدار کو اپنائیں اور یورپی اقدار سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ اس میں خاص طور پر صوم و صلوٰۃ کی پابندی، قومی زبان اردو کا استعمال، عیب جوئی سے پرہیز اور پردہ کی طرف قوم کی خصوصی توجہ دلوائی ہے۔

نظامِ مصطفیٰ ﷺ

دوستو اب وقت ہے لاؤ نظامِ مصطفیٰ ﷺ
یک زباں ہو کر کہو سب لا اِلٰہ الا اللہ
کلمۂ حق میں ہے برکت کلمہ گو سب آپ ہیں
مسلماں ہونے کی صورت میں کہو حمد و ثنا

Marfat.com

فیصلہ قرآن کا ہے آپ سارے ایک ہیں
ہادئ دیں ایک ہیں جو ہیں ہمارے راہ نما

کل مؤمن اخوۃ کا درس ہے فرقان میں
جاٹ ہو رانا ہو کوئی خان ہو یا ہو گدا

دین میں تخصیص کوئی ذات کی مطلق نہیں
اک نبی اور ایک کعبہ ایک قرآں حق نما

اب تو قرآن اور سنت کا چلاؤ ضابطہ
حق رسی ہو پھر غریبوں کا بنے گا آسرا

ظالم و مظلوم کا کوئی محاسب ہو اگر
زندگی پُر امن گزرے گی تمہاری واہ وا

اب جہالت اور رشوت سود خوری دور ہو
حق ملے حق دار کو ہو گر نظامِ مصطفیٰ ﷺ

کفر کو اسلام سے کر کے جدا پھر دیکھ لو
نام اونچا اور ہو گا پیارے پاکستان کا

سب برائیوں بے حیائیوں کو کرے گا صاف یہ
ہو گا مسلم دیکھنا پھر با حیا و با وفا

تھام لو مضبوط کر کے اب تو رسی قوم کی
امتحاں کا وقت ہے سمجھو یہ اپنی قوم کا

نعرۂ تکبیر کہہ کے رہروِ منزل رہو
متحد ہو کر رہو منظر کرو یادِ خدا (۱۹)

ذوالفقار علی بھٹو دور کے اختتام پر قیامِ نظامِ مصطفیٰ کے لیے تحریک چلائی گئی تھی تو بہت سے دوسرے شعراء کی طرح میاں صاحب نے بھی اس تحریک کے حق میں نظمیں کہیں۔ جن میں انہوں نے اس نظام کے مفادات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

Marfat.com

واہ وا نظامِ مصطفیٰ ﷺ

کیسا خوش آئند ہے واہ واہ نظامِ مصطفیٰ ﷺ
ہر زبان پر ورد ہو گا لا الٰہ الا اللہ
بے حیائی ختم ہو گی لوٹ آئے گی حیا
مجرموں کو جرم کی پاداش میں ہو گی سزا
رہزنوں اور ڈاکوؤں کو زانیوں مے خوروں کو
ہر جرم کے مجرموں کو اب ملے گی سزا
ہو گی عبرت ناک وہ ہر شخص دل میں سوچ لے
عین شرعی حکم ہیں، ہو گا سزا کا فیصلہ
چور کے اب ہاتھ کاٹے جائیں گے کیا خوب ہے
کیسے جرأت پھر کسی کو ہو گی واہ وا
زانی کو سنگسار ہوتا دیکھ کر ہر ذی شعور
حلقہ احباب میں کیوں نہ کہے گا برملا
دوستو! ایسے گناہ سے اب توبہ کرو
مل کے اب کر دو کھڑے سب مسلمان دستِ دعا (۲۰)

یہ نظم بھی پہلی نظم ہی کی طرح ہے اس میں کہا گیا ہے کہ دینِ اسلام میں جرائم کی جو سزائیں مذکور ہیں جب یہ سزائیں مجرموں کو دی جائیں گی تو اسے دیکھ کر قوم کے دوسرے لوگ ایسے جرم کے مرتکب نہیں ہوں گے بلکہ سزا یافتگان سے عبرت حاصل کریں گے۔

Marfat.com

اصلاح معاشرہ

ذرا بغور سنیں داستانِ غم لوگو
دھیان دے کے سنو اور ذہن میں سوچو

کئی زمانے میں اب تو سماج دشمن ہیں
حیا و ادب و فرائض کے آج دشمن ہیں

بنا تھا پاک وطن پاک پاکوں کے لیے
بجھا رہے ہیں ناپاک اس کے جلتے دیئے

خدا کی داد وطن اس کی ہی امانت ہے
بنائے لا اِلٰہ جس کی بڑی شہادت ہے

برائیوں کے بڑے ڈھیر لگ چکے ہیں یہاں
اٹھو تو کاٹ دو دوستو یہ سب رسیاں

ڈکیتی ، چوری ، زنا قتل سی برائیاں ہیں
خدا کا خوف نہیں ، ہر طرف دہائیاں ہیں

ہے بھائی بھائی کا دشمن حقوق تلفی ہے
زباں میں شیرینی نہیں ، تلخی تلخی تلخی ہے

پابندِ شرع نہیں اور کوئی صوم و صلوٰۃ
گناہ کی چھائی ہے ہر اک طرف ہی کالی رات

تمہارا دین بھی سچا ، قرآن و کعبہ بھی
وطن بھی ایک مسلمان بھائی چارہ بھی

Marfat.com

جو دھوکہ بازی کرو گے، کرو گے کس سے بھلا

جو خون چوسو گے مسلمان کا ہے دیکھے خدا

جواب دو گے بھلا کون سا تم روزِ حساب
کہاں تلک تم دیکھو گے زندگی کے خواب

فنا ، فنا ہے فنا کا مقام ہے دنیا

جو آج بوؤ گے کاٹو گے کل ، یہ سوچو ذرا

شراب خوری ، جوّا ، تول میں کمی کرنا
درندگی سے ، پڑوسیوں سے بھائیوں سے لڑنا

حیرانی ہے مسلمان ہو مسلمانو
نظر کو کھولو دو روزِ حشر کو پہچانو

ایثار تم میں اتحاد ، نہ یقین محکم
فکر نہ آج کی اور کل کا بھی نہیں ہے غم

امام مسجدو ! اور اے جہاں کے استادو !
تم اپنے فرض کو پہچان لو ، اے بنیادو !

تم اپنا وطن برائیوں سے سارا پاک کرو
معاشرے کو کرو صاف، صاف و پاک کرو

وطن کے دشمنوں کو نار میں جلاؤ تم

بنائے پانچ کے اب مرتکب بناؤ تم
کہو تو بسم اللہ اور الا اللہ
نظر میں لائیے اب منظر رسول اللہ (۲۱)

Marfat.com

اس نظم میں شاعر قوم کے رہبروں (اساتذہ اور علماء) سے مخاطب ہے۔ کہتا ہے کہ تم لوگ اپنے فرائضِ منصبی کا خیال کرو اس قوم کو راہِ راست کی تربیت دو یہ ملک ایسے کاموں کیلئے نہیں بنایا گیا تھا۔ قوم اور رہبروں کی بقاء اسی میں ہے کہ یہ صراط مستقیم پر گامزن ہوں۔

برانچ پوسٹ ماسٹر

یہ بی۔پی۔ایم بیچارے بھوکوں کے ہیں جو مارے
کھاتے نہیں ہیں کچھ بھی لگتے ہیں تب ہی پیارے

کھانا جو مانگتے ہیں ملتا ہے ایک دانہ — تنخواہ ملے جو پوری گھنٹے کا ایک آنہ
کپڑے سفید ان کے ہے دیکھتا زمانہ — احوال کچھ نہ پوچھو اپنے ہیں نہ ہمارے

یہ بی۔پی۔ایم بیچارے بھوکوں کے ہیں جو مارے
کھاتے نہیں ہیں کچھ بھی لگتے ہیں تب ہی پیارے

تنخواہ ہے ملتی وافر، ہے گزر تب بھی اکثر — بازار میں جو جائیں بھاگے ہیں دم دبا کر
سبزی پیاز کے بھاؤ ہیں سب برابر — بھاؤ سے ڈر دبک بیٹھے ہیں اک کنارے

یہ بی۔پی۔ایم بیچارے بھوکوں کے ہیں جو مارے
کھاتے نہیں ہیں کچھ بھی لگتے ہیں تب ہی پیارے

چالیس میں میاں جی پانچ اور بھی ملاؤ — گنتی بھی سیکھ لینا میدان میں تو آؤ
ہے صحت کی ضرورت تو روٹی کبھی نہ کھاؤ — پھر ہم بھی آ چکے ہیں اور آپ ہیں ہمارے

یہ بی۔پی۔ایم بیچارے بھوکوں کے ہیں جو مارے
کھاتے نہیں ہیں کچھ بھی لگتے ہیں تب ہی پیارے

موہروں کی گنتی کر لو نیچے نہ گرنے پائے — ہر ایک کی چٹھی لکھ دو اعتراض آ نہ جائے
تقسیمِ ڈاک میں بھی کوئی خلل نہ آئے — یوں ہی گزر رہے گی گزریں گے دن تمہارے

یہ بی۔پی۔ایم بیچارے بھوکوں کے ہیں جو مارے

Marfat.com

کھاتے نہیں ہیں کچھ بھی لگتے ہیں تب ہی پیارے

گر کام ہے زیادہ کچھ سانس لے کے کر لو — خدمت گزار ہو تم خدمت سے من بھر لو

بس غیر حاضری میں تم اپنی فکر کر لو — چرچا یونہی رہے گا اور یونہی سب نظارے

یہ بی۔پی۔ایم بیچارے بھوکوں کے ہیں جو مارے

کھاتے نہیں ہیں کچھ بھی لگتے ہیں تب ہی پیارے

تم قوم کے ہو خادم تن من سے دھن سے کرنا — اونچی کرو نہ گردن اونچا نہ سانس بھرنا

صبر و شکر سے بیٹھو دن رات کام کرنا — آسمان کو تو جھانکو ہیں اڑ رہے غبارے

یہ بی۔پی۔ایم بیچارے بھوکوں کے ہیں جو مارے

کھاتے نہیں ہیں کچھ بھی لگتے ہیں تب ہی پیارے

تمہارے سر پر کچھ بوجھ کام کا ہے — اور ذہن میں تخیل ایک اپنے نام کا ہے

ایک دل میں فکر سب کے بس خالی جام کا ہے — اللہ بھرے گا تم جو اللہ کو ہو گے پیارے

یہ بی۔پی۔ایم بیچارے بھوکوں کے ہیں جو مارے

کھاتے نہیں ہیں کچھ بھی لگتے ہیں تب ہی پیارے

سب یک زباں ہو کر اللہ سے عرض کرنا — ان خالی جھولیوں کو اللہ کرم سے بھرنا

گزرا ہے وقت پچھلا اور یہ بھی ہے گزرنا — مایوس ہو نہ ہرگز حامی ہیں سب تمہارے

یہ بی۔پی۔ایم بیچارے بھوکوں کے ہیں جو مارے

کھاتے نہیں ہیں کچھ بھی لگتے ہیں تب ہی پیارے

کچھ محکمے سے مانگو کچھ خود کرو کمائی — یونہی نہ آگے پیچھے دیتے رہو دہائی

مانگو گے جو ملے گا مانگے ہے کُل خدائی — منظرؔ بھی جی رہا ہے امید کے سہارے

یہ بی۔پی۔ایم بیچارے بھوکوں کے ہیں جو مارے

کھاتے نہیں ہیں کچھ بھی لگتے ہیں تب ہی پیارے (۲۲)

Marfat.com

جب میاں صاحب خود برانچ پوسٹ ماسٹر تھے۔ اُس وقت ان کی تنخواہ صرف ۲ روپے سے لیکر ۴۵ روپے ماہوار تک رہی تو اسی تصوّر کو سامنے رکھ کے انہوں نے نظم برانچ پوسٹ ماسٹر کہی۔ جس میں بطورِ خاص بی۔ پی۔ ایم کی مشقت اور کم آمدنی کی شکایت کی گئی ہے۔

شاعر

فرش سے عرش تک تیری رسائی
تیرے لفظوں میں تیری سب خدائی

خیالوں کے شہنشاہ بات یوں ہے
گدائی میں بھی تیری بادشاہی

ہوا میں اور فضا میں اُڑن تیری
تیرے خامہ میں قدرت کوہ پیمائی

سمندر کو تو اک کُوزہ میں رکھے
تو دریا میں بچھا لے چارپائی

تُو ٹھنڈا آگ کو کر دے برف سا
تمھی نے آگ پانی کو لگائی

تجھے تاروں سے میں نے لٹکا دیکھا
اندھیرے گھُپ میں تیری روشنائی

پہاڑوں کو بھی تُو پاؤں لگا دے
پھری ہے چار سُو تیری دُہائی

Marfat.com

تیرے نزدیک نابینا ہے بینا
کہ بخشی تُو نے اندھے کو ہے بینائی

عجب انداز کی ہے پرواز تیری
کہ شاہینوں نے تجھ سے عقل ہے پائی

بھرے ہیں ذہن میں کیسے خزانے
کہ قاروں نے جو دیکھا شرم کھائی

درختوں نے تیرے اعزاز دیکھے
تیرے پاؤں میں آ گردن جھکائی

تیرے سایہ تلے جن و بشر ہیں
کیا تیری ہے منظر سحر پائی (۲۳)

شاعر قوم کی ملکیت ہوتا ہے۔ اس کی شاعری اصلاح معاشرہ کے لیے ہوتی ہے۔ وہ صیح معنوں میں قوم کا ہمدرد ہوتا ہے۔ یہی خیالات اس نظم میں بیان کیے گئے ہیں۔

کھنڈ

جدوں دی وچ پنڈاں دے یارو کھنڈ نمانی آئی اے
حال کیہ دسّاں کھول کے سارا ایہہ تے نری لڑائی اے

ڈپو والے اک دو رل کے کھنڈ چکن جد جاندے نیں
موڑاں دے وچ اُچے ہو ہو گلّاں کئی بناندے نیں
کر کر چغلی شور ودھیرا سُتی کلا جگاندے نیں
تکڑی پھڑ کے ٹھونگے مارن کیسی نیک کمائی اے
حال کیہ دسّاں کھول کے سارا ایہہ تے نری لڑائی اے

Marfat.com

رقماں پہلوں جمع کراون کھنڈ اٹھاون پچھوں
پچھوں چکن پہلوں وچن کرن بلیک ایہہ وچوں
سیر چوں گھٹ چھٹانکی دیون تکڑی چکن پچھوں
چھابا ہیٹھ زمین تے لگے پوری تول وکھائی اے
حال کیہ دسّاں کھول کے سارا ایہہ تے نری لڑائی اے

لوکی سون بلیکی جاگن کھنڈ کڈھدے بوری
ادھی راتیں اپنے گھر دی آپے کردے چوری
شیر ببر دے تھلیے پا کے اُتّے رکھدے کھوری
ویکھن والے کھاد سمجھدے کیسی ایہہ دانائی اے
حال کیہ دسّاں کھول کے سارا ایہہ تے نری لڑائی اے

کھاہدا پیتا بھاڑا چیرا خرچ ودھیرے پاندے نیں
ودھ منافع لے کے پھر وی اجے نہیں شرماندے نیں
ادھ تے لے گئے سانجھاں والے باقی دے مُڑ جاندے نیں
آکھن پہلوں آ جانا سی ہن تے گئی چکائی اے
حال کیہ دسّاں کھول کے سارا ایہہ تے نری لڑائی اے

حق اپنے دی لیون پاروں ہوندے جُتّم جُتّی اے
جہڑا پچھوں آیا سمجھو قسمت اُوہدی سُتّی اے
کھنڈ تے پئی چُلھے وچ پچھوں آٹا کھا گئی کُتّی اے
مائی دوڑی گھر نوں آ گئی کردی حال دُہائی اے

Marfat.com

حال کیہ دساں کھول کے سارا ایہہ تے نری لڑائی اے

اک وڈیرے نے جد پچھیا کیہ سی مقصد تیرا؟
مائی کہندی دھکّے کھا کے آ گئی آں میں شیرا
آکھن پنڈ وچ شامل نہیں ایہہ ویہلا نوالہ ڈیرا
دو حرفاں وچ ڈپو والے ساری گل مکائی اے
حال کیہ دساں کھول کے سارا ایہہ تے نری لڑائی اے

کھنڈ نے دھڑے بنا کے اک تو دوجا جدا کرایا اے
وچ لالچ دے پے کے سبھ نے اپنا آپ گوایا اے
کھنڈ دا ڈپو لے کے جس جس چودھر پنّاں بنایا اے
لوکاں نے پھڑ منظر اوہدی پگڑی سر توں لاہی اے
حال کیہ دساں کھول کے سارا ایہہ تے نری لڑائی اے(۲۴)

پہلی بار جب پاکستان میں جمہوریت آئی تو اس وقت راشن ڈپو کو صحیح معنوں میں متعارف کرایا گیا ۔ چینی اور آٹا ڈپو سے ہی ملتا تھا۔ شاعر اپنی نظم کھنڈ میں کہتا ہے کہ چینی تو دیہات میں فساد کی بنیاد بن کر رہ گئی ہے۔ بااثر لوگ ڈپو ہولڈروں کے ساتھ مل کر چینی خرد برد کرتے ہیں اور ڈپو ہولڈر خود بھی چینی بلیک میں فروخت کرتے ہیں۔ نظم میں بلیک کرنے والوں کیلئے بلیکی کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس سے پہلے یہ لفظ کسی شاعر نے استعمال نہیں کیا۔ اسی طرح شیر ببر دے تھیلے سے مراد یوریا کھاد والے تھیلے ہیں کہ اس کو گنے کے چھلکوں کے نیچے چھپا کے رکھا جاتا ہے۔ یعنی بلیکیوں کے طریقۂ واردات بتائے گئے ہیں۔

Marfat.com

مہنگائی

زمیں سے آسماں تک ہے دہائی — مہنگائی توبہ توبہ رنگ لائی
پہننا تو کجا کھانا بھی مشکل — مہنگائی نے ہے ہر گردن دبائی
دکانوں میں بہت سودے سجے ہیں — مگر چھونے کی ہمت کس کو آئی
چنوں کی دال سے کچھ رابطہ تھا — جونہی بھاؤ سنا کچھ غش سی آئی
یہی کچھ ماش مونگی کہہ رہے ہیں — مسوروں سے ہو ان کی ہم نوائی
ہلے گی جیب جب چھیڑو گے جو ہم کو — تمہیں بھولے گی تب اپنی پرائی
جو بھولے سے نظر کپڑے پہ آئی — اسے چھوہا چپت ایک منہ پہ کھائی
وتیرہ جب دکانداروں کا دیکھا — تو پھر ہونے لگی کچھ ہاتھا پائی
چلو تم راہ لو بولا گرج کر — کہاں کا آ گیا گاہک سودائی
کہا کپڑے نے بابو جی چلا جا — وگرنہ ہم سے بھی ہو گی لڑائی
مجھے لے جانے کی ہمت کہاں ہے — یہ سن کر اور بھی شرم آئی
پریشاں حال ہے گاہک بے چارہ — نہیں شب بھر برابر نیند آئی
ہے سبزی کے نرالے کارنامے — کہ دھو کر منہ یہ کنجڑے پاس آئی
مجھے اس ٹوکری میں چین سا ہے — ترازو میں ہے عزت فزائی
میں باتیں آسماں سے کر رہی ہوں — کہ اس نے قدر و قیمت ہے بڑھائی
تمہارا بس نہیں ہے مجھ کو لے جانا — نظر رکھتی ہے مجھ پر سب خدائی
سڑک پہ گاہک اک گریہ کناں ہے — کہ کر دی ایک نے کچھ رہنمائی
چلو سبزی کو چھوڑو گوشت لے لو — یہ کہہ کر اس نے جب ہمت بندھائی
لگایا ہاتھ جب گوشت کو اس نے — چھری قصاب نے فوراً اٹھائی
چلے جاؤ میاں روکھی سنبھالو — کہ بھاؤ کم نہ ہو گا ایک پائی

Marfat.com

غدودیں بھی ملیں گی چھیچھڑے بھی
لگے کا نوٹ اک قیمہ کٹائی
کیا لسّی دہی سے گزر ہو گی
ثریا تک گئے مکھن ملائی
ہو چپڑی روٹی یہ کیسے مقدّر
کہ گھی تو بن گیا ہے اک دوائی
نہیں کچھ کھانے پینے کو ملے ہے
نہ چاول اور چینی نہ چلائی
الٰہی یہ مہنگائی کم نہ ہو گی
پڑی ہے اب دہائی پر دہائی
یہ پتھر دل خدایا موم کر دے
کہ حرص و آز میں لپٹی خدائی
اگر خوفِ خدا آ جائے منظرؔ
نظر میں پھر نہیں آتی مہنگائی

(۲۵)

شاعر کی یہ نظم مہنگائی کے بارے میں ہے جس کی وضاحت میں اگر یہ محاورہ کہا جائے ''اندھیر نگری چوپٹ راجا، ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا، تو ایسا کہنا غلط نہ ہو گا۔ یعنی ہر طرف مہنگائی نے اندھیر مچا رکھا ہے۔ سبزی اور کھاجا یعنی خشک میوہ کے ایک ہی بھاؤ ہیں۔ یہ نظم شاعر کے تجربے اور دور کی بہترین عکاس ہے۔ ایسی ہی ایک نظم ''مار گئی مہنگائی'' کے نام سے عبدالکریم منظر نے بھی لکھی ہے:۔

خرچے ودھتے گھٹ کمائیاں
کیہ بنے گا یا رب سائیاں (۲۶)

گرم مسالہ

سنو حقیقت کھول سناواں اج کل دا جو حالا
ہلدی لون نوں وچین والے رکھدے گرم مسالہ
سوئے وچین زیرہ آکھن ہے ایہہ خالص زیرہ
آکھن جے خوشبو نہ ہووے موڑ جاویں تو ویرا
مرچاں پیسیاں دے وچ یارو ہلدی پائی ہوئی
آکھن جے کر رنگ نہ دیون ہانڈی ساڈی ہوئی

Marfat.com

پھُل کپاہ دی قند بنائی شکر دا وچ شِیرا
قبض جے باقی رہ گئی آکھن پھڑلیں آ کے وِیرا
ہلدی دے وچ لال مکئی دا آٹا دلیا ہویا
کھوئے دے وچ سٹ کے میدہ آکھن خالص کھویا
تازہ دودھ دا دیندے ہوکا وچ رلا کے پانی
تن ہزار دی مہیں لیاندی دسّاں کھول کہانی
چھ سیر پکا دُدھ اوہ دیوے سنے کٹے دے سارا
پانی جے نہ وچ ملایئے ہووے کنج گزارا
آٹے دے وچ سوہڑا پا کے وتیچن کر کے آٹا
وتیچن آٹا کم نہ کوئی آکھن پیندا گھاٹا
کھنڈاں دے وچ روا ملاؤن تیلاں دے وچ پانی
سوڈے دے وچ قلعی ملا کے آکھن ہے لاثانی
مسراں دی وچ سہڑی پا کے اصلی چاء بنائی
وچ لفافے پا کے رکھن کردے نیک کمائی
وچ بنفشے پا کے روڑی تولیاں دے نال تولن
شامت پھُل گلاباں آئی ایہہ نہ مونہوں بولن
کنکاں دے وچ ریت ملاؤن کھوب کے چُکن چھابا
آکھن جے لینی آں لے لے نئیں تے اٹھ جا بابا
مونجی دا میں حال کیہ دسّاں پانی دے وچ تردی
باسمتی وچ سٹھی پا کے تولن جلدی جلدی
مردی بھیڈ حلال چا کیتی دُمچی بکرا لائی
اُوپری چربی اُتے پا کے ڈالے وچ سجائی

Marfat.com

بکرا بکرا کر کے تینوں مینوں اُوہیو کھوائی
تھاواں دے وچ فرق نہ کیتا کیتی اصل کمائی
آکھن کلا رُکھ نہ کوئی جنگل دے وچ ہووے
کلّا کوئی میت لاگے بیٹھ کدی نہ رووے
چیز ہر اک دا جوڑا بنیا کلّا کیہ شے ہوندا
موتی تار دے وچ پروتے ناں رکھیا پھر بندا
وچ کڑاہی ریت نہ ہووے نہ پھر بھُجدے دانے
گاہک آئے دی چھل نہ لاہی آکھو کون سیانے
اک دن چار بناؤن والا نہیں سوداگر ہوندا
ایناں نفع کماؤن والا بھکھا آکھن سوندا مردا
خوف خدا دا اُٹھ گیا یارو خلقت کملی ہوئی
رشوت سود نہ چھڈے کوئی لہہ گئی شرم دی لوئی
ڈالڈے نوں سب کھاندے پھردے اصلی گھیو نہ لبھّے
اک چھابے سب تُلن لگے کالے گورے بگّے
شرم حیا نہ رہ گئی کوئی نہ کوئی دین دی رتّی
پتّے بیری دے سکے ہوئے بن گئے چاء دی پتّی
بے ایمانی دھوکھا بازی کیا ہن فیشن بنیا
لُٹ مار توں جھڑا روکے اوہ نہیں پیو دا جنیا
کول خدا دے جانا ای جد ہار کے ساری بازی
راضی رہنا جے کر منظر کر لے رب نوں راضی (۲۷)

گرم مسالہ کے عنوان سے لکھی گئی اس کلاسیکی نظم میں شاعر نے تاجران کے رویے سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ بقول شاعر ملاوٹ، رشوت، دھوکہ، سود، بے ایمانی جیسی برائیاں معاشرے میں اس طرح سرایت کر گئی ہیں کہ کسی کو خدا کا خوف نہیں رہا۔ یہ نظم اپنے دور کے ساتھ ساتھ موجودہ حالات کی بھی عکاس ہے۔

Marfat.com

(ب)

ملّی شاعری

ملّی شاعری کے نقوش ہمیں بیسویں صدی میں ملتے ہیں ۔ جس کا بانی یقیناً علامہ اقبال کو کہا جا سکتا ہے ۔ ان کی شاعری کی ابتدا ایک قوم پرست شاعر کی حیثیت سے سامنے آتی ہے ۔ لیکن ۱۹۰۵ء تا ۱۹۰۸ء یورپ میں قیام کے دوران میں ان کے خیالات و افکار میں اک عظیم انقلاب پیدا ہوا اور وہ وطن کے محدود تصوّر سے (جس کے وہ پہلے ترجمان اور علمبردار تھے) بیزار ہو گئے ۔

ان کی اس فکری تبدیلی میں جمال الدین افغانی کی اس تحریک کا بھی اثر ہے جو اس وقت برصغیر میں نوجوانوں میں تیزی سے پھیل رہی تھی مگر جمال الدین افغانی سے علامہ صاحب کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ۔ لیکن ان کے خیالات میں جمال الدین افغانی شامل ضرور ہیں ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اسلامی احساسات کے ترجمان ہیں وہ ملّی تشخص پر ایمان رکھتے تھے ۔ بانگِ درا کی ایک نظم ''مذہب'' اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔

یہاں بھی ہم علامہ صاحب کے علاوہ مولانا ظفر علی خاں ، مولانا حسرت موہانی اور مولانا محمد علی جوہر کا نام گنوائے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ مزید براں

محمود اسرائیلی کا مجموعہ ''ملک و ملّت'' عارف سیالکوٹی کا ''لے کے رہیں گے پاکستان'' اقبال حسین رمز الہ آبادی ''مسلم نیشنل گارڈز کے ترانے'' کے نام بھی ملتے ہیں ۔

جوش کی نظم '' وقت کی آواز'' اور'' مجاز کا ترانہ'' کے سوا کچھ نہیں ملتا ۔

ابتدائی پنجابی ملّی شاعری میں صوفی تبسّم ، ڈاکٹر رشید انور اور اختر کاشمیری کے نام ۱۹۶۵ء کے جنگی ترانوں کے حوالے سے بڑے مقبول ہوئے ۔ مگر شفیع عقیل ، رؤف شیخ ، سلطان محمود آشفتہ ، احمد راہی ، خلیل آتش کے نام بھی آتے ہیں ۔ (۲۸)

مگر ساجد امجد صاحب نے ''ملّی'' کی تعریف خوب کی ہے ۔ ''ملّی شاعری کی اساس ، قومیت کے اسلامی تصور کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مسائل و سانحات کو بیان کرنا اور حریت و

Marfat.com

آزادی، عزم و یقین، حوصلہ و مردانگی کے چراغ روشن کرنا ہے۔" (۲۹)

میاں محمد اسماعیل منظر بھی اسی دور سے متعلق ہیں ۔ انہوں نے اردو اور پنجابی میں ملّی ترانے لکھے ۔ یہ جنگی ملّی ترانے ہی ان کی ملّی شاعری ہے ۔

اب ذرا میاں محمد اسماعیل منظر صاحب کی ملّی شاعری ملاحظہ ہو ۔

میرا مجاہد

غازی ہے مجاہد ہے میرا لال نگینہ
جو ٹینک سے ٹکرائے رگڑ دے زیرِ سینہ

اونچا ہے جواں سال شجاعت کا ہے پیکر

ہے وطن کا یہ پاسباں اولادِ نرینہ
دشمن نے قدم رکھتے ہی تاریکیٔ شب میں
سکھلایا مجاہد کو نئی جنگ کا قرینہ

سوئے ہوئے شیروں کو جگا موت طلب کی

اک گرج سے دشمن کو چھٹا اور پسینہ
اک سہہ نہ سکا میرے ہوا باز کا ہلّہ
رستہ نہ ملا بھاگے کہاں جائے کمینہ

کر دیتے جلد نیست و نابود عدو کو

سترہ ہی تو دن تھے نہ لڑے پورا مہینہ
کیا تاب عدو رکھے جو میدان میں آئے
ہیں پشت پناہ قوم کے سرکارِ مدینہ

Marfat.com

منظر کے لیے نورِ نظر ہے تو مجاہد
قربان کروں تجھ پہ زر و مال و خزینہ (۳۰)

یہ ترانہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران لکھا گیا۔ اس میں خاص کر اپنے جوانوں کی بہادری کا ذکر کرتے ہوئے اس واقعہ کی جانب اشارہ کیا ہے جس میں ہمارے جوان چھاتی کے ساتھ بم باندھ کر ٹینکوں کے نیچے گھس گئے تھے اور جامِ شہادت نوش کیا۔ شاعر کہتا ہے کہ میرے نوجوانوں کو کیا پرواہ؟ ان کو حضرت محمد ﷺ کی پشت پناہی حاصل ہے۔ ایسا ہی ایک شعر استاد کرم نے بھی کہا تھا۔

فضل رب دا ہے یارو آس رکھو خادم تُسی اک بڑی سرکار دے او
اوہدیاں بے نیازیاں جاندے او محرم تُسی اک بڑے اسرار دے او (۳۱)

اور ایسا ہی ایک شعر شمیم چوہدری نے بھی کہا ہے۔

دشمن ویکھے تے گھبراوے
اوہنوں موت تریلی آوے
جے نسے تے جان بچاوے (۳۲)

مجاہد کے نام سے ایک نظم ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے بھی کہی ہے۔

دل والا دلدار مجاہد دلی محبت پیار مجاہد
جنگاں دا سالار مجاہد خونی کرے شکار مجاہد
یاراں دا یار مجاہد دشمن لئی تلوار مجاہد (۳۳)

وطن کا سپاہی

وطن کا سپاہی وطن کی ہے آن ۔۔۔ نرالا جہاں سے سجیلا جوان
فخر قوم کو اس کی جانبازیوں پر ۔۔۔ انوکھی فضا میں ہے اس کی اڑان
تیرے کارنامے ہیں سینوں میں رقصاں ۔۔۔ شجاعت کا قائل ہے سارا جہان

Marfat.com

ہے جس کی امانت میں عزت ہماری
اسی سر زمین کا ہے یہ پاسبان

چلا روند کر ٹینک توپوں کو اکثر
کھلونا سمجھ کر میرا نوجوان

جواں نعرۂ حیدری جو لگائے
کہیں آفریں پھر زمیں آسمان

نشانہ نہ اس کا خطا کوئی جائے
نکل جائے دشمن نہیں یہ گمان

تیری گردِ راہ کا میں سرمہ بنا لوں
سما جائے آنکھوں میں جو میری جان

رہے گا ہمیشہ تیرا نام زندہ
ہے تو جانِ منظر میری جانِ جان

(۳۴)

ایسا ہی ایک ترانہ صوفی تبسم نے ''میریا ڈھول سپاہیا'' کے نام سے لکھا تھا۔ جس میں وہ کہتے ہیں۔

جنہاں راہواں نوں جاویں جنہاں راہواں توں آویں
اوہناں راہواں دی مٹی چُمن میریاں اکھاں (۳۵)

میاں صاحب نے اپنے اس ترانے میں نعرہ حیدری کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔

یہی لفظ طالب چشتی نے بھی بڑے خوبصورت انداز میں نبھایا ہے۔

اپنے توں فرض نوں نبھائی چل غازیا
اٹھ نعرہ حیدری توں لائی چل غازیا (۳۶)

کفار سے

کھڑے ہاتھ کر دو مگر میرا تم کو
چنے پھر چبانے کو جی چاہتا ہے
ذرا چھمب میں آؤ مگر جلدی جلدی
تمہیں پھر بھگانے کو جی چاہتا ہے

Marfat.com

ابھی ہے تمہاری بہت دُور منزل
ٹھکانے لگانے کو جی چاہتا ہے
تعجب نہیں تم ہمیں بھول جاؤ
مزہ پھر چکھانے کو جی چاہتا ہے (۳۷)

اس ترانے میں شاعر بحیثیت مجاہد کے دشمن کو للکار رہا ہے اور ہار ماننے کی ہدایت کر رہا ہے اور اس کو چھمب کے محاذ پر ہونے والی ہار جتا کر یہ کہتا ہے کہ میں تجھے ناکوں چنے چبوا دوں گا اور اس دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رخصت کر دوں گا۔

شاعر نے تو فقط محاذِ چھمب کو علامت کے طور پر استعمال کیا ہے جبکہ گوجرانوالہ کے ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے قصور کے محاذ کھیم کرن اور سیالکوٹ کے محاذ چونڈہ کو باقاعدہ نام دے کر نظمیں کہیں ہیں۔ (۳۸)

ہم قوم ہم وطن

دنیا کا بچہ بچہ ہم کو نہ جانے کیسے
ہم قوم ، ہم وطن ہیں اک والدہ کے جیسے
دیکھا بہت ہے ہم نے نظّارہ بزدلوں کا
مصری ہے یا بتاشے ہِندی ہیں ایسے ویسے

جانے وطن یہی ہے داتا کی پاک نگری
کفّار کی نظر پھر چندھیا نہ جائے کیسے
ناپاک عزم لے کر آئے ہیں گڑگڑاتے
راون کے یہ نواسے ظاہر میں ٹیڈی پیسے

لے دھار پیچھے بھاگے یہ دُم کٹے مہاشے
راہِ فرار بھولے اندھوں کو جیسے ایسے

Marfat.com

لے ٹینک توپ خانہ کس ٹھاٹ سے تھے آئے
کھانے کو بھاگ آئے لاہور میں وہ کیسے
ہر طرف ہر سمت بس ایک منہ کی کھائی
بچے نہیں کسی کے لاولد ہیں یہ ویسے
ان کے تو بُت ہیں لیکن اپنا خدا ہے حافظ
حق کا خدا نگہبان باطل پہ نظر کیسے

اوقاتِ گزر ان کی ہے فقط گنگا جل پر
روٹی کو ترستے ہیں، منصوبے کیسے کیسے
بدنام ہو چکے ہیں منظر وہ ہر جگہ پر
لالہ جی ڈھیٹ تو ہیں بے شرم ایسے ویسے (۳۹)

شاعر دشمن کو اس کی حیثیت جتاتے ہوئے اپنے اتحاد پر فخر کر رہا ہے۔ کہتا ہے کہ ہمیں پورا زمانہ جانتا ہے اور تو نے لاہور پر حملہ کرتے وقت یہ کیوں نہ سوچا کہ یہاں کی حفاظت داتا گنج بخشؒ کے ذمہ ہے۔ کیا تیری نظریں چندھیا گئی تھیں؟ اے بھوکوں کے مارے لاہور میں کھانے کے لیے آئے ہو؟ اے بھوکو! تم بغیر باپ کی اولاد ہو اور تمہارے منصوبوں کا بھی تمہاری طرح کوئی سر پیر نہیں ہوتا۔

ایسی ہی ایک نظم حکیم ناصر نے کہی تھی۔

چاء پین لاہور سی ایہہ آیا
ایہنوں وڈھ کے تے وچ چاہ سٹو
ایس چاء دے چوہے دا ساہ پی کے
ایہدی چاء دا چاہ ای لاہ سٹو۔ (۴۰)

Marfat.com

ملّی ترانہ

روشن یہ چاند تارا قومی نشاں ہمارا
زندہ رہے ہمیشہ یہ جان و دل سے پیارا

قربانیاں ہزاروں دے دے کے جس کو پایا — چودہ اگست کا دن خوشیوں کو ساتھ لایا
جو طفلِ ناتواں تھا اب ہے جوانِ رعنا — سر پر ہے اس کے ہر دم اللہ نبی ﷺ کا سایا
میرا وطن ہے سب کی آنکھوں کا خاص تارا
زندہ رہے ہمیشہ یہ جان و دل سے پیارا

کوہ و دمن سجے ہیں اس سرزمیں میں واللہ — دریاؤں کی روانی کیا کہنے اللہ اللہ!
سونا اگل رہی ہے اس کی زمینِ اقدس — جھولی بھری پڑی ہے پھولوں سے ماشاء اللہ
کانوں میں گونجتا ہے زندہ دلوں کا نعرہ
زندہ رہے ہمیشہ یہ جان و دل سے پیارا (۴۱)

شاعر اپنے پرچم پر چاند ستارے کے نشان کی شان بتا رہا ہے۔ انہوں نے جس خوبصورتی سے ۱۴ اگست کا ذکر کیا ہے ایسی ہی ایک مثال ہمیں عبدالکریم منظر کے ہاں بھی ملتی ہے۔

جمعرات اگست دی چوداں اُنّی سو سینتالی
دھرتی اُتے روشن ہوئی شمع آزادی والی (۴۲)

نعرۂ وطن

مسلم لیگ کی ہے یہ شان — اس نے بنایا پاکستان
مسلم لیگ کا لے کر جھنڈا — غدّاروں کو مارو ڈنڈا
مسلم لیگ اسلام کی حامی — جس نے اتارا طوقِ غلامی

Marfat.com

پاکستان ہے اپنی جان   میری تیری سب کی شان
مسلم لیگ کو کون ہے لایا   جس نے پاکستان بنایا
قائداعظم کا فرمان   مسلم لیگ کی چھتری تان
قائداعظم نے فرمایا   مسلم لیگ نے وطن سجایا
مسلم لیگ پہ رحمتِ باری   اسی سے عزّت شان ہماری
مسلم لیگ رہے دلشاد   پاکستان رہے آباد

(۴۳)

شاعر کا خیال ہے کہ یہ پاکستان ہمیں مسلم لیگ کی وجہ سے نصیب ہوا ہے۔ جس کا قائد محمد علی جناح ہے۔ اس کے متعلق عطاء اللہ عزت کے جذبات بھی کچھ اس طرح ہیں۔

مسلم لیگ مسلماناں دی اک جماعت ہے کاری
خدمت پاک رسول اللہؐ دی کردی تابعداری
نہ جانے ایہہ ول چھل کرنا نہ جانے مکاری (۴۴)

مسلم لیگ

کرم نوازی یہ لیگ کی ہے دکھایا ہم کو وطن کا چہرہ
کہ ساکھ سارے جہاں میں اپنی اسی کے دم سے ہی پھر ہوئی ہے
کہاں یہ سترہ جماعتیں تھیں کہاں یہ بھٹو ازم تھا سویا
یہ لیگ ہی اپنے کام آئی کہ بات جس سے بنی ہوئی ہے
یہ لیگ کا ہی ہے کارنامہ کہ کفر اب دُم دبا کے بھاگا
چراغِ اسلام سے برابر گلی گلی روشنی ہوئی ہے

Marfat.com

میں قائداعظم کا نام لے لے ورد کیوں نہ صبح و شام کر لوں
جو کہہ دیا اس نے کر دکھایا وطن کی عزت بنی ہوئی ہے
یقین محکم کا درس دے کر اسی نے خوابیدہ دل جگائے
ملی خدائی ملا وطن جس پہ مہر ایماں لگی ہوئی ہے
ہے بات سچی ذرا جو سوچو کہ وطن کی یہ آغوشِ مادر
یہ لیگ رہبر یہ رہنما بھی یہ خون میں اب ملی ہوئی ہے
بنایا کس نے سجایا کس نے یہ خواب سچّا ہے، بڑا ہی سچّا
ہے قائداعظم کی مہربانی یہ لیگ کیا کچھ چھپی ہوئی ہے
نہ ساتھ چھوڑوں گا زندگی میں کہ بعد مُردن بھی یوں کہوں گا
یہ جائے سجدہ ہے لیگ منظر یہ بات دل پہ لگی ہوئی ہے
(۴۵)

اس ترانے میں مسلم لیگ جماعت کو سراہا گیا ہے کیونکہ پاکستان اسی کی کاوشوں سے نصیب ہوا ہے۔ اس آڑے وقت میں نہ بھٹو ازم تھا نہ قومی اتحاد۔ قائداعظم کی شخصیت اس قابل ہے کہ اس کے نام کا ورد کیا جائے۔ ایسا ہی ایک ترانہ صحرائی گورداسپوری نے بھی کہا ہے:۔

غلام مسلماناں نوں اس ہے آزاد کرایا
پاکستان دے مسلماناں نوں عرب دے نال ملایا
کانگرسیاں دے طوفاں نے لایا ڈاڈھا چارا
مسلم لیگ دی بیڑی نے نہ کھادا مول ہلارا (۴۶)

Marfat.com

میرا ہے کشمیر

میں آں مجاہد پاکستانی اُچّی چھاتی پہل جوانی
موت میری میری زندگانی سن کافر بے پیر
او کافر میرا ہے کشمیر

میں دُودھ گھئیو دا پلیا ہویا توں اک پاپڑ تلیا ہویا
ناری نارچ سڑیا ہویا پھسیا وچ تقدیر
او کافر میرا ہے کشمیر

اڈّی مار میں کڈھاں پانی جرأت دے وچ ہاں لاثانی
تیری ماں نہ تیری نانی کس دا پیتا شِیر؟
او کافر میرا ہے کشمیر

پھڑ گڑوی توں جاویں ہٹّی کھا کھا مار نکل گئی ٹٹّی
کھیم کرن نہ رہ گئی پٹّی ہوئی لیر و لیر
او کافر میرا ہے کشمیر

توں جو پوچھیں میں اوہ کھاواں میرے نال کیہہ تیرا ناواں
تیرا قد میرا پرچھاواں تیری توپ میری تکبیر
او کافر میرا ہے کشمیر

میری مار تیری یلغار کھا کھا چھتّر کئی ہزار
اجے نہ ویکھو منّے ہار تیری ماں ہے نہ ہمشیر
او کافر میرا ہے کشمیر

سیالکوٹ تے ٹپکی رال دیکھو مونہہ مسراں دی دال
لال بہادر ماں دے لال کھاہدی ٹیڈھی کھیر

Marfat.com

او کافر میرا ہے کشمیر

توں ایہہ گھولے گھولن والا میں اک بول ہاں بولن والا

توں گھٹ سودے تولن والا بھیڑی تیری تقدیر

او کافر میرا ہے کشمیر

جنگ نہ سودا پوری چٹّی آٹا دال نہ تیری ہٹّی

بھکھ بازاروں آوے نٹّھی ہندی نیں دل گیر

او کافر میرا ہے کشمیر

تیری نِکّی ننھی سیناں اج وی ہے ناں کل وی ہے ناں

دیکھ تیرا ہن کجھ نہیں رہناں ہتھ منظرؔ شمشیر

او کافر میرا ہے کشمیر

(۴۷)

اس ترانے میں شاعر دشمن کو کھیم کرن اور سیالکوٹ کی شکست کی یاد دلاتے ہوئے اس کو غربت کا طعنہ دے کے شرم و حیاء کی تلقین کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تیری نہ کوئی ماں ہے اور نہ کوئی نانی ہے تو معاشرتی برائیوں میں جکڑا ہوا ہے اور تو مٹھی بھر ننھی منّی فوج لے کے ہم پر حملہ آور ہوا ہے۔ میں تجھے آج نیست و نابود کر دوں گا۔ اس نظم میں شاعر کہتا ہے کہ تو گائے کی پوجا کرتا ہے اور میں اس کو کھاتا ہوں۔ اسی فرق کو حافظ امرتسری نے یوں نبھایا ہے۔

ساڈا رہنا سہنا وکھرا ساڈا اٹھنا بیہنا وکھرا

ساڈی آن تے انکھ وکھری وکھرا دین ایمان

(۴۸)

میاں صاحب کی طرح عبدالکریم منظر بھی کفار کی فوج کی تباہی کے متعلق اپنے نظریات رکھتے ہیں۔

Marfat.com

دیس دے جوان ایتھے وار دے جوانیاں
مجاہداں نے دتیاں ہزار قربانیاں
ہس ہس گولیاں دے اگے سینا تاندے
غازی یا شہید ہونا چنگی طرح جاندے (۴۹)

جوان بچیا

میرے لکھاں دے پالیا جوان بچیا
تیرا اللہ نگہبان ...... نوجوان بچیا
چند چودھویں دا متھے تیرے لاٹ جگدی
ماشاء اللہ تینوں وردی عجیب سجدی
ہووے غازی یا شہید گل تاں ہے پھبدی
میری اکھیاں دے نور میری جان بچیا
تیرا اللہ نگہبان ...... نوجوان بچیا
تیری شان وچ قوم دی ہے شان بچیا
تیری جان وچ میری وی ہے جان بچیا
اج قوم دی ہے آن وچ آن بچیا
ہوئے آپ ہویا جگ تے جہان بچیا
تیرا اللہ نگہبان ...... نوجوان بچیا
شیر پیتا میرا اج توں حلال کر دے
صفاں چیر کے کفار پامال کر دے
جاں نثاریاں دے ایسے توں کمال کر دے

Marfat.com

ویکھے آ کے تینوں سارا ای جہان بچیا
تیرا اللہ نگہبان ...... نوجوان بچیا
سدا زندہ نیں جو غازی تے شہید ہون گے
بے ایمان جو غدّار تے یزید ہون گے
کوڑھے دِلاں دے ناپاک تے پلید ہون گے
جند وار اسلام توں نادان بچیا
تیرا اللہ نگہبان ...... نوجوان بچیا
دیواں گھر گھر ایہو میں دہائی چن وے
پیدل فوج تے سمندری ہوائی چن وے
پاکستانیاں دی شان ہے ودھائی چن وے
توں وی جیویں نالے جیوے پاکستان بچیا
تیرا اللہ نگہبان ...... نوجوان بچیا
تیری خیر ہووے اٹھ ہو تیار سوہنیا
سر چُماں نالے دیوساں پیار سوہنیا
کراں تن من دھن میں نثار سوہنیا
مل جا کے سِدھا جنگ دا میدان بچیا
تیرا اللہ نگہبان ...... نوجوان بچیا
گل ایہہ منظر دی توں سُن مکھناں
فتح ساڈی اسلام دی یقین رکھناں
ساڈی تیغ نے کفار دا ہے خون چکھناں

Marfat.com

پڑھ کھول کے حدیث تے قرآن بچیا
تیرا اللہ نگہبان نوجوان بچیا (۵۰)

شاعر جوان کو اس کی جوانی کی خوبصورتی جتا کر دعائیں دے رہا ہے اور اس کی ماں کی طرف سے دعائیہ شعر کہہ کے اس کے حوصلے بلند کر رہا ہے اور اسے یقین دلایا جا رہا ہے کہ بالآخر ہماری تلواروں نے کفار کے خون کا مزہ ضرور چکھنا ہے۔

ایسے ہی کچھ جذبات عبداللطیف افضل کے ہیں۔

جم جم گولیاں دی بارش ہووے چھم چھم
خون دے فوارے جان قدماں دے وچ جم
جم جاوے قدم ایسے جان وارے سارا جم
دماں دا وساہ کیہ اے زندگی دے چار دم (۵۱)

ڈھول سپاہیا

سنت بسم اللہ صدقے جاواں میرے ڈھول سپاہیا اُٹھ تڑکے
اک اک دے ٹوٹے چار کریں دشمن نوں بانہوں پھڑ پھڑ کے

واراں جان صدقڑے سر لکھیں ، ودھ سجناں توں اگے پیر رکھیں
پچھا نہہ مڑ کے نہ ویکھیں نال اکھیں لاویں تیر نشانے جڑ جڑ کے

اسماناں تے اڈدیا شیرا وے جانبازا شیر دلیرا وے
ایہہ ہے وعدہ تیرا میرا وے لاویں ڈھیر کفاراں لڑ لڑ کے

مسلم نوں موت دا غم کوئی نہ تے جہاد توں ودھ ہور کم کوئی نہ
ہے کہاوت خضر تے جم کوئی نہ پی جام شہادت پھڑ پھڑ کے

Marfat.com

ٹینکاں تے چھاؤنی پا اپنی جرأت اک وار وکھا اپنی
بمب نال چھاتی بنھا اپنی کر پُرزے ہیٹھاں وڑ وڑ کے

اَڈّاں جھولی تیری خیر ہووے اُتے دشمن دے تیرا پیر ہووے
نالے ونج ہووے نالے سیر ہووے ویکھاں ریل گڈی تے چڑھ چڑھ کے

راکھا دیس دا توں تیرا رب راکھا تیرے ہتھ وچ دیس دی ہے ساکھا
اک منظر دا وی من آکھا دشمن نہ کوئی اکھاں وچ رڑکے (۵۲)

یہ ترانہ بھی دعائیہ ہے جس میں مجاہد کے حوصلے کو بلند کرنے کیلئے اس کی تعریف کی گئی ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ موت سے ڈرنا مسلمان کا شیوہ نہیں اور خاص طور پر یہ اشارہ کیا گیا ہے اس واقعہ کی طرف جس میں ہمارے نوجوانوں نے کفار کے حملے کو پسپا کرنے کے لئے اپنے سینے کے ساتھ بم باندھ کر ان کے ٹینکوں کے نیچے گھس کے ٹینکوں کو اڑانے کے ساتھ ساتھ خود بھی جام شہادت نوش فرمایا تھا۔

کفار کی شکست کے بارے میں حکیم ناصر نے کیا خوب کہا ہے:۔

اساں ستیاں تے چوراں وانگ راتیں
فوجاں چاڑھ کے تے لاہ چاء بیٹھا
ساڈے فوجی مجاہداں غازیاں توں
چنگی طرح ایہہ کھمب ٹھپوا بیٹھا (۵۳)

جدوں اُون جہاز

نالے بھکھ کٹیئے نالے جنگ لڑیئے لالہ جی نہ پورا پھٹ دا اے
ہتھیں اپنی موت سہیڑ لیئے پھٹ ملدا نہ دوہری سٹ دا اے

دس کیہڑی چیز سوّلی اے   جنگ ٹیڈی کھیر اوّلی اے
اک جان اساڈی اکلّی اے   سانوں فکر وی اپنی ہٹ دا اے

Marfat.com

اساں لبھیا علاج بیماری دا
سانوں شوق نہ گھڑ سواری دا
سارا جھگڑا اے رائے شماری دا
سودا ڈُلھ گیا ساڈی چھٹ دا اے

جدوں آون جہاز گواہنڈیاں دے
بچے ڈگ پین دُدھ پلاندیاں دے
کنڈھے ترٹوکن ہند دیاں ہانڈیاں دے
ڈاہڈا فکر طیارے جیٹ دا اے

ایہہ نہ وطن سی پھوپھیاں ماسیاں دا
پیا گھاٹا ہزار چھیاسیاں دا
کشمیر کشمیر دے داسیاں دا
ہر ملک ای پاسے دٹ دا اے۔

تیرے ٹینکاں نے پوریاں کیہہ پائیاں
تینوں روکن بھیناں بھرجائیاں
تھاں تھاں تے فوجاں مروائیاں
کاہدا میل ہتھوڑے مٹ دا اے

آ ایوب نوں راضی چل کریئے
مل بیٹھ کے منظر گل کریئے
ایویں موت حرام دی نہ مریئے
ایویں مول نہ جھگڑا ہٹ دا اے
(۵۴)

۱۹۶۵ء میں انڈیا میں مہنگائی پورے عروج پر تھی ہندوستانی قوم بھوکی مرتی تھی اور پھر جنگ کا مسئلہ الگ تھا تو ہندستانی فوجی اپنی حکومت کو مشورہ دیتا ہے کہ تو صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کو راضی کر لے اور اپنے مسائل باہمی گفتگو سے مل بیٹھ کو حل کر لیں۔

میاں صاحب کی طرح فقیر محمد فقیر نے صدر ایوب کا ذکر یوں کیا ہے۔

صدر ایوب اے ساڈا قائد اوہ اچا جرنیل
اوھدا دل مومن دا دل اے جس وچ کوئی نہ میل
شاستری جس سمجھے ناہی اوہدا اپنا ویل
پاکستان تے رحمت رب دی سبھ کجھ اوہدے طفیل (۵۵)

Marfat.com

دیس دا جوان

میں دیاں شاباش مجاہداں نوں
جہڑے ٹردے پئے جہاداں نوں

جنہاں ملک دی سوہنی شان رکھی
سب دنیا دے وچ آن رکھی

کیہ ہندی ایہدا بھار چکن
اک اک دے ہتھوں چار مکن

بھج جاندے دیکھ سواراں نوں
میں دیاں شاباش مجاہداں نوں (۵٦)

شاعر کہتا ہے کہ میں جہاد پر جانے والے مجاہدوں کی جتنی تعریف کروں کم ہے جنہوں نے بہادری سے ملک کی شان اور آن رکھی ہے۔ ہندوان کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں یہاں تو ایک ایک کے ہاتھ سے چار چار نیست و نابود ہو رہے ہیں۔

عاصی واصفی نے یوں ہی تو نہیں کہا کہ:۔

مورچے توں شیر وانگوں کڈھ کے دھاڑ کے
ٹٹ پو ویریاں تے پنجیاں نوں جھاڑ کے
توپاں بھن بھن کے ٹینک توڑ تاڑ کے
لنگھ جاؤ پباں تھلے دَل کے لتاڑ کے
بہادرو! ودھے چلو مجاہدو! ودھے چلو (۵۷)

Marfat.com

بہادر فوجی نوں خطاب

گِناں کیہ کیہ تیرے میں کارنامے نہ کوئی گِنّے نہ کوئی گناوَن جوگا
کیہڑا ٹینکاں نوں چھاتیاں نال ٹھلّے تیرے بناں نہ کوئی ہٹاوَن جوگا

چند تارے دی شان ودھون خاطر جِند جان کشمیر توں وار دِتی
ایڈا مرتبہ اُچا جہان اندر کسے پایا نہ ہور کوئی پاوَن جوگا

تیری تیز پرواز توں ہور ودھ کے جام پور ہلواڑے تے کون اُڈے
ہور لا اگاں کیہڑا مڑن والا نہ کوئی جان جوگا نہ کوئی آوَن جوگا

فخرِ ہند تینوں سلام کردا قدمیں ڈگ کے ایہو پکار دا اے
پاکستان ہی مینوں لیوَن جوگا جیہدے بناں نہ کوئی لکاوَن جوگا

ویکھ شکل جلیل جوان تیری بند ہون ڈِھلّے دشمن ویریاں دے
نعرہ مار توحید دا ویریاں نوں تیرے بناں نہ کوئی بھجاوَن جوگا

تیرے واراں نوں کیہڑا سنبھال سکے رہی تاب نہ فوج کفار دی اے
بناں پیر تیرے کلمہ پتھراں نوں پڑھایا نہ کوئی پڑھون جوگا

تیرے شیر دی سٹ نوں کون جھلّے نہ کوئی رہن جوگا نہ کوئی سہن جوگا
آیا اکو سی شاستری نال آکڑ اوہنوں لبھا نہ کوئی چھڈون جوگا

تیری دھم پئی وچ جوڑیاں دے سیالکوٹ لاہور دے راکھیا او
نال ٹکراں توپاں نوں پچھانہہ سُٹیں جمیاں اگانہہ نہ کوئی ودھون جوگا

Marfat.com

انڈونیشیا چین ایران ترکی عرب ملک دسّے حق پال سارے
ساڈی جان سانجھی ساڈے جگر سانجھے سانجھا میل نہ کوئی ہٹاوَن جوگا

بھوت لتاں دے گلاّں نوں من دے نہ کیہ مکاوَناں دیس بیگانیاں نے
مُکے نال ایہہ مُکے گی گل منظؔر کتوں نہ کوئی مکاوَن جوگا(۵۸)

مجاہدوں کی ۱۹۶۵ء کی فتوحات کو انوکھا کارنامہ قرار دیتے ہوئے ان کی خدمات کو سراہا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ہم سب اسلامی ممالک ایک ہیں ہم میں کسی قسم کی دوئی نہیں ہے۔اس میں شاعر نے ''لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے'' کی مثال کا خوب استعمال کیا ہے۔اسی طرح کی ڈاکٹر فقیر محمد کی پہلوانی بھی ملاحظہ ہو۔

پہلوں چھیڑ کے ہن پئے نس دے او
سٹ سہو تے سہی پاکستانیاں دی
مہاراج ایہہ کھیڈ تلوار دی اے
جنگ کھیڈ نہیں ہندی زنانیاں دی (۵۹)

میں تے غازی

میں تے غازی بن غازیاں دے نال رلاں گا
پاک وطن توں جان قربان کراں گا
میں تے دل دی دلیل دل نال جوڑنی
دھون دشمناں دی میں پیراں نال توڑنی
پیراں نال توڑنی، پیراں نال توڑنی
جدوں ہتھ وچ تیز تلوار پھڑاں گا
پاک وطن توں جان قربان کراں گا

Marfat.com

جہڑا رکھے پیر پاک سرحد ٹپ کے
لاواں ایناں چہ جتھاں چہ اکھ جھپ کے
اکھ جھپ کے ہو اکھ جھپ کے
اک وار وچ لکھاں تے ہزاراں ماراں گا
پاک وطن توں جان قربان کراں گا
مینوں قسم ہے رب دی نہ پچھانہہ ہٹساں
دیکھے اکھ جہڑی بھیڑے کڈھ باہر رکھساں
کٹ کٹ رکھساں گٹ گٹ رکھساں
جے میں مراں گا شہیداں والی موت مراں گا
پاک وطن توں جان قربان کراں گا (۶۰)

شاعر کہتا ہے کہ میں تو فاتح ہوں اور فاتحین کے ساتھ ملوں گا میرا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ جو میرے دیس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھے گا میں اسے نیست و نابود کر دوں گا۔ اگر میں مر بھی گیا تو میرے عقیدے میں پاک وطن کی حفاظت کرتے ہوئے مرنے والے کو شہید کہا جاتا ہے اور شہید ہمیشہ زندہ ہوتا ہے۔

ہمارے غازی کی جواں مردی کو عبدالغفور اظہر یوں بیان کرتے ہیں:۔

میں تلوار لے کے جدوں پیر پٹاں
میں جتھے دھراں پیر پچھے نہ ہٹاں
طوفاناں نوں ڈکاں پہاڑاں نوں کٹاں
اجے تائیں خیبر نوں اے یاد سٹاں (۶۱)

بمب چھاتی نال بنھ

ہو مجاہدا منگاں خیر تیری جان دی
ہو مجاہدا تینوں دنیا ایں جان دی

Marfat.com

بمب چھاتی نال بنھ ٹینکاں ہیٹھ وڑناں
ایڈی مہنگی جئی جان قربان کرناں
قربان کرناں ہو قربان کرناں
توں تے جان اتے شان ایں پاکستان دی
ہو مجاہدا منگاں خیر تیری جان دی

ہو مجاہدا دل تیرے نال جوڑناں
ہو مجاہدا تیرا ساتھ نہیں چھوڑناں
نہیں چھوڑناں ساتھ نہیں چھوڑناں
تیری فوج اک ہان دی
ہو مجاہدا منگاں خیر تیری جان دی

توں لاہور تے سیالکوٹ جدوں لڑیا
تیرے سامنے نہ اک کفّار اڑیا
کفّار اڑیا نہ کفّار اڑیا
جند جان توں جہان دی
ہو مجاہدا منگاں خیر تیری جان دی

تیری جوڑیاں دی دُھم سارا جگ جان دا
تینوں جانے کہڑا نہ کہڑا نہیں پچھان دا
کہڑا نہیں کہڑا نہیں پچھان دا
ڈاہڈی طبع نوجوان دی
ہو مجاہدا منگاں خیر تیری جان دی (۶۲)

یہ بات تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جا چکی ہے کہ ہمارے جوانوں نے چھاتی سے بم باندھ کر دشمن کے ٹینکوں کے نیچے گھس کر انہیں ناکارہ کر دیا تھا۔ شاعر یہاں کہتا ہے کہ دشمن کو اپنے محاذوں پر منہ کی کھانی پڑی تھی اور آخر پر کہتا ہے کہ میں تیرے لئے اللہ کے حضور دعا

Marfat.com

گو ہوں۔ جس طرح میاں صاحب نے بری فوج کی بہادری کا نقشہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ میرے فوجیوں کو کل جہان جانتا ہے اسی بات کی ترجمانی منظور وزیرآبادی نے یوں کی ہے:۔

میرے کولوں کیہ پچھدے او بری فوج دے کم
اوتھوں کوئی ہٹا نہیں سکدا جتھے جائے جم
ویریاں دا ایہہ اسلحہ کھوہ کھوہ کردی استعمال
کون اے جہڑا مینوں ویکھے میلیاں اکھاں نال (۶۴)

سدّھر

جان ملک تے قوم توں نثار کردے
وچ غازیاں دے نام دا شمار کردے

بن مردِ میدان پھڑ تیر تے سنان
وطن پیارے پاکستان نوں سردار کردے

ہو کے بھرتی توں یار چھڈ دشمناں نوں مار
پھڑ تیز تلوار ٹوٹے چار کردے

پاکستانی نوجوان چھاتی کھچ سینہ تان
رکھ نہرو دا دھیان مار و مار کردے

فوج دین تے ایمان غازی بن مسلمان
تیرا اللہ نگہبان ایہہ پکار کردے
جند جان کشمیر جہڑا ملیا بے پیر
پیتا نیک ماں دا شیر نیکو کار کردے

Marfat.com

تیرے نال ہے منظؔر پھر کاہدا تینوں ڈر
کیتا بوہت ہے صبر ہُن وار کردے (۶۴)

شاعر کو مجاہد سے یہ امید ہے کہ وہ ملک و قوم پر اپنی جان نثار کر دے گا۔ وہ کہتا ہے کہ اے مردِ میداں! تو پاکستان کا نام روشن کر اور ایک ایک دشمن کے چار چار ٹکڑے کر دے کہ میں تجھے فاتح دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تیرا حامی و ناصر ہے اور کشمیر کے بے مرشدے قابضوں سے اسے پاک کروا لے۔

اے مجاہد! جب منظر تیرے ساتھ ہے تو تجھے کس بات کا غم ہے؟

حواشی

۱۔ رئیس احمد جعفری، بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد، لاہور، کتاب منزل، ۱۹۵۵ء، ص ۶۳
۲۔ ساجد امجد، پروفیسر ڈاکٹر: اردو شاعری پر برصغیر کے تہذیبی اثرات، لاہور، الوقار پبلیکیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۴۱۷
۳۔ سندر لال، سن ستاون، علی گڑھ، انجمن ترقی اردو، ۱۹۵۷ء، ص ۱۰
۴۔ ساجد امجد، اردو شاعری پر برصغیر کے تہذیبی اثرات، لاہور، الوقار پبلیکیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۴۱۷۹
۵۔ بیاض شاعر (۳)
۶۔ ایضاً
۷۔ ایضاً
۸۔ ایضاً
۹۔ بیاض شاعر (۵)
۱۰۔ ایضاً
۱۱۔ ایضاً
۱۲۔ ایضاً
۱۳۔ بیاض شاعر (۷)
۱۴۔ ایضاً
۱۵۔ ایضاً
۱۶۔ ایضاً
۱۷۔ بیاض شاعر (۱)
۱۸۔ ایضاً
۱۹۔ ایضاً
۲۰۔ ایضاً
۲۱۔ بیاض شاعر (۲)
۲۲۔ ایضاً
۲۳۔ ایضاً
۲۴۔ ایضاً
۲۵۔ بیاض شاعر (۴)
۲۶۔ عبدالکریم منظر، راہواں وچ چھاواں، فیصل آباد، مثال پبلشرز، ۲۰۰۷ء، ص ۱۳۷

Marfat.com

۲۷۔ بیاض شاعر (۴)
۲۸۔ انعام الحق جاوید، ڈاکٹر: پنجابی ادب دا ارتقاء، اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص ۵۵۹
۲۹۔ ساجد امجد، پروفیسر ڈاکٹر: اردو شاعری پر برصغیر کے تہذیبی اثرات، لاہور، الوقار پبلیکیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۴۶۸
۳۰۔ بیاض شاعر (۱)
۳۱۔ ڈاکٹر شہباز ملک، تحریک پاکستان اور پنجابی ادب، لاہور، مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۸۳ء، ص ۱۷۶
۳۲۔ ظفر مقبول، سیرت پاک تے قومی شاعری، لاہور، شیخ بشیر اینڈ سنز، س ن، ص ۲۲۶
۳۳۔ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، ستاراں دن، لاہور، ظہیر الدین شیخ، ۱۹۶۵ء، ص ۱۴۰
۳۴۔ بیاض شاعر (۳)
۳۵۔ ظفر مقبول، سیرت پاک تے قومی شاعری، لاہور، شیخ بشیر اینڈ سنز، س ن، ص ۲۰۴
۳۶۔ شہباز ملک، آزادی دے مجاہد لکھاری، لاہور، مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۸۱ء، ص ۴۷
۳۷۔ بیاض شاعر (۳)
۳۸۔ فقیر محمد فقیر، ستاراں دن، لاہور، ظہیر الدین شیخ، ۱۹۶۵ء، ص ۱۷۱
۳۹۔ بیاض شاعر (۲)
۴۰۔ ظفر مقبول، سیرت پاک تے قومی شاعری، لاہور، شیخ بشیر اینڈ سنز، س ن، ص ۲۰۹
۴۱۔ بیاض شاعر (۵)
۴۲۔ عبدالکریم منظر، راہواں وچ چھاواں، فیصل آباد، مثال پبلشرز، ۲۰۰۷ء، ص ۹۹
۴۳۔ بیاض شاعر (۳)
۴۴۔ شہباز ملک، تحریک پاکستان اور پنجابی ادب، ص ۲۴۸
۴۵۔ بیاض شاعر (۴)
۴۶۔ شہباز ملک، تحریک پاکستان، ص ۲۱۷
۴۷۔ بیاض شاعر (۳)
۴۸۔ ظفر مقبول، سیرت پاک تے قومی شاعری، لاہور، شیخ بشیر اینڈ سنز، س ن، ص ۲۷۳
۴۹۔ عبدالکریم منظر، راہواں وچ چھاواں، فیصل آباد، مثال پبلشرز، ۲۰۰۷ء، ص ۱۰۳
۵۰۔ محمد اسماعیل منظر، نوائے منظر، گوجرانوالہ، سائیں مولا شاہ ویلفیئر سوسائٹی، ۱۹۸۸ء، ص ۸۱
۵۱۔ شہباز ملک، تحریک پاکستان اور پنجابی ادب، ص ۱۸۰
۵۲۔ بیاض شاعر (۳)
۵۳۔ شہباز ملک، آزادی دے مجاہد لکھاری، لاہور، مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۸۱ء، ص ۲۱۷
۵۴۔ بیاض شاعر (۳)
۵۵۔ فقیر محمد فقیر، ستاراں دن، لاہور، ظہیر الدین شیخ، ۱۹۶۵ء، ص ۱۴۲
۵۶۔ بیاض شاعر (۳)
۵۷۔ ظفر مقبول، سیرت پاک تے قومی شاعری، لاہور، شیخ بشیر اینڈ سنز، س ن، ص ۲۲۱
۵۸۔ بیاض شاعر (۳)
۵۹۔ فقیر محمد فقیر، ستاراں دن، لاہور، ظہیر الدین شیخ، ۱۹۶۵ء، ص ۱۳۱
۶۰۔ بیاض شاعر (۳)
۶۱۔ شہباز ملک، تحریک پاکستان اور پنجابی ادب، ص ۲۲۰
۶۲۔ بیاض شاعر (۳)
۶۳۔ ظفر مقبول، سیرت پاک تے قومی شاعری، لاہور، شیخ بشیر اینڈ سنز، س ن، ص ۲۱۹
۶۴۔ بیاض شاعر (۳)

Marfat.com

باب چہارم

میاں محمد اسماعیل منظر کی شاعری کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

تراکیب: ترکیب سازی ایک ایسا لسانی اور تخلیقی عمل ہے کہ جس سے شعر میں حسن کے ساتھ ساتھ معنویّت میں وسعت در آتی ہے۔اردو میں زیادہ تر تراکیب فارسی زبان سے ہی آئی ہیں۔بعض اردو والے تو فارسی کے پورے پورے مصرعے ہی درج کر دیتے ہیں۔جس طرح کہ غالب و میر کے ہاں پایا جاتا ہے۔اس سے شعر میں معنویّت بوجھل ہو جاتی ہے۔لیکن میاں محمد اسماعیل منظر کے ہاں کچھ اس طرح کی ترکیب سازی پائی جاتی ہے کہ گویا وہ فارسی کی نہیں بلکہ اردو کی ہی لگتی ہے۔ ان کے یہاں خوش آہنگی اور شیرینی بھی ماند نہیں پڑتی۔ ان کے یہاں اضافتوں کے پہاڑ بھی نہیں ہیں۔ اضافتیں تو انتہائی کم کم ہیں البتہ تراکیب تو موجود ہیں مگر بعض تراکیب تو ایسی ہیں کہ جو اردو ہی سے مل جل گئی ہیں ۔نکات الشعرا میں میر تقی میر نے کہا تھا کہ:(۱) فارسی تراکیب ایسی ہونی چاہئیں کہ جو زبانِ اردو سے مناسبت رکھتی ہوں اور اس بات کو شاعر سے زیادہ کون جانتا ہے؟ اس کا جاننا اور پہچاننا سلیقۂ شاعری پر ہی موقوف ہے یہی وجہ ہے کہ ہم میاں محمد اسماعیل منظر کی شاعری میں اکثر و بیشتر یہ تمام عناصر مانوس اور غیر مانوس، مروّج اور غیر مروّج، غریب اور غیر غریب الفاظ و تراکیب ذرا کم کم ہی دیکھتے ہیں۔میاں محمد اسماعیل منظر ایک صاحبِ علم شاعر تھے آپ اردو کے ساتھ ساتھ فارسی کے بھی بے بدل فاضل تھے۔ انھوں نے فارسی زبان کی تمام خوبیاں جو اس وقت کے طرزِ نگارش کا حصّہ تھیں ان سے بالکل پہلو تہی

Marfat.com

نہیں کی بلکہ فارسی عنصر کا جذب وقبول جو کہ شاعری کا ایک روشن پہلو سمجھا جاتا ہے اس کو اپنے اشعار میں بتدریج پیش کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن آپ یہ جانتے تھے کہ فارسی عنصر سے اشعار میں ثقالت پیدا ہوسکتی ہے یہاں پر آپ نے دیسی عنصر یعنی اردو کی اردوئیت کو برقرار رکھا ہے۔

میاں صاحب کی زبان اصل میں سادگی وسلاست کا بھرپور مرقع ہے۔ ایسا مرقع کہ جس میں فارسیت یا مشکل پسندی کا کوئی ایسا عنصر نہیں پایا جاتا کہ اس سے مشکل پسندی کی اصطلاحوں سے سمجھنے میں مدد لی جا سکے۔ مثلاً:

چہرۂ انور۔ زلفِ دوتا۔ رشکِ قمر۔ چشمِ بصیرت۔ جاذبِ نظر۔ عذرِ بشر۔ لبِ جو۔ ناقابلِ فراموش۔ نوحہ کناں۔ شعلہ زن۔ آوارہ گرداں۔ مشہور تر۔ عمرِ دو روزہ۔ حرزِ جان۔ آغوش جنت۔ پرچمِ ملک۔ گریہ کناں۔ فہم وفراست۔ روز افزوں۔ نفسانفسی۔ مسیحائے زماں۔ ذہنِ رسا۔ آبِ جو۔ دیدۂ تر۔ طاقتِ حیدری۔ مثلِ ماہتاب۔ نظم و نسق۔ ماہرینِ فن۔

بقعۂ نور۔ حرفِ شکوہ۔ صاحبِ فرض۔ طفلِ ناتواں۔ جوانِ رعنا۔ زیر جامہ۔

عجز و نیاز۔ زیبِ تن۔ صوم وصلوٰۃ۔ رہروِ منزل۔ حلقۂ احباب۔ حقوق تلفی۔ جواں سال۔ پشت پناہ۔ برقع پوشی۔ شرک و بدعت۔ بصد عجز و نیاز۔

قومی تشخص۔ شعبدہ گری۔ عروسِ سخن۔

محمد اسماعیل منظر کی شاعری میں ایسی تراکیب استعمال میں آئی ہیں جو کہ نہ صرف عام فہم اور سادہ ہیں بلکہ وسیع تر معنویت سے بھی لبریز ہیں۔ یہ وہ تراکیب ہیں جو آج تک عوامی زبان میں چلی آتی ہیں۔ منظر صاحب کی شاعری میں جو الفاظ و تراکیب در آئی ہیں وہ اسی اردو زبان کا ایک روپ ہے جس میں تمام تر شعری امکانات کی سیر کی جاسکتی ہے۔ اس پر فارسیت یا عربیت کی بالکل چھاپ نہیں ہے۔ یہ میر جیسی زبان ہے جس پر برج بھاشا کے بھرپور اثرات پائے جاتے ہیں۔ ان کے الفاظ و تراکیب میں جو بھگتی کال کی شاعری کے اثرات کا شبہ پڑتا ہے وہیں سے ہی میر کی زبان کی شیرازہ بندی ہوتی ہے اور ہم غیر شعوری طور پر اس کے ماخذ پر پہنچ جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں نہ تو لکھنؤ کی لکھنویت اور نہ دہلی کی دہلویت کے عناصر ہی اب اردو زبان کا حصہ رہے ہیں بلکہ آج کی اردو زبان صاف صاف کھڑی بولی پنجابی

Marfat.com

زبان سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہو چکی ہے۔ بقول پروفیسر گوپی چند نارنگ (۲) اردو زبان کی شاعری میں بڑے بڑے شعرا اکثر و بیشتر عربی فارسی اور دوسری زبانوں کے الفاظ، تراکیب بندش، محاورہ، روزمرّہ یا انواع و اقسام کے علوم وفنون یا نعروں کے سہارے چلتے ہیں۔

میاں منظر شاعری میں تہہ داری/ معنی آفرینی کے بالکل قائل نہیں ہیں یعنی وہ ایسی تراکیب و الفاظ کو اپنی شاعری میں ہرگز نہیں لاتے کہ جس کے بظاہر کچھ اور معنی ہوں اور غور کرنے سے دوسرے لطیف معنی در آئیں آپ تو سیدھی سادی شاعری کرتے ہیں اور ایسے الفاظ کا چناؤ کرتے ہیں کہ جو عوام النّاس کو فوراً اپیل کریں۔ آپ تو سیدھے سادے مولانا حالی کے اس شعر (۳)

صنعت پہ ہو فریفتہ عالم اگر تمام
ہاں سادگی سے آئیو اپنی نہ باز تو

پر عمل پیرا ہیں۔اور مولانا حسرت کے بقول (۴)

شعر در اصل وہی ہیں حسرت
سنتے ہی دل میں جو اترتے ہیں

اگرچہ جدت تراکیب والفاظ شاعری کی ایک عمدہ خصوصیت ہے۔ تہہ داری، معنی آفرینی اور معنوی باریکی، دقیقہ سنجی کلام کا ایک حسن ہے مگر اس سے شعر کی شعریّت مفقود ہو جاتی ہے اور شعر کی معنویّت بھی بوجھل ہو جاتی ہے۔

بقول سید عابد علی عابد (۴) زبان میں نئے نئے الفاظ کا استعمال ادباء وشعرا کا حصہ بلکہ منصب رہا ہے وہی انہیں عوام تک پہنچاتے ہیں اور نا مانوس کو مانوس اور ہموار کر کے' نا مانوس وغریب الفاظ وتراکیب کو مانوس اور متداول کر کے الفاظ میں اپنے تمام مطالب کا ادا کر جانا ہی کمال ہے۔

''مراۃ الشعراء'' میں شمس العلماء حافظ عبدالرحمٰن لکھتے ہیں سنا ہو گا کہ عاشقان معانی حسنِ الفاظ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے اور حسن الفاظ کے دلدادہ معنی کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں افراط اور تفریط کی ہیں ورنہ معنی بغیر الفاظ کے کہاں اور الفاظ وتراکیب میں اگر معنی کی روح نہیں تو کس کام کی؟ لیکن یہاں پر یہ بات

Marfat.com

واضح کردوں کہ اسلوب، مضامینِ عالی اور ابلاغِ کامل کے امتزاج سے پیدا ہوتا ہے لیکن مشرق کے بعض نقاد اس بات پر مصر ہیں کہ شعر کا حسن، طرز ادا یا حسن ادا میں مخفی ہوتا ہے معانی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اچھے شعر میں سوز و گداز کا عنصر موجود ہوتا ہے، زبان سادہ، رواں، شیریں اور جذاب ہوتی ہے۔ میاں محمد اسماعیل منظر کی شاعری میں یہی وہ جملہ خوبیاں ہیں جو کہ شعر شعر میں اور مصرعے مصرعے میں پائی جاتی ہیں۔

استعارات: استعارہ کے لغوی معنی ہیں ادھار لینا یا مستعار لینا اسے انگریزی میں(Similies) کہتے ہیں۔استعارہ کے اصطلاحی معنی حقیقی معنی کو ترک کر کے مجازی معنی حاصل کرنا ہے۔علامہ شبلی نعمانی نے اسے حسن کلام کا زیور قرار دیا ہے۔تشبیہ اور استعارے میں بنیادی فرق یہ ہے کہ تشبیہ کو مشبہ بہ کے مانند قرار دیا جاتا ہے اور استعارے میں مشبہ کو بعینہٖ مشبہ بہ قرار دیا جاتا ہے یعنی تشبیہ میں بڑھا چڑھا کر ایک چیز کو دوسری قرار دینے کو استعارہ کہتے ہیں۔تشبیہ اور استعارے سے عام طور پر چار کام لیے جاتے ہیں۔

(۱) پہلا کام معنی آفرینی۔یعنی تشبیہ سے شعر کا مضمون آئینہ بن جاتا ہے۔

(۲) دوسرا کام حسن آفرینی۔یعنی شعر کے رنگ اور حسن کو بڑھا دیتا ہے۔

(۳) تیسرا کام اختصار ہے۔یعنی دو لفظوں میں تمام مطالب ادا ہو جاتے ہیں۔

(۴) چوتھی چیز بلاغت ہے جو ان سب چیزوں سے مل کر بنتی ہیں۔

فارسی کا مشہور شاعر طالب آملی استعارہ کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ شعر جس میں استعارہ نہ ہو بے مزہ ہوتا ہے۔ ارسطو نے استعارے کو خیال کی صفائی کی چابی قرار دیا ہے۔

استعارہ کے چار ارکان ہیں۔

(الف) مستعار لہٗ:۔ یعنی جس کو تشبیہ دی جائے۔

(ب) مستعار منہٗ:۔ یعنی جس سے کسی چیز کو تشبیہ دی جائے۔

(ج) مستعار:۔ وہ لفظ جس کے معنی مشبہ بہ میں واقع ہوں۔

(د) وجہ جامع:۔ یعنی جس بات میں تشبیہ دی جائے۔

مستعار لہٗ اور مستعار منہٗ کو طرفین استعارہ کہتے ہیں۔استعارے کا کام یہ ہے کہ اس

Marfat.com

سے تشبیہ میں مبالغہ کرنا ہوتا ہے۔استعارے کی کئی قسمیں ہیں۔

۱۔استعارہ بالتصریح:۔ مستعار لہٗ ترک کر کے مستعار منہٗ کا ذکر کیا جائے یعنی مستعارلہٗ کو بعینہٖ مستعار منہٗ ٹھہرایا جائے۔اس کی تین قسمیں ہیں۔

(الف) استعارہ مطلقہ:۔ ایسا استعارہ جس میں کسی کی صفات میں مناسبات کا ذکر نہ ہو۔

(ب)استعارہ مرشحہ:۔ ایسا استعارہ جس میں مستعار منہٗ کی مناسبات کا ذکر ہو۔

(ج)استعارہ مجرّدہ:۔ ایسا استعارہ جس میں مستعار لہٗ کی صفات و مناسبات کا ذکر کیا گیا ہو۔

۲۔استعارہ بالکنایہ:۔یہ وہ استعارہ ہے کہ جس کے ساتھ کنایہ بھی ہو اور تشبیہ بھی مضمر ہو اور مستعار منہٗ کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔

۳۔استعارہ عنادیہ:۔یہ وہ استعارہ ہے کہ جس میں مستعار لہٗ اور مستعار منہٗ کی صفات کا ذکر کسی چیز یا شخص میں جمع ہونے کا امکان نہ ہوایسا استعارہ طنز و مزاح کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

۴۔استعارہ فاقیہ:۔ وہ استعارہ ہے کہ جس میں مستعار لہٗ اور مستعار منہٗ دونوں کی صفات ایک ہی چیز یا ایک ہی شخص میں جمع ہوں۔

۵۔استعارہ تمثیلیہ:۔ ایسا استعارہ ہے کہ جس میں مستعار لہٗ اور مستعار منہٗ اور وجہ جامع کئی چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔استعارہ تمثیلیہ اور تشبیہ تمثیلی میں فرق یہ ہے کہ جہاں مطلقاً تمثیل ہو وہ استعارہ ہے اور اگر تشبیہی الفاظ ہوں تو اسے تشبیہ گردانا جائے گا۔

۶۔وجہ جامع:۔ وجہ جامع کے اعتبار سے استعارہ کی چار صورتیں بنتی ہیں۔

(الف) وجہ جامع واضع اور نمایاں ہو۔

(ب) وجہ جامع واضع نہ ہو اور سوچنے کے بعد معلوم ہو۔

(ج) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہٗ کے معنی کا جزو ہو۔

(د) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہٗ کے معنی کا جزو نہ ہو۔

Marfat.com

استعارے کے طرفین اور وجہ جامع کے اعتبار سے چھ قسمیں بیان کی جاتی ہیں:۔

(الف) طرفین استعارہ اور وجہ جامع تینوں حسی ہوں اس کی بھی پانچ قسمیں ہیں:

1۔بصری 2۔سمعی 3۔قدری 4۔شامی 5۔لمسی

(ب) مستعار لہ حسّی اور مستعار منہ اور وجہ جامع عقلی ہوں۔

(ج) مستعار منہ حسّی اور مستعار لہ اور وجہ جامع عقلی ہوں۔

(د) مستعار لہ اور مستعار منہ حسّی ہوں اور وجہ جامع مرکب عقلی ہوں۔

(ہ) طرفین استعارہ حسّی اور وجہ جامع عقلی ہو۔

(و) طرفین استعارہ اور وجہ جامع تینوں عقلی ہوں۔

میاں محمد اسماعیل منظر کے اشعار میں استعارہ کی مثالیں:

تو نے شیروں سے لڑنا سکھایا ہمیں
خنجرِ کلمۂ توحید سب کو دیا

....

تجھ پر رحمت خداء کی برستی رہے
تیرے بدخواں یزیدوں پہ لعنت خدا

....

تو سر و قد جوانوں کی اک جان تھا
اور شیدائی تھا احمدِ مجتبیٰ ﷺ

....

تیرے منہ سے بات جو نکلے وہی شمشیر ہے
اور اگر تو رحم پہ آ جائے تو بیڑا پار ہے

....

قلم تیرے میں تو طاقتِ حیدری موجود ہے
تو رہے کرسی نشین خامہ تیرا اظہار ہے

....

Marfat.com

درسگاہ معیاری ہے ذیشان ہے
درسگاہ ہے یہ مثلِ ماہتاب ہے

....

دنیا میں چمکیں ستارے بنے
وطن پاک کے ننھے فرزند ہیں

....

سونا اگل رہی ہے اس کی زمینِ اقدس
جھولی بھری پڑی ہے پھولوں سے ماشاء اللہ

....

آسماناں تے اُڈیا شیرا وے
جانبازا شیر دلیرا وے

....

رنجیدہ ہیں ماں بہن تیری شام و صبح ہی
کہیں ایسا گرہن سا لگا میرے بدر کو

علم بیان کی جان مزاح کو قرار دیا جاتا ہے اور اس طرح تشبیہ کو خارج کر دیا جائے تو پھر استعارہ ہی باقی رہ جاتا ہے۔ استعارہ ہی حقیقت میں نوادر افکار کی باریک ترین کیفیّت کو پڑھنے والوں تک پہنچاتا ہے۔منظر کے ذیل کے اشعار پر غور کرنے سے استعاراتی رنگ اور دیگر لوازمات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے:

کربل کا واقعہ تھا مصیبت کی تھی گھڑی
تعزیر کے جواب میں دینا تھا اب یہاں

....

چلتے رہے تمام نعرے فلک شگاف
پانی میں اس کی لاش کو دے کر غسل غلاف

Marfat.com

....

جب صبح ہوئی تو نہر نے چھاتی ابھار لی
اور لے کے اپنی گود میں گودی سنوار لی

....

ساری عمر نہ ہویا جھگڑا نہ جھانجا!
لوکی جاندے سارے ساڈا شیر سی سانجھا

....

ہری ہووے ایہہ سکّی ڈالی آس امیداں والی
ساری عمر میں یاد رکھاں گا ایہہ سرکارِ عالی

....

سرکردۂ آوارہ گرداں، شعلہ زن
خود پسند خود نما، بانکی پھبن

....

ہے ڈھڑے بازی میں بھی ہوشیار تر
مثلِ کژدم پھر رہا ہے گھر بہ گھر

صنائع بدائع: صنائع بدائع نظم یا کلام کی وہ لفظی یا معنوی خوبیاں ہیں جس سے کلام کے حُسن کو بڑھانے میں مدد ملتی ہے۔ بقول سید عابد علی عابد؛(۵) جب کلام فصیح و بلیغ نہ ہو تو صنائع لفظی و معنوی کی موجودگی صرف آورد ہو سکتی ہے اسی لیے تو کہا گیا ہے کہ کلام (شعر) وہ ہوتا ہے جس میں فصاحت بھی ہو اور بلاغت بھی۔ یعنی کلام کا فصیح و بلیغ ہونا لازمی ہے۔

نجم الغنی کے بقول: (۶) فصاحت کلمہ اور کلام دونوں میں پائی جاتی ہے یعنی کلمہ بھی فصیح ہوتا ہے اور کلام بھی۔ کلمے کی فصاحت یہ ہے کہ اس میں جو حروف آئیں ان میں تنافر نہ ہو اور مخالفت قیاسِ لغوی اور غرابتِ لفظی سے پاک ہو اور نہ ایسا ہو کہ اس کے سننے سے کراہت محسوس ہو۔

Marfat.com

اور کلام فصیح وہ ہے کہ جو ضعفِ تالیف، تنافرِ کلمات، تعقید، لفظِ واحد کی کثرتِ تکرار، پے در پے اضافت، ابتذال، تغیر، اشکال اور تناقض وغیرہ کے عیوب نہ رکھتا ہو۔ بلاغت سے کلام متصف ہوتا ہے نہ کلمہ۔ کلام بلیغ وہ ہے جو فصیح ہو۔ یعنی عیوب سے خالی اور مقتضائے حال کے مناسب ہونا ایسا جامع لفظ ہے جس میں بلاغت کے تمام انواع و اسالیب آجاتے ہیں۔ اصغر علی روحی لکھتے ہیں کہ فصیح کلمہ وہ ہے کہ جو ثقالت سے خالی ہو۔ یعنی پڑھنے میں نہایت آسانی اور سلاست ہو۔ الفاظ کی ادائیگی میں زبان ٹھوکر نہ کھائے۔

مولانا شبلی نے بھی ایسی ہی بات کی ہے۔(۷) سید عابد علی عابد اس کی مثال دیتے ہوئے رقمطراز ہیں(۸) ''داماں'' سے دامن فصیح تر ہے''پیرہن'' ''پیراہن'' سے۔''ناگہاں''۔''ناگاہاں'' سے''آگہی'' ''آگاہی'' سے بلیغ تر ہے۔ اسی طرح ان کلمات کو بھی فصیح نہیں کہا جا سکتا جو کہ غریب ہوں مثال کے طور پر مرغّن اور مزلّف۔ اگرچہ دامن کا لفظ داماں سے فصیح تر ہے اور پیرہن، پیراہن سے بلیغ تر ہے حقیقت یہ ہے کہ معنی و مطالب پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ابلاغ و اظہار کے سلسلے میں کہیں داماں زیادہ مفیدِ مطلب ہوگا اور کہیں دامن کہیں پیرہن زیادہ قرین ابلاغ ہوگا اور کہیں پیراہن اور اسی اعتبار و نسبت سے کہ معانی مطلوب کے معین کرنے میں اور ان کے ابلاغ و اظہار میں کہاں تک ایک دوسرے معاون ہوتے ہیں۔ یہ الفاظ و کلمات ایک دوسرے کے مقابلے میں فصیح و فصیح تر کہلائیں گے مندرجہ ذیل اشعار میں دامن اور داماں کا استعمال دیکھیے۔مرزا غالب(۹)

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

....

گوہر اشک سے لبریز ہے سارا دامن
آج کل دامنِ دولت ہے ہمارا دامن (وزیر لکھنوی)

دیکھیے جہاں دامن کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں داماں سے بہت زیادہ فصیح ہے اور ابلاغِ معانی و اظہارِ مطالب کے لیے موزوں بھی ہے۔ تاہم مناسب معلوم ہوگا کہ

Marfat.com

میاں محمد اسماعیل منظر کے دو چار شعروں کا تجزیہ کر کے دیکھا جائے:

کہاں ڈھونڈوں کہاں پاؤں کہاں دیکھوں کہاں جاؤں
کرو ساقی ذرا جلدی وصل کی مے پلانے میں

....

نرالا بول ہے تیرا نرالا قول ہے تیرا!
عجب رنگینی ہے منظر تیرے گانے بجانے میں

کلام میں ثقالت اور غیر ثقالت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جس کلمے میں تنافر ہو وہی ثقیل ہوتا ہے۔ تنافر سے مراد یہ ہے کہ کسی کلمے میں دو متحدُ المخرج حروف یا قریبُ المخرج صرف ایک دوسرے سے متصل ہوں یا قریب قریب متصل واقع ہوئے ہوں۔ لیکن کیا مجال کہ میاں منظر صاحب کے پڑھنے والوں میں کسی کو ذرا سا بھی کسی قسم کی ثقالت کا احساس تک بھی ہو؟ جس طرح سید عابد علی عابد کہتے ہیں (۱۰) کہ الفاظ کا اپنی ذات میں ثقیل ہونا یا غیر ثقیل ہونا تو بعد کی بات ہے لیکن پہلے یہ اصول تو طے کر لینا اور تسلیم کر لینا بھی ضروری ہے کہ الفاظ ہمیشہ معانی سے مربوط اور مشروط ہوا کرتے ہیں۔ پیچدار، دقیق اور نادر تصورات یقیناً پیچ دار، دقیق اور نادر الفاظ وتراکیب کا تقاضا کرتے ہیں اور انشا پرداز مجبور ہو جاتا ہے کہ موزوں ترین الفاظ کا استعمال کرے اگرچہ دیکھنے میں ایسے الفاظ ثقیل معلوم ہوتے ہیں مثال کے طور پر میاں منظر کے کلام میں دیکھئے کہ بعض الفاظ بہت نادر اور ثقیل قسم کے استعمال ہوئے ہیں۔

تیری زلفِ دوتا کی یہ تازہ مہک
پھر بہاروں کا تازہ سماں آگیا

....

کیوں فیصلہ یکطرفہ کیا ذہنِ رسا نے
کیوں خواندگی میں بھول گئے اہلِ نظر کو!

....

Marfat.com

روتی ہوئی ہمشیرہ کے آنسوؤں کو نہ دیکھا
نہ دیکھا گیا ماں کے اس دیدۂ تر کو

....

کیوں غلط روش کا یہ کیا ہے ارادہ
جو شخص کہ بہکائے میرے رشکِ قمر کو

....

رنجیدہ ہے ماں بہن تیری شام و صبح ہی
کہیں ایسا گرہن سا لگا میرے بدر کو

....

بازو شکست تھا تو بدن چور چور تھا
خالی تھی گود زخم ہوا اتنا ضرور تھا

....

ہو گا وہ ماہ در لبِ جو گھاس میں چھپا
ڈھونڈا نہ پایا وہ نہ اس کا کہیں نشاں

....

کربل کا واقعہ تھا مصیبت کی تھی گھڑی
تعزیر کے جواز میں دینا تھا اب یہاں

....

گفتار میں کردار میں اخلاق میں یکتا
اوصافِ حمیدہ کی تیری طول لڑی ہے

....

یا تازیست اخلاقی رشتہ ہے قائم
نہیں کوئی طاقت جو اس کو گھٹائے

Marfat.com

....

نگاہِ کرم ہو اربابِ اختیار ذرا
سنا ہے شہرۂ آفاق فیضِ عام تیرا

....

معلّمی ہی میرا تو آبائی پیشہ ہے
نئی ہیں جدّتیں۔ اور اختراع ہمیشہ ہے

....

مفسد و متفنی و عیّار و مکّار
ہے ضرورت سے زیادہ ہوشیار

....

جعل ساز و شر پسند و نقطہ چیں
مثلِ سیماب یہ نہیں ٹکتا کہیں

....

گفتگو میں ظاہراً رطبُ اللساں
اس کے پہلو میں شرارت ہے نہاں

....

اس مجسمۂ شر کو لے جائیں کہیں
اس مدرسہ میں یہ رہنے کا نہیں

....

چوتھے درجے کا ملازم ہے یہاں
لاف زن غمّاز ہے شعلہ فشاں

میاں منظر کے ان لکھے گئے اشعار میں جو الفاظ و تراکیب بظاہر ثقالت آمیز ہیں لیکن

Marfat.com

حقیقت میں ایسا نہیں ہے اساتذۂ ادب نے جو فصاحت کی تعریف کی ہے اس تعریف پر یہ اشعار یقیناً پورے اترتے ہیں۔ اصل میں انشاء پردازی میں جن عیوب کی نشاندہی کی گئی ہے اور جن چیزوں کو عیوب کہا گیا ہے اگر ان کو رفع کر لیا جائے تو یقیناً کلام عیب سے پاک ہو سکتا ہے۔ یہی اصل بات ہے کہ جو کہہ دی گئی ہے۔

اصل مطلب تو مفہوم کا اظہار ہے۔ وارداتیں ذہنی ہوں یا حسّی یا جذباتی ہوں کی تعمیر نو ہی مقصود ہو۔ اس سلسلے میں عیوب کے بغیر بات بن جائے تو حسّیت نہیں اور قدیم اساتذۂ ادب نے اس سلسلے میں ان عیوب سے جو آنکھ مچولی کھیلی ہے حیرت کی بات ہے کہ اردو کے بڑے بڑے شعرا غالب، ذوق، آتش اور مجروح جیسے ہرفن مولا فنکار بھی ان عیوب سے بچ کر نکلنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

حسرت موہانی فرماتے ہیں (۱۱) کہ سارا کمال اور جمال فنکار کی محنت اور ریاضت سے ہی در آتا ہے۔ فنکار انہی الفاظ کے الٹ پھیر سے تعقید کو دور کر سکتا ہے اور یہ بات ہے بھی واقعی ہی معیوب۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فنکار نے اپنے پیرایۂ اظہار کے معیّن کرنے میں کچھ زحمت نہیں کی ہے اور بقول سجاد مرزا بیگ کے کہ جب تک فنکار اس سلسلے میں ریاضت نہیں کرے گا اس کے کلام سے عیوب ہرگز دور نہ ہو سکیں گے جس طرح کہ وحشت کلکتوی کا مشہور شعر ہے

فروغِ طبع خدا داد اگرچہ تھا وحشت
ریاض کم نہ کیا ہم نے کسب فن کیلئے

ویسے بھی علامہ اقبال کے الفاظ میں معجزۂ فن کی نمود خون جگر سے ہی ہوا کرتی ہے۔ (۱۲)

ہر چند کہ ایجاد معنی ہیں خدا داد
کوشش سے کہاں مردِ ہنر مند ہے آزاد

میاں منظر کے اشعار آپ نے ملاحظہ فرمائے آپ ان میں دیکھ سکتے ہیں کہ ان کے معانی و مطالب سارے کے سارے منازلِ ابلاغ و اظہار سے ہی مربوط ہیں اگرچہ ان کے اشعار میں بعض حقائق محذوف ہیں لیکن انہوں نے مطالب کی افہام و تفہیم کے سلسلے میں ایجاز و اختصار استعمال کرتے ہوئے ہی اپنے اس خاص طرح کے

Marfat.com

بانکپن کو بہر صورت برقرار رکھا ہے۔ جو علم معنی کی ہی ایک اعلیٰ خوبی ہے اور میاں منظر کے ہاں سخن کے یہ جملہ محاسن یونہی تو در نہیں آئے اور انہوں نے یہ یونہی تو نہیں کہہ دیا کہ؛

نرالا بول ہے تیرا نرالا قول ہے تیرا
عجب رنگینی ہے منظر تیرے گانے بجانے میں

ان کے کلام سے صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے کلام میں فصاحت و بلاغت پیدا کرنے میں بڑی محنت، ریاضت اور کاوش کی تھی۔ دیگر اساتذۂ فن و ادب کی طرح انہوں نے شاعری کو اپنے اوپر سوار نہ ہونے دیا۔ البتہ گاہے گاہے اس طرح وہ اپنا غم غلط کر لیا کرتے تھے۔

تشبیہات:۔ تشبیہ سے مراد کسی چیز کو دوسری چیز جیسا قرار دینا ہے۔ لیکن کہا اس طرح جائے کہ وہ اس جیسی چیز تو نہ ہو مگر اسکی کچھ صفات اس میں ضرور پائی جائیں۔ مثلاً یہاں دو چیزوں میں جو مشابہت پائی جائے اس کے لیے علامات کی تلاش کا نام تشبیہ ہے۔ جس سے اس علامت کے ذریعے سے پڑھنے والا اصل حقیقت تک پہنچ جائے۔ یہ ایک ایسا تخلیقی عمل ہے جو فیضانِ الٰہی یا وجدان کے بغیر ہرگز حاصل نہیں ہوا کرتا۔ سید عابد علی عابد (۱۳) اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ تشبیہ ہو یا استعارہ جب تک اس کا مقصد یہ نہیں کہ مفہوم کی توضیح کرے تو اس وقت تک یہ تشبیہ و استعارہ کی صنعت گری، شعبدہ گری ہے بلکہ خیرہ سری ہے۔ یہ وہ زیور ہے جو کہ عروسِ سخن کو بہت سوچ سمجھ کر پہنایا جاتا ہے۔ خوف یہ ہوتا ہے کہ ہلکے ہلکے طلائی کنگنوں اور جڑاؤ بالیوں کی جگہ زنجیریں اور لوہے کے بالے نہ نظر آنے لگ جائیں۔

مثال کے طور پر کلام نظم میں ہو یا نثر میں اگر کہا جائے کہ آپ بہت دنوں کے بعد آئے ہیں؟ اور میاں تم تو عید کا چاند ہی ہو گئے؟ دونوں فقروں کے معانی ایک ہیں مگر حسن کلام اور بیان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہر جگہ الفاظ کے لغوی معنی ہی مراد ہوتے ہیں۔ لیکن تشبیہ جو ذریعہ حصول مجاز بھی ہے اور جس کی ضو سے شعر کا پیرہن، جگمگاتا ہے شعر میں استعمال ہونے والی یہ مجازی زبان شعر کے حسن و آرائش اور تعظیم کا فریضہ سرانجام دیتی ہے یعنی بعض مطالب کے اظہار کے لیے مجازی زبان

Marfat.com

کے استعمال کے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا۔کوئی بھی شاعر اپنے اظہار و ابلاغ کے لیے کتنے بھی موزوں اور دل پسند الفاظ استعمال کرے مگر جو اس کا دقیق اور باریک مفہوم ہوتا ہے اس کی لطافت اور نزاکت کی دلالت الفاظ کے شیشے میں ہرگز نہیں اتر سکتی جب تک وہ دلالتِ وضعی سے کام لیتے ہوئے اپنے ان الفاظ کو حقیقی یا مجازی معنی میں استعمال کرنے کا گر نہ جانتا ہو۔آپ نے اکثر دیکھا اور سنا ہوگا کہ ایک اچھا بھلا شاعر اور انشاء پرداز اپنے اشعار یا مقالے کو ختم کرنے سے پیشتر یہ کہہ ڈالتا ہے کہ اس کی اس کاوش کو احاطہ تحریر میں لانے کیلیے موزوں الفاظ نہیں مل سکے۔

یہ علم بیان ہی کا کرشمہ ہے کہ جس سے فنکار کی معاونت ہوتی ہے۔کیونکہ یہی وہ علم ہے کہ جس سے بیان الفاظ کو مجازی دلالتیں اور کیفیات عطا ہوتی ہیں اور ان دلائل کے ذریعے سے ہی یعنی تشبیہ و استعارہ کی مدد سے ان واردات و کیفیات کو بیان کرنا چاہتا ہے کہ جن سے معنی دلائلِ وضعی میں بیان کرنے سے خود کو قاصر سمجھ رہا تھا۔

مزید برآں تشبیہات کو پانچ خانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔مشبّہ: ۲۔مشبّہ بہ: ۳۔وجہِ شبہ: ۴۔غرضِ تشبیہ:

۵:حرفِ تشبیہ:

۱۔ مشبّہ ایسی چیز کو کہتے ہیں جس کو کسی دوسری چیز سے تشبیہ دی جائے۔جیسے کہ ''چاند جیسا چہرہ'' اس میں چہرہ مشبّہ ہے۔

۲۔ ایسی چیز جس سے دوسری چیز کو تشبیہ دی جائے اسے مشبّہ بہ کہا جاتا ہے۔جیسا کہ ''چہرہ چاند جیسا'' اس میں چاند مشبّہ بہ ہے۔موتیوں جیسے دانت اس میں موتی مشبّہ بہ ہے۔

۳۔ وجہِ شبہ سے مراد وہ مشترک صفت ہے جس کی وجہ سے دو الگ الگ چیزوں کو ایک دوسری جیسا کہا جاتا ہے جس طرح کہ'' چاند جیسا چہرہ'' میں چاند اور چہرے میں خوبصورتی مشترکہ صفت ہے۔

۴۔ مشبّہ کی عزت کم کرنے یا بڑھانے کے لیے تشبیہ دی جاتی ہے یعنی تشبیہ دینے سے جو مقصد حاصل ہوتا ہے اسے غرضِ تشبیہ کہا جاتا ہے۔جس طرح کہ چہرے کو چاند جیسا کہہ کر چہرے کی شان (خوبصورتی) بڑھائی گئی ہے۔اسی طرح کسی شخص کو بکری کہہ کر اس کی بزدلی بتائی جاتی ہے اور اس کی شان گھٹائی جاتی ہے۔

۵۔ تشبیہ دیتے وقت استعمال میں آنے والے حروف جو کہ مشبّہ کو مشبّہ بہ کی طرح ثابت

Marfat.com

کرتے ہیں ان کو حروف تشبیہ کہا جاتا ہے۔ کچھ حروف تشبیہ یہ ہیں۔
سا۔ سی۔ جیسی۔ جیسا۔ مانند۔ اس طرح۔ مثل وغیرہ۔ اب اس کی کچھ مثالیں میاں منظر کے اشعار سے ملاحظہ کریں:

چھینا گیا ہے ہم سے گھر کا اک چراغ
سب روشنی سمیٹ کر دربان لے گیا!

....

اے سنگدل مشیر تیرا خانہ خراب ہو!
دنیا کو چھین کر میرا ایمان لے گیا

....

غم غلط جس کے کھیل سے کرتا تھا میں!
اس مہ جبین کو کون سا بے ایمان لے گیا

....

کیری کپری ملّی آنکھیں
تیز طبیعت تیز زبان!
ندی کا دریا کر دے فوراً
بی بی سی ہے پاکستان

....

تو سرو قد جوانوں کی اک جان تھا
اور شیدائی تھا احمدِ مجتبیٰ ﷺ

....

تو نے شیروں سے لڑنا سکھایا ہمیں
خنجرِ کلمۂ توحید سب کو دیا

اساتذۂ شعر نے اعلیٰ پائے کی شاعری اسے قرار دیا ہے کہ جو معانی و بیان اور بدیع سے بھرپور ہو اور تشبیہات سے لبریز ہو۔ بلکہ بعض دفعہ سید عابد علی عابد(۱۴) کے بقول تشبیہ مرکب کی صورت مجاز سے مشابہ ہو جاتی ہے۔ لیکن بڑے فنکار اکثر

Marfat.com

استعارے کی طرف ہی دیکھتے ہیں۔ تشبیہ صرف اس وقت کام آتی ہے اور کام میں لائی جاتی ہے جب معروف سے مجہول کی طرف جانا مقصود ہوتا ہے۔ جب کسی پراسرار حقیقت کی ترجمانی مقصود ہو۔ جب کسی دقیق خیال کو منتقل کرنا مقصود ہو۔ اور شاعر اعلیٰ درجے کا ہو تو اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ درجے کے شعرا کے ہاں بدیع معنی خیز اور خوبصورت تشبیہات کا ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ میاں منظر کا کلام بھی ایسا ہی ہے جس میں خوبصورت تشبیہات کا وافر ذخیرہ پایا جاتا ہے۔

تیرے منہ سے بات جو نکلے وہی شمشیر ہے
قلم تیرے میں تو طاقتِ حیدری موجود ہے

....

درسگاہ ایسی جو کمیاب ہے
درسگاہ ہے یہ مثلِ مہتاب ہے

....

ہے دلفریب و دلکش نظارہ درسگاہ کا
دامن میں جس کے بہتی کوثر یہ ہو بہو ہے

....

اشجار پاسباں ہیں سر تا فلک کھڑے ہیں
مستی میں جھومتے ہیں پھولوں کی بھینی خوشبو ہے

....

تجھ کو شرف ہے حاصل بے ساختہ نہ کہہ دوں!
محمود تجھ کو کہہ دوں جامِ جمشید تو ہے

....

بے لگامے گھوڑے وانگوں ہر کوئی نسدا پھِر دا
اک اکلا ڈک نہ سکدا نہ ڈکے کوئی ڈکدا

....

کہاں کڑیال ہے کہاں بجلی
کیسی چپڑی ہوئی چپاتی ہے

Marfat.com

بچھ رہی ہے سفید سی چادر
بقعۂ نور گھر بناتی ہے

....

ایک پٹہ ہے یہ دوپٹہ نہیں
جو ہوا سے اڑتا جاتا ہے کہیں

ان اشعار میں جو جو تشبیہات بیان کی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان اشعار کے الفاظ میں زیادہ جوش، زیادہ وضاحت اور اظہار کی تابندگی در آئی ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ شعرا اپنے نفیس اور پاکیزہ مطالب کو بیان کرتے وقت حقیقت کا نیا اسلوب دکھاتے ہیں اور مجبوراً انہیں تشبیہ کا دامن تھامنا پڑتا ہے۔ اس کیلیے ضروری ہے کہ شاعر کا مشاہدہ وسیع و عریض ہو، جیسا کہ میاں منظر کے اشعار سے ظاہر ہو رہا ہے کہ انہوں نے جس قدر تشبیہات اپنے اشعار میں استعال کی ہیں وہ ساری کی ساری اظہار و مطالب کے جذبات کا پوری طرح احاطہ کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔

قافیے:۔ وہ مقررہ و متعیّن حروف جو مختلف الفاظ میں مطلع کے ہر مصرعہ اور شعر کے دوسرے مصرعہ میں مکرر آتے ہیں۔ اور جو مستقل برقرار رہتے ہیں ان کو قافیہ کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر منظر کے یہ شعر دیکھیں:۔

کرتار پور کی بستی کیا خوش نصیب تُو ہے
پاؤں میں تیرے بہتا ایک مست آبِ جُو ہے

....

ہے دلفریب و دلکش نظاّرہ درسگاہ کا
دامن کے جس میں بہتی کوثر یہ ہو بہو ہے

ان اشعار میں تُو۔ جُو۔ ہو بہو قافیے ہیں۔ قافیے کے بارے میں فارسی کے مشہور شاعر خواجہ فرید الدین عطارؒ متوفی ۶۲۷ھ نے اپنے ایک فارسی شعر میں کیا خوب بات کہی ہے، اور کیا درست کہا ہے کہ قافیہ اصل میں خطبوں کا تاج اور شاعری کی حرمت ہوا کرتا ہے۔

گر قوافی را رواجی نیست
بر سرِ ہر خطبہ تاجی نیست

یعنی اگر قافیہ کا رواج نہ ہوتا تو پھر کسی بھی خطبے کے سر پر تاج نہ ہوتا۔ پھر آگے ایک

Marfat.com

شعر میں کہتے ہیں:

نظم و نثرے کآں میانِ امّت است
از قوافی آں سخن را حرمت است

یعنی نظم اور نثر جو مروّج ہیں اس کی حرمت اور عزت قافیے کی ہی بدولت ہے۔ کیونکہ قافیے کی وجہ سے ہی شعر کے آہنگ اور نثر کے اسلوب میں مزید دل نشینی پیدا ہوتی ہے۔ قدیم زمانے سے ہی قافیے کا استعمال منظومات میں رائج ہو چکا تھا۔ اس کا ذکر ہمیں ارسطو کے ہاں بھی ملتا ہے۔

قافیہ اصل میں ''لفظ قفو'' سے ہے جس کے لغوی معنی پیرو کے ہیں۔ اس کے معنی ہر چیز کے آخر کے بھی مراد لیے جاتے ہیں۔ جس طرح کہ قافیہ کُل شیِٔ۔ عربی زبان کی شعری اصطلاح میں قافیہ اس کلمے کو کہا جاتا ہے جس پر شعر کا اختتام ہوتا ہو۔ جس شعر میں قافیہ ہو اسے مقفہ (موزوں) کہتے ہیں۔ کیونکہ عربی شاعری میں ردیف کا استعمال بالکل نہیں تھا جس لیے قافیے کو شعر کا آخری لفظ گردانا گیا ہے۔ قافیے کے الفاظ تین طرح کے ہوتے ہیں:

۱۔ لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے مختلف ہو۔ مثلاً درد اور سرد کے قوافی کہ یہ دونوں الفاظ مختلف ہیں اور ان کے معانی بھی مختلف ہیں۔

۲۔ لفظ کے اعتبار سے دونوں ایک ہی ہوں لیکن معنی کے اعتبار سے مختلف ہوں مثلاً شعر کے ایک مصرع میں لفظ آہنگ کو ارادہ اور آواز کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہو۔

۳۔ لفظ کے اعتبار سے مختلف ہوں مگر معنی کے اعتبار سے مختلف نہ ہوں مثلاً ''سرد'' اور ''برد'' دونوں لفظوں کے معنی ٹھنڈ (سردی) کے ہیں مگر الفاظ دو ہیں۔ قافیے کا اصل مقصد صوتی آہنگ پیدا کرنا ہوتا ہے جو کہ شعر کے آہنگ کے لیے بہت ضروری ہے۔ لفظ اشارہ کا قافیہ اجالا بھی ہو سکتا ہے اور پردہ بھی۔ مگر کنارہ اور ہمارا میں زیادہ صوتی آہنگ پایا جاتا ہے۔ اسی طرح بات اور ذات کے قوافی بھی صوتی آہنگ سے بھرپور ہیں۔ جیسے کہ میاں منظر ہی کا ایک شعر ہے۔

میرے سرو یہ بھی کوئی بات ہے
راجپوتوں کی بھی کوئی ذات ہے

Marfat.com

جو شعراء صوتی آہنگ کو اہمیت دیتے ہیں یا صوتی آہنگ کے متلاشی ہوتے ہیں وہ اپنے آپ پر کچھ ایسی پابندی عائد کر لیتے ہیں کہ جس کے وہ عام حالات میں پابند نہیں ہوتے۔اس طرح کی پابندی کو فن شاعری میں ایک صنعت کہا گیا ہے جس طرح کہ لزوم مالا یلزم کہا جاتا ہے۔میاں منظر کے اشعار کے کچھ قافیے ملاحظہ کریں جن میں صوتیاتی آہنگ کا بڑا خیال رکھا گیا ہے۔

اٹھو اب سونے والو پھر تمہیں قسمت جگاتی ہے
بہار آئی ہے یہ ایک اور خوشخبری سناتی ہے

....

ڈرائیور ہے کوئی، کوئی تانگہ باں
کوئی بہرہ، گونگا کوئی بے زباں

....

بنا ہے جب سے یہ اسکول ہائی
سرے سے ختم ہو گئی ہے پڑھائی

....

آتی ہیں رو پیٹ کر گر مسٹرس
رکھتی ہیں وہ محکمہ میں دسترس

....

زندگی بچوں کی یاں برباد ہے
گاؤں تو اچھا بھلا آباد ہے

....

دو کے سر پر مدرسہ کا بار ہے
مشکلوں کا مسئلہ دوچار ہے

ایک پنجابی شعر کے قافیے دیکھیں کس قدر ٹھیٹھ ہیں اور صوتیاتی آہنگ سے بھرپور ہیں:

وَدھ سو وَدھ اے جھڑا جمیا جگا بنیا پھردا اے
شرم حیا دی لہہ گئی لوئی گھیریاں نہ کوئی گھِردا اے

....

Marfat.com

نیشنل بنک اک گہوارہ تھا
بچے بوڑھے کا یہ سہارا تھا

....

روشن یہ چاند تارا قومی نشاں ہمارا
زندہ رہے ہمیشہ یہ جان و دل سے پیارا

ردی: قافیے کا دارو مدار حرف ردی پر ہوتا ہے بلکہ اصل قافیہ ہی یہ ہے جو لفظ کسی مصرع یا شعر کے آخر میں واقع ہو (یعنی قافیہ) آسکے آخری حرف کو روی کہتے ہیں مثلاً لفظ قاتل اور محفل میں ''ل'' حرف روی ہے عروض کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ روی کیلیے ضروری ہے کہ وہ حرف اصلی ہو جیسے قاتل اور محفل میں حرف لام (ل) اگر ہٹا لیا جائے تو باقی کلمہ بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے یعنی ''قات'' اور ''محف'' دو بے معنی کلمے باقی رہ جائیں گے۔

ردیف:۔ ردیف کو ایرانیوں نے ایجاد کیا ہے جس سے قافیے کے حسن اور خوبصورتی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ عربی شاعری میں ردیف کا چلن نہیں ہے۔ ردیف کو شعرا نے شعر کا زیور قرار دیا ہے کیونکہ شعر میں نغمگی اور غنائیت ردیف سے ہی بڑھتی ہے۔

اصطلاح میں ردیف اس لفظ یا حرف کو کہتے ہیں جو اشعار کے آخر میں قافیہ کے بعد ایک مستقل کلمے کی صورت میں تکرار کی صورت میں آتا ہے۔اور ہر شعر میں ایک ہی معنی رکھتا ہے۔اچھی ردیف کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ اس کے بغیر شعر کے معنی مکمل نہیں ہو پاتے یعنی یہ کوئی بھرتی کی چیز نہیں ہے۔ ردیف کی طوالت یا اس کے اختصار کے بارے میں اساتذہ نے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے۔ یہ ایک لفظ بھی ہو سکتی ہے اور آدھا مصرع / پورا مصرع بھی ہو سکتی ہے۔ ایک لفظ کی مثال میاں منظر کا شعر:

کرتار پور کی بستی کیا خوش نصیب تو ہے
پاؤں میں تیرے بہتا اک مست آب جو ہے

....

Marfat.com

دولفظوں کی مثال

رونق ہماری چھین کر نادان لے گیا
جیسے کہ کوئی زیست کا سامان لے گیا

....

آدھے مصرعے کی مثال

پھرتے ہیں مارے مارے بھوکوں کے ہیں جو مارے
یہ بی پی ایم بیچارے بھوکوں کے ہیں جو مارے

حواشی

۱۔ میر تقی میر، نکات الشعراء، لاہور، مرکز ترقی ادب، ۱۹۶۷ء، ص ۹۴

۲۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر : ساختیات، لاہور، سنگ میل پبلیشرز، س ن، ص ۱۰۴

۳۔ حالی، مولانا؛ مقدمہ شعر و شاعری، لاہور پاپولر پبلشنگ ہاؤس ۱۹۸۴ء، ص ۲۲۶

۴۔ حسرت، مولانا؛ نکات سخن لاہور مرکز ترقی ادب ۱۹۶۶ء، ص ۱۲۷

۵۔ عابد علی عابد، سید؛ البیان، لاہور سنگ میل پبلیکیشنز ۲۰۰۱ء، ص ۴۲

۶۔ نجم الغنی، بحر الفصاحت لاہور مقبول اکیڈمی 1981ء، ص ۱۱۳

۷۔ شبلی نعمانی، مولانا؛ شعر العجم لاہور تاج بک ڈپو ۱۹۷۴ء، ص ۱۳۴

۸۔ عابد علی عابد، سید مقالات عابد (انتقاد شعری) لاہور سنگ میل پبلیکیشنز ۲۰۰۱ء، ص ۱۴۱

۹۔ اسد اللہ غالب، دیوان غالب، آئینہ ادب ۱۹۷۴ء، ص ۲۱۴

۱۰۔ عابد علی عابد، سید؛ اسلوب، لاہور سنگ میل پبلیکیشنز ۲۰۰۱ء، ص ۱۲۵

۱۱۔ مولانا حسرت، نکات سخن لاہور مرکز ترقی ادب ۱۹۶۶ء، ص ۱۵۱

۱۲۔ محمد اقبال، علامہ: دیوان اقبال لاہور مکتبہ دانیال س ن، ص ۱۵۶

۱۳۔ عابد علی عابد، سید؛ البدیع، لاہور سنگ میل پبلیکیشنز ۲۰۰۱ء، ص ۳۸

Marfat.com

باب پنجم

مجموعی جائزہ / محاکمہ

خانوادۂ علم و ادب کے، روشن چراغ حضرت سائیں مولا شاہؒ جنہوں نے قصہ نگاری میں بڑی شہرت حاصل کی؛ جن کی تصنیف کردہ ہیر کو سید وارث شاہؒ کی ہیر کے ہم پلہ قرار دیا جاتا ہے؛ کے پوتے میاں محمد اسماعیل منظر ۶ ستمبر ۱۹۱۰ء کو جگدیو کلاں ضلع امرتسر (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی گاؤں ہے جہاں پنجابی کے معروف اور بے بدل شاعر سید ہاشم شاہؒ نے جنم لیا تھا۔ اس گاؤں کو جگدیو ہاشم شاہ بھی کہا جاتا ہے اور اس گاؤں کا ایک سندر سنگھ نامی ڈاکو بھی بڑا مشہور ہوا ہے۔ ایک زمانے میں اس گاؤں کو جگدیو سندر سنگھ بھی کہا جاتا تھا۔

آپ کا تعلق راجپوت خاندان سے ہے۔ والد کا نام محمد دین اور والدہ کا نام جنت بی بی تھا۔ آپ کے والد مال مویشی کی خرید و فروخت کرنے کے ساتھ ساتھ جنرل سٹور کا کام بھی کرتے تھے۔ آپ کی والدہ نہایت خوبرو اور خوش خصال تھیں۔ جن کی وفات قیام پاکستان سے پانچ سال قبل ہی ہو گئی تھی۔ آپ کے تین بھائی (طالب، منظور، بشیر) اور چار بہنیں (تاج بی بی، عنایت بی بی، خورشید بی بی اور حمیدہ بی بی) تھیں۔ آپ تمام بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ کی زوجہ محترمہ مختاراں بی بی متوفی ۱۹۹۲ء سارے خاندان میں بڑی بہو ہونے کے ناطے اسم بامسمیٰ تھیں۔

آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے (میاں مقبول احمد) ہیں جو گورنمنٹ کالج راوی روڈ لاہور سے پرنسپل کے عہدے سے ۱۹۹۳ء میں ریٹائر ہو چکے ہیں۔ دوسرے بیٹے (میاں غلام رسول) ہیں جو گورنمنٹ کالج شیخوپورہ سے ۲۰۰۲ء میں ریٹائر ہو چکے ہیں۔ ہر دو بیٹے اپنے اپنے کنبے کے ساتھ شیخوپورہ میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ نے اپنے بڑے بیٹے کے ساتھ ۱۹۹۴ء میں فریضۂ حج کی سعادت حاصل کی۔ آپ اپنے خاندان کے پہلے

Marfat.com

پڑھے لکھے شخص تھے۔ مڈل کے بعد پٹوار کا امتحان پاس کر کے اپنے ہی گاؤں میں پٹواری کی حیثیت سے ملازم ہو گئے پھر جلد ہی آپ نے پٹوار چھوڑ کر جے ۔وی کا امتحان پاس کر لیا۔ جے۔وی کا امتحان پاس کر کے اپنے ہی گاؤں کے مڈل سکول میں ٹیچر ہو گئے۔آپ اس دوران میں بڑے دیندار اور سماجی ورکر ہونے کی وجہ سے اپنے پورے حلقے میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔آپ کے اپنے ہیڈ ماسٹر سرائن سنگھ کے ساتھ مثالی تعلقات رہے۔ یہاں سے ہی آپ کو شعر گوئی کا باقاعدہ چسکا پڑا۔

میاں صاحب اپنے سکول کی مختلف تحاریک (بزم ادب، سکاؤٹنگ، پی۔ٹی اور ڈسپنسری) وغیرہ کے بانی، کارکن اور انچارج رہے۔ پنچائت کے سیکریٹری رہے اور دیہات سدھار تحریک میں آپ نے نہایت گرم جوشی سے حصہ لیا۔آپ انتہائی ذہین اور بلا کے فطین واقع ہوئے تھے۔ درس و تدریس میں بھی آپ نے طریقہ ہائے تدریس میں بڑی جدّت طرازیاں کیں۔ ملک کی تقسیم کے وقت میاں صاحب نے ہجرت کے بڑے کٹھن اور مشکل ترین مراحل طے کیے۔آپ نے پسیاں والے پتن سے دریائے راوی پار کر کے موضع حمید پور بسرانواں ضلع شیخوپورہ میں اپنی ہمشیرہ تاج بیگم کے گھر پناہ لی۔ اس دوران میں آپ کی درخواست پر آپ کو لوئر مڈل سکول کڑیال کلاں ضلع گوجرانوالہ کا تقرر نامہ مل گیا۔آپ نے کڑیال سکول میں جوائننگ دے دی ۔کڑیال سکول کی بہتری اور ترقی کے ضمن میں آپ نے شاندار کوششیں کیں جن کے نہ صرف اس وقت کے افسران بالا بلکہ گاؤں کے معززین بھی آپ کی قابلیت کے معترف ہو گئے۔ آپ کی کوششوں سے ہی لوئر مڈل سکول، اَپر مڈل سکول ہو گیا۔آپ اسی سکول سے اپنی ملازمت کا ۴۱ سال طویل ترین عرصہ گزار کر ۳۰ ستمبر ۱۹۶۸ء کو ریٹائر ہو گئے۔آپ کی ریٹائرمنٹ کے بعد سکول کے عملہ نے آپ کی خدمات کے اعتراف میں درج ذیل فارسی قطعہ سکول کی چار دیواری پر کندہ کروایا۔ جو آج بھی ان کی شاندار خدمت کا منہ بولتا ثبوت فراہم کر رہا ہے۔

ہر کہ آید چوں بخاری بہرِ تشکیلِ علوم
لوحِ اسمِ تو ببوسد بر در دانش کدہ
محنتِ تو کوششِ تو ہمتِ تو عزمِ تو!
زیب دارد چو کلاہے بر سرِ دانش کدہ

آپ اپنے وقت کے ایک بہت بڑے نباض اور ماہر تشخیص حکیم بھی تھے۔ مریض کا

Marfat.com

چہرہ دیکھ کر اسے بتا دیتے تھے کہ بچے گا کہ نہیں۔ اس طرح کے کئی واقعات رونما ہوئے آپ نے تعلیمی اور رفاعی کاموں میں انتہائی سرگرم عمل ہونے کے علاوہ اپنے دادا معروف شاعر سائیں مولا شاہؒ کے خلیفہ بھی رہے۔ آپ نہایت خوش اخلاق خوش گفتار اور خوش کردار ہونے کے ساتھ ساتھ خوش لباس اور خوش نویس بھی تھے۔ نوجوانی میں آپ کبڈی کھیلا کرتے تھے ٹیچنگ کی ٹریننگ کے دوران میں آپ نے ہارمونیم بجانا بھی سیکھ لیا تھا۔ کبھی کبھار آپ گانا بھی خوب گا لیتے تھے۔ آپ بڑے مدبّر زیرک اور معاملہ فہم واقع ہوئے تھے۔ آپ اپنے حلقے میں نہایت صاحب الرائے مشہور تھے۔ آپ کی خوش لباسی اور نفاست ذوق کی وجہ سے آپ کو سب باؤ جی کے نام سے پکارتے تھے۔ لباس اور خوراک کے معاملے میں بھی آپ بڑی نفاست کے قائل تھے۔ لباس سادہ اور خوراک بھی سادہ ہی پسند کرتے تھے۔ حقے کے بڑے رسیا تھے۔ علامہ اقبال کی طرح ہمہ وقت حقّے کی نے منہ میں ہی رہتی تھی۔ یہاں تک کہ دوران سروس سکول میں آپ کے دفتر میں حقہ موجود ہوتا تھا۔ جہاں تک آپ کی شعر گوئی کا تعلق ہے تو آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ شعر کہنے کی ابتداء میں نے جے۔ وی کی ٹریننگ کے دوران ایک تقریب میں مراسیوں کی تُک بندی سے متاثر ہو کر کی تھی۔ آپ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر ان پڑھ لوگ شعر سازی کر سکتے ہیں تو کیا میں پڑھا لکھا ہو کر کلام موزوں نہیں کر سکتا؟ اس طرح آپ صوت و آہنگ کی آمیزش سے شعر و سخن کا اہتمام کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ کیونکہ آپ ہارمونیم اچھا بجا لیتے تھے۔ اسی لیے تو آپ نے کہا تھا کہ:

عجب رنگینی ہے منظر تیرے گانے بجانے میں

اگرچہ آپ علمِ عروض سے ناواقف تھے، آپ نے کسی استاد کی رہنمائی بھی حاصل نہ کی تاہم مشقِ سخن کرتے کرتے شاعری کے جملہ اوزان و بحور سے ایک حد تک آشنا ہو چکے تھے۔ آپ کے تخلیق کردہ اشعار میں کہیں کوئی جھول یا سقم دکھائی نہیں دیتا۔ آپ نے اپنے سکول کی ملازمت کے دوران میں ہی اپنا پہلا مجموعہ کلام ''گلدستہ منظر'' کے نام سے شائع کرایا تھا۔ اور دوسرا مجموعہ کلام ''منظرِ رسول'' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ لیکن یہ دونوں مجموعے ملکی تقسیم کے وقت ہونے والی قتل و غارت اور افراتفری کی نذر ہو گئے۔ آپ بھی علامہ اقبالؒ کی طرح شاعری کو ایک بے پیرا فن کہا کرتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ عشق کے بغیر یہ فن ہرگز ہاتھ نہیں آتا۔ یعنی اس فن سے عشق کیا جائے تو شعر کہنے کا سلیقہ آتا ہے۔ گویا عشق ہی اس نازک اور

Marfat.com

باریک فن کا استاد ہے ۔ تاہم آپ نے نقل مکانی کے بعد تا دمِ آخر شعر وسخن کی مشق جاری و ساری رکھی اور حالات و واقعات سے متاثر ہوتے ہوئے شعر کہتے اور سناتے رہے جبکہ آپ نے کبھی اپنے لیے کوئی بیاض بنائی اور نہ کبھی ایسی کسی خواہش ہی کا نام لیا۔ اس سلسلے میں آپ بڑے ہی بے نیاز واقع ہوئے تھے لیکن ان کی سب سے چھوٹی بیٹی اور بڑے بیٹے نے آپ کی حیات کے دوران میں ہی تمام کاغذات (جو ادھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے) جمع کیے اور کئی بیاضیں ترتیب دے لیں تو ان کے بڑے پوتے ڈاکٹر میاں ظفر مقبول نے ۱۹۸۸ء میں ''نوائے منظر'' کے نام سے آپ کا پنجابی کلام شائع کر ڈالا۔ آپ ایک اچھے خوش نویس ہونے کے ساتھ ساتھ بلا کے زود نویس بھی تھے۔ قلم برداشتہ لکھتے تھے اور بے حد حسّاس طبیعت پائی تھی۔ آپ جس بھی واقعہ سے متاثر ہوتے فوراً اپنے جذبات و احساسات کے اظہار کا آغاز کر دیا کرتے تھے اور جب تک وہ نظم یا شعر پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ پاتا، سخت مضطرب رہتے اور کئی کئی دن اور راتیں اسی بے چینی و بے تابی میں گزار دیتے۔ آپ نے اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں ہی شاعری کی اور تقریباً ہر صنف یعنی غزل، گیت، رُباعی، دوہا، قطعہ وغیرہ میں لکھا۔ علاوہ ازیں نعت وقصیدہ، مناقب وقوالی، سہرے، مرثیے، استقبالیے، خطوط نویسی اور درخواست نویسی میں بھی انہیں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ اہلِ تشیع کی مجالس میں بھی چلے جاتے تھے یعنی آپ شیعہ اور سُنّی ہر دو قسم کے خواص و عام میں مقبول تھے۔ آپ نے اپنی شاعری میں جن خاص موضوعات کو جگہ دی ان میں معاشرتی اور سماجی بہبود، ملکی اور عالمی سیاست کی دو رخی باہمی بھائی چارہ و اخوّت، اسلام اور دین، اخلاقیات اور دیگر قسم کے نئے نئے مسائل قابلِ ذکر ہیں ۔ تاہم ان کی شاعری میں جو صوفیانہ نکات و رشحات ملتے ہیں ان کا ذکر بڑا اہم ہے ۔ کیونکہ ان کی شاعری کا ایک بڑا حصہ صوفیانہ ہے، اس سلسلے میں انہوں نے بہت سی نظمیں اور قوالیاں تخلیق کی ہیں جنہیں وہ اکثر موقع محل کے مطابق بڑے شوق اور جوش سے پڑھا کرتے تھے ۔

میاں صاحب نے نجی شاعری بھی بہت کی ہے ۔اس سلسلے میں ان کا بہت سا کلام دستیاب ہے، انہوں نے اپنے عزیز و اقارب اور میل ملاقاتیوں کیلئے بھی بہت کچھ لکھا۔ ان کی طنزیہ شاعری بھی کمال کی شاعری ہے، جس میں کہیں کہیں ہلکے پھلکے مزاح سے چاشنی بھی در آئی ہے ۔نیز آپ نے اپنے احباب اور عزیز و اقارب کے بڑے پُر سوز اور پُر درد مرثیے بھی لکھے ہیں ۔ اس طرح کے شخصی مرثیوں کی تعداد کافی ہے ۔ کئی مرثیے تو بڑے ہی طویل ہیں جن کو پڑھنے سے میر و انیس کی یاد تازہ ہو جاتی ہے ۔

Marfat.com

میاں صاحب نے جو منظوم خطوط نویسی کی ہے یہ بھی ان کا ایک شاہکار اور ہمیشہ زندہ رہنے والا کارنامہ ہے۔ آپ اکثر اپنے دوستوں کو منظوم خط لکھا کرتے تھے۔ جس سے آپ کے قادرالکلام ہونے کی بیّن شہادت میسّر آتی ہے۔ ان کے خطوط کی زیادہ تعداد ان کی بیٹی نعیمہ سلطانہ کے نام لکھے گئے خطوط ہیں۔ اس طرح ان کی بہت سی منظوم درخواستیں بھی موجود ہیں۔

یوں تو میاں صاحب نے ہر قسم کے موضوع اور اہم نکات پر قلم اٹھایا ہے تاہم ان کی قومی و ملّی شاعری کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جو ہمیں ایک ساتھ لازم و ملزوم کی حیثیت سے قرطاسِ ابیض پر دکھائی دیتی ہے۔ آپ کی اس طرح کی شاعری سے بلاشبہ قومی تشخص کو بیدار کرنے اور ابھارنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔

میاں صاحب کی قومی و ملّی شاعری کا مطالعہ کیا جائے تو بلاشبہ ان کے کلام سے سرسید، مولانا حالی، اکبر الٰہ آبادی اور علامہ اقبال کے اسلامی تصورات کی تصویر نظر آ جاتی ہے۔ جو قومی تشخص کی بیداری کا عالمی حوالہ بنتا ہے۔ وہی ان کی شاعری کا خاص موضوع ہے۔ تاہم ان کی قومی و ملّی شاعری میں ہمیں جو قومیّت کا عالمی تصوّر ملتا ہے اس میں اشتراکِ وطن، اقتصادی اشتراک اور قومیّت کا عالمی تصوّر ایک ایسا تصوّر ہے جسے ہم قومی شاعری کی مد میں پاکستانی شاعری کہہ سکتے ہیں۔ خالص اور اصل پاکستانی۔

میاں صاحب کی اسی قومی اور ملّی شاعری کو دیکھتے ہوئے ہم انہیں بلاشبہ مولانا ظفر علی خان، مولانا محمد علی جوہر، مولانا حسرت موہانی، مولانا ابوالکلام آزاد اور حکیم الامّت حضرت علامہ اقبال جیسے اہم قومی شعرا میں شمار کر سکتے ہیں۔ جہاں تک اردو شاعری میں قومی شاعری کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے مولانا حالی کی مسدس ''مد و جزرِ اسلام'' کو پہلی قومی شاعری قرار دے سکتے ہیں۔ اسی طرح مولانا شبلی نعمانی کی مشہور مثنوی ''صبح امید'' کو بھی قومی شاعری مانا گیا ہے۔ علاوہ ازیں قومی شاعری کے سلسلے میں احسان دانش، حفیظ جالندھری، محمود اسرائیلی اور الطاف مشہدی کے نام بھی گنوائے جا سکتے ہیں۔

تاہم قوم کی اصلاح کے لیے کی گئی شاعری کو ہی قومی شاعری کہا جاتا ہے۔ اور میاں صاحب کی شاعری کا اکثریتی حصہ ایسی ہی شاعری ہے جس میں مسلمانوں خصوصاً پاکستانی مسلمانوں (معاشرے) پر بڑے ہلکے پھلکے انداز میں خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ اس طرح میاں صاحب نے ہندوستان کے ساتھ ہونے والی جنگوں پر بھی قلم اٹھایا ہے اور بڑے خوبصورت ترانے تخلیق کیے ہیں جن میں پاکستانی جوانوں (افواج) کو حوصلے کی بڑھوتڑی دی گئی ہے۔ اور

Marfat.com

اپنے اسلامی تشخص کو ابھارا گیا ہے، جذبوں کو جگایا گیا ہے۔ چونکہ شاعر اپنی قوم کی ملکیت ہوتا ہے اور اس کا قلم اصلاحِ معاشرہ کے لیے ہمہ وقت کاوشوں میں مصروف و مشغول رہتا ہے۔ شاعر قوم کی آنکھ کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ شاعر جو دیکھتا اور محسوس کرتا ہے وہ قوم دیکھ اور محسوس نہیں کر سکتی۔

بلاشبہ حضرت علامہ اقبال کو ملّی شاعری کا سرخیل کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کی شاعری کا محور، قوم پرستی کا نظریہ ہے۔ لیکن یہاں پر ہم مولانا ظفر علی خان، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا حسرت موہانی کو بھی کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ پنجابی کی ابتدائی شاعری میں صوفی تبسّم، ڈاکٹر رشید انور، اختر کاشمیری اور تنویر بخاری کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ جنگی ترانے لکھنے والوں میں شفیع عقیل، رؤف شیخ، سلطان محمود آشفتہ، احمد راہی اور خلیل آتش کے نام بھی کبھی نہیں بھلائے جا سکیں گے۔ اس طرح میاں صاحب نے پنجابی میں ملّی شاعری کی ہے انہوں نے اردو اور پنجابی زبان میں بڑے خوبصورت ترانے لکھے ہیں۔ ان کے یہ جنگی ترانے اصل میں ملّی شاعری کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان کی ایک مشہور نظم ''میرا مجاہد'' ان کی ملّی شاعری کا بہترین نمونہ اور شاہکار ہے۔ اسی طرح ان کی نظم ''وطن کا سپاہی، ہم قوم ہم وطن، کفار سے، ملّی ترانہ، نعرہِ وطن، قومی تشخص، مسلم لیگ، میرا ہے کشمیر، بہادر فوجی نوں خطاب'' وغیرہ ایسی پُر جوش نظمیں ہیں کہ جن کو بلاشبہ ہم ان کی قومی اور ملّی شاعری کا بہترین نمونہ قرار دے سکتے ہیں۔

میاں صاحب کے فکر و فن اور ان کی شاعری پر گفتگو کرتے ہوئے یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ انتہائی قد آور اور تن آور بڑ کے پودے سائیں مولا شاہؒ کے زیرِ سایہ، ان کے زیرِ اثر نشو و نما پانے والے میاں محمد اسماعیل منظر نے اپنی فیملی کے اوّلین پڑھے لکھے شخص ہونے کی حیثیت سے نہ صرف شاعری کی بلکہ روحانی طور پر بھی ان سے وابستگی رکھتے ہوئے انہوں نے روحانی فیض بھی حاصل کیا۔ سائیں مولا شاہؒ نے ساتھ ساتھ یہ اعلان بھی کر ڈالا کہ جس کسی کو بھی روحانی فیض کی ضرورت ہو تو وہ میرے پوتے میاں محمد اسماعیل منظر سے رجوع کرے۔ پس اس طرح میاں صاحب فکر و فن، ادب و انشا اور شعر و سخن کی پون صدی خدمت کرنے کے بعد ۱۹۹۷ء میں اس دارِ فانی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئے۔ ان کی وفاتِ حسرت آیات پر اپنوں نے تو آنسو بہانے ہی تھے جبکہ سارے گاؤں میں سوگ چھا گیا اور آپ کے حلقۂ احباب میں تو قیامت برپا ہوگئی اور آپ کی وفات پر بڑے بڑے اہلِ قلم نے بھی آنسو بہائے۔ جن میں ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی، صدیق تاثیر اور سلطان کھاروی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ المختصر یہ کہ میاں صاحب ایک عالم فاضل اور اپنے وقت کے بہت بڑے دانشور تھے۔

Marfat.com

کتابیات

اردو کتب

۱۔ اسد اللہ غالب، دیوان غالب، آئینہ ادب ۱۹۷۴ء

۲۔ حالی، مولانا: مقدمہ شعر و شاعری، لاہور، پاپولر پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۴ء

۳۔ حسرت، مولانا: نکات سخن لاہور مرکز ترقی ادب، ۱۹۶۶ء

۴۔ رئیس احمد جعفری، بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد، لاہور، کتاب منزل، ۱۹۵۵

۵۔ زاہد حسین انجم، ہمارے اہل قلم، لاہور ملک بک ڈپو ۱۹۸۸ء

۶۔ سندر لال، سن ستاون، علی گڑھ، انجمن ترقی اردو، ۱۹۵۷

۷۔ ساجد امجد، پروفیسر ڈاکٹر، اردو شاعری پر برصغیر کے تہذیبی اثرات، لاہور، الوقار پبلیکیشنز، ۲۰۰۳ء

۸۔ شبلی نعمانی، مولانا: شعر العجم لاہور تاج بک ڈپو ۱۹۷۴ء

۹۔ شریف احمد شرافت، تذکرہ شعرائے نوشاہیہ، ترتیب و تدوین ڈاکٹر عارف نوشاہی، لاہور اورینٹل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء

۱۰۔ شہباز ملک، ڈاکٹر: تحریکِ پاکستان اور پنجابی ادب، لاہور، مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۸۳ء

۱۱۔ شریف احمد شرافت، شریف التواریخ جلد سوم حصہ ششم، گجرات، ادارہ معارف نوشاہیہ ۱۹۸۳ء

۱۲۔ ظفر مقبول، ڈاکٹر میاں: مترجم ست گنج آرسی نامہ عرف زہرہ مشتری: سائیں مولا شاہ، لاہور، بزم مولا شاہ ۲۰۰۷ء

۱۳۔ ظفر مقبول، ڈاکٹر، میاں؛ مترجم: مرزا صاحباں، سائیں مولا شاہ لاہور بزم مولا شاہ، ۲۰۰۷

۱۴۔ عابد علی عابد، سید؛ البدیع، لاہور سنگ میل پبلیکیشنز ۲۰۰۱ء

۱۵۔ عابد علی عابد، سید؛ البیان، لاہور سنگ میل پبلیکیشنز ۲۰۰۱ء

۱۶۔ عابد علی عابد، سید: اسلوب، لاہور سنگ میل پبلیکیشنز ۲۰۰۱ء

۱۷۔ عابد علی عابد، سید: مقالات عابد (انتقاد شعری) لاہور سنگ میل پبلیکیشنز ۲۰۰۱ء

۱۸۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر: ساختیات، لاہور، سنگ میل، س ن

۱۹۔ محمد اقبال، علامہ؛ دیوان اقبال لاہور مکتبہ دانیال س ن

۲۰۔ محمد سلیم چوہدری، شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری، لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۹۶ء

۲۱۔ مظہر الاسلام، لوک پنجاب، اسلام آباد، لوک ورثے دا قومی ادارہ، ۱۹۷۸ء

۲۲۔ مولا شاہ، سائیں: ''ہیر و رانجھا''، امرتسر مہر علم الدین و معراج الدین ۱۹۱۲ء

۲۳۔ میر تقی میر، نکات الشعرا، لاہور، مرکز ترقی ادب، ۱۹۶۷ء

Marfat.com

پنجابی کتب

۲۵۔ انعام الحق جاوید، ڈاکٹر: پنجابی ادب دا ارتقاء، اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان، ۱۹۹۰ء

۲۶۔ بشیر عابد، ڈاکٹر: ڈاکٹر شہباز ملک فن تے شخصیت، گوجرانوالہ، پنجاب ادبی مرکز، ۱۹۹۵ء

۲۷۔ شہباز ملک، ڈاکٹر: آزادی دے مجاہد لکھاری، لاہور، مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۸۱ء

۲۸۔ ظفر مقبول، میاں: سیرت تے قومی شاعری، لاہور، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، س ن

۲۹۔ ظفر مقبول، میاں: بول حیدری، گوجرنوالہ سائیں مولا شاہ ویلفیئر سوسائٹی ۱۹۹۳ء

۳۰۔ ظفر مقبول، میاں: پور ادب دا، لاہور نیو بک پیلس ۱۹۹۲ء

۳۱۔ ظفر مقبول، میاں: سسی مولا شاہ، گوجرانوالہ سائیں مولا شاہ ویلفیئر سوسائٹی، ۱۹۸۰ء

۳۲۔ ظفر مقبول، میاں: گفت گفتار، گوجرانوالہ سائیں مولا شاہ ویلفیئر سوسائٹی، ۱۹۸۸ء

۳۳۔ عالم شاہ، خزینہ توحید، شیخوپورہ، مصنف خود۔ س ن

۳۴۔ عبدالرحیم رحیم، گلدستہ عقیدت جلد دوم، فیصل آباد، مصنف خود۔ س ن

۳۵۔ عبدالکریم منظر، راہواں وچ چھاواں، فیصل آباد، مثالی پبلشرز، ۲۰۰۷ء

۳۶۔ غلام مصطفےٰ بسمل، روپ خوشبواں دے، لاہور اکادمی پنجاب ۱۹۸۲ء

۳۷۔ فقیر محمد فقیر، ستاراں دن، لاہور، ظہیر الدین، ۱۹۵۶ء

۳۸۔ محمد اسماعیل منظر، نوائے منظر، مرتبہ، میاں ظفر مقبول، گوجرانوالہ سائیں مولا شاہ ویلفیئر سوسائٹی ۱۹۸۸ء

۳۹۔ محمد شریف شریف، نوشاہی لہراں، شیخوپورہ، مصنف خود، س ن

۴۰۔ مولا بخش کشتہ: پنجابی شاعراں دا تذکرہ، لہور، فرم میاں مولا بخش کشتہ اینڈ سنز ۱۹۶۰ء

غیر مطبوعہ

۴۱۔ بیاض شاعر ۱

۴۲۔ بیاض شاعر ۲

۴۳۔ بیاض شاعر ۳

۴۴۔ بیاض شاعر ۴

۴۵۔ بیاض شاعر ۵

۴۶۔ بیاض شاعر ۶

۴۷۔ بیاض شاعر ۷

۴۸۔ منظر، شجرہ طریقت غیر مطبوعہ

Marfat.com

اخبارات و رسائل

۴۹۔ پھلیکھا روز نامہ، ۹ اگست ۱۹۹۷ء

۵۰۔ ڈان، ۱۹ جولائی ۱۹۹۵ء، شفقت تنویر مرزا

۵۱۔ رویل، ماہ نامہ جولائی ۱۹۹۷ء

۵۲۔ چھیماہی کھوج، شمارہ ۲۸

۵۳۔ لکھاری، ماہ نامہ جولائی ۱۹۹۷ء

۵۴۔ مرغزار، کالج مجلہ اگست ۱۹۹۷ء

گفتگو

۵۵۔ اللہ رحم راٹھور، یوسف پارک نزد رستم سہراب فیکٹری، شیخوپورہ روڈ، لاہور۔

۵۶۔ ثریا بیگم، (دختر شاعر)، چوہان روڈ اسلام پورہ لاہور

۵۷۔ خورشید بیگم، (دختر شاعر) شیخوپورہ

۵۸۔ رشید احمد ارائیں، کڑیال کلاں گوجرانوالہ

۵۹۔ شمیم اختر (بھتیجی) زوجہ محمد رفیق رنجور۔ ٹاؤن شپ لاہور

۶۰۔ شہزاد رسول فاروق ۔ گلی میاں مقبول طیب پارک شیخوپورہ

۶۱۔ عابد بشیر، حاجی جندراں: شاہدرہ ٹاؤن لاہور

۶۲۔ عاشق ورک، کڑیال کلاں ضلع گوجرانوالہ

۶۳۔ غلام رسول، پروفیسر میاں: پسر شاعر شیخوپورہ

۶۴۔ محمد جمیل آسی خلیفہ سائیں حیدر شاہ مقیم رحمان پورہ لاہور

۶۵۔ محمد سعید طیب نواسہ شاعر گلبرگ لاہور۔

۶۶۔ مظہر ورک، EST (انگلش) گورنمنٹ ہائی سکول کڑیال کلاں گوجرانوالہ

۶۷۔ مقبول احمد، پروفیسر میاں: پسر شاعر

۶۸۔ نعیمہ سلطانہ دختر شاعر

Marfat.com

بزم کی کتب

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف/مرتب	اشاعتی نمبر	سنہ اشاعت
1)	باتوں باتوں میں	(اردو انشائیہ) پروفیسر میاں مقبول احمد	ISBN-969-8082-01-8	1989
2)	باتوں میں باتیں	(اردو انشائیہ) پروفیسر میاں مقبول احمد	ISBN-969-8082-00-X	1990
3)	مرزا صاحباں (ص۔336)	(ایوارڈ یافتہ) سائیں مولا شاہؒ میاں ظفر مقبول	ISBN-969-8082-21-2	2004
4)	ست گنج آرسی نامہ مولا شاہ عرف زہرہ مشتری	(اردو ترجمہ) سائیں مولا شاہؒ ڈاکٹر میاں ظفر مقبول	ISBN-969-8082-23-9	2007
5)	مرزا صاحباں (ص۔448)	(اردو ترجمہ) سائیں مولا شاہؒ/ ڈاکٹر میاں ظفر مقبول	ISBN-978-969-8082-26-0	2007
6)	سسی پنوں	(اردو ترجمہ) سائیں مولا شاہؒ/ ڈاکٹر میاں ظفر مقبل	ISBN-978-969-8082-22-0	2008
7)	بگال بشنوں	(اردو ترجمہ) سائیں مولا شاہؒ/ ڈاکٹر میاں ظفر مقبول	ISBN-978-969-8082-28-4	2008
8)	بات سے باتیں	پروفیسر میاں مقبول احمد	ISBN-978-969-8082-25-0	2008
9)	ویراں پڑے ہیں راستے	جاوید عارف	ISBN-978-969-8082-32-1	2009
10)	کچھ عشق کیا کچھ کام کیا	(سفرنامہ) جاوید عارف	ISBN-978-969-8082-39-0	2010
11)	میاں محمد اسماعیل منظر کی قومی وملی شاعری	(تحقیق وتنقید) گل رخ طوبیٰ	ISBN-978-969-808241-3	2010
12)	ڈاکٹر میاں ظفر مقبول کی ادبی خدمات	(تحقیق وتنقید) سیدہ سعدیہ ضیاء	ISBN-978-969-808240-6	2010
13)	پروفیسر میاں مقبول احمد کی انشائیہ نگاری	(تحقیق وتنقید) سحر حفیظ		2010
14)	ہیر ورانجھا	(اردو ترجمہ) سائیں مولا شاہؒ/ ڈاکٹر میاں ظفر مقبول	ISBN-978-969-8082-29-1	—

Marfat.com

بزم دیاں کتاباں

نمبرشمار	کتاب داناں		مصنف/مرتب	اشاعتی نمبر	سنہ اشاعت
1)	سسی مولا شاہ		میاں ظفر مقبول	ISBN-969-8082-09-3	1980
2)	چوہلاں	(انشائیے)	میاں ظفر مقبول	ISBN-969-8082-08-5	1985
3)	ٹوناں	(مجموعہ کلام)	میاں ظفر مقبول	ISBN-969-8082-07-7	1988-95
4)	لشکیں لشکیں آ گیا	(کافیاں مولا شاہؒ)	میاں ظفر مقبول	ISBN-969-8082-06-9	1987-95
5)	نوائے منظر	(مجموعہ کلام)	میاں محمد اسمٰعیل منظر/میاں ظفر مقبول	ISBN-969-8082-05-0	1988-90-96
6)	گفت گفتار	(سی حرفیاں سائیں مولا شاہؒ)	میاں ظفر مقبول	ISBN-969-8082-04-2	1988-95
7)	پھر گئیاں رُتاں	(بارہ ماہے سائیں مولا شاہؒ)	میاں ظفر مقبول	ISBN-969-8082-03-4	1988-96
8)	تحفہ حجاز دا	تنویر بخاری	میاں ظفر مقبول	ISBN-969-8082-02-6	1990
9)	سائیں مولا شاہؒ دا قصہ بگا مل بشنو		میاں ظفر مقبول	ISBN-969-8082-10-7	1992
10)	بول حیدری	(سائیں حیدر شاہؒ دی حیاتی تے شاعری)	میاں ظفر مقبول	ISBN-969-8082-12-7	1993
11)	النبی الکریم ﷺ	(سیرت ایوارڈ یافتہ)	میاں ظفر مقبول	ISBN-969-8082-15-8	1999
12)	نام عالی تیرا ﷺ	(نعتاں)	میاں ظفر مقبول	ISBN-969-8082-17-4	2000-01
13)	میں وچ میں	(کافیاں۔محمد شریف)	میاں ظفر مقبول	ISBN-969-8082-14-X	2002
14)	شجرہ نوشاہیاں مع باراں امام		سائیں عبدالعزیز	ISBN-969-8082-20-4	2003
15)	مکاشفہ	(غزلاں)	تنویر بخاری	ISBN-978-969-8082-29-1	2008
16)	وِساں	(نظماں،غزلاں)	ڈاکٹر عظمت اللہ عظمت	ISBN-978-969-8082-27-7	2008
17)	نعتاں دا محل		ڈاکٹر حفیظ احمد	ISBN-978-969-8082-33-8	2009
18)	روگ اولڑا		چاچا محمد یوسف	ISBN-978-969-8082-34-5	2009
19)	واہنگرو	(شاعری)	سلطان کھاروی	ISBN-978-969-8082-34-5	2009
20)	شہباز دیاں گلاں	(انٹرویو)	ڈاکٹر میاں ظفر مقبول	ISBN-978-969-8082-37-6	2009
21)	اتھروآپ دلیلاں	(غزلاں)	جاوید عارف	ISBN-978-969-8082-38-3	2010
22)	آسان غزلاں		بشیر باوا	ISBN-978-969-808236-9	2010
23)	ظفرانے	(انشائیے)	ڈاکٹر میاں ظفر مقبول		2010

Marfat.com

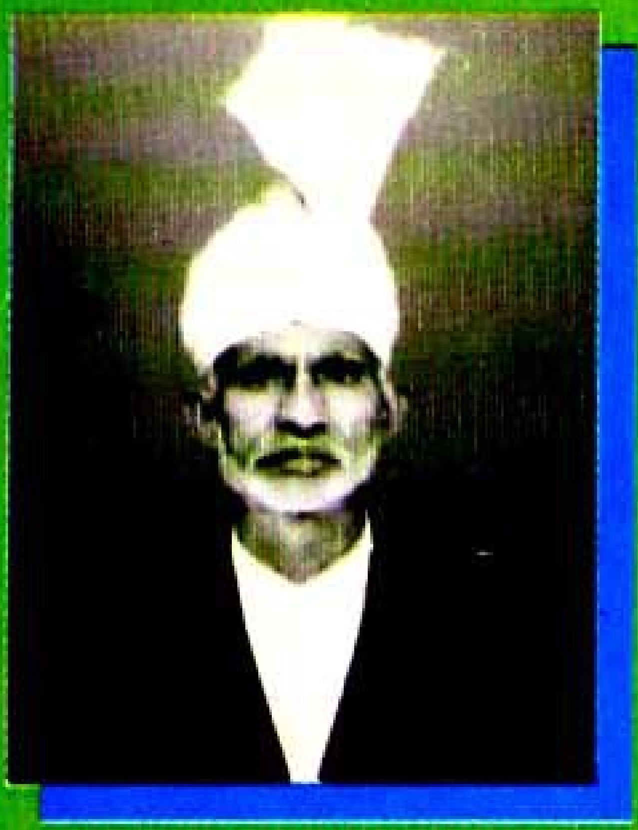

ISBN 978-969-8082-41-3
978-969-8082-41-3

Marfat.com